مِفتاحِ سُنّت
(جلد اول)

بجواب

ایضاحِ سنت (جلد اول)

استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمجید خاں سعیدی رضوی

صدر شعبہ تدریس وافتاء ومہتمم جامعہ غوث اعظم وجامعہ سعیدیہ رحیم یار خان

باہتمام

فاضل نوجوان علامہ سید مظفر حسین شاہ صاحب قادری (کراچی)

قادریہ پبلشرز کراچی

مفتاح سنت (جلد اول)

بجواب

ایضاح سنت جلد اول

استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا مفتی محمد عبد المجید خاں سعیدی رضوی

صدر شعبہ تدریس و افتاء و مہتمم جامعہ غوث اعظم و جامعہ سعیدیہ رحیم یار خان

کتاب ھذا میں ایضاح سنت نامی کتاب کا مکمل علمی و تحقیقی لیا گیا ہے جسے گکھڑوی کی جانب سے ہماری کتاب مصباح سنت بجواب راہ سنت (جلد اول) کا از راہ غلط، جواب ظاہر کیا گیا ہے جو انکا عذر گناہ بدتر از گناہ ہے۔ مزید بیسوں علمی مباحث بھی اس میں آ گئے ہیں جو مطالعہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک

ناشر و تقسیم کار

قادریہ پبلشرز کراچی
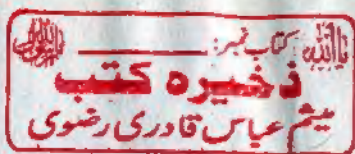
(جملہ حقوق محفوظ)

نام کتاب : مفتاح سنت بجواب ایضاح سنت

مؤلف : شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمجید خاں سعیدی رضوی (رحیم یار خان)

باہتمام : فاضل نوجوان علامہ سید مظفر حسین شاہ صاحب قادری (کراچی)

طباعت : بار اول

سن اشاعت : ۱۵۔ جولائی ۲۰۰۵ء (جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ)

کمپوزنگ : رئیس نذیر احمد قادری

ملنے کے پتے

- ☆.......... کاظمی کتب خانہ رحیم یار خان۔
- ☆.......... مکتبہ رضویہ گاڑی کھاتہ آرام باغ، کراچی
- ☆.......... مکتبۂ اہلسنت چاندنی چوک نزد سبزی منڈی کراچی۔
- ☆.......... ضیاء الدین پبلی کیشنز نزد شہید مسجد کھارادر کراچی۔
- ☆.......... مکتبہ غوثیہ (ہول سیل) پرانی سبزی منڈی نزد پولیس چوکی محلہ فرقان آباد کراچی نمبر۶۔

قادریہ پبلشرز کراچی

تقریظ

جامع المعقول والمنقول حامی الفروع والاصول مناظر اعظم شیخ القرآن والحدیث استاذ العلماء،
حضرت مولانا علامہ محمد منظور احمد فیضی مدظلہم بانی ومہتمم جامعہ فیضیہ رضویہ وجامعہ وفیض السلام احمد
پور شرقیہ ضلع بہاول پور

الحمد لله الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا
والصلوة والسلام علی من قال ماسکت عنه فهو مماعفی
وعلی اله واصحابه واتباعه والصالحين والشهداء
الذين بينوا صراط الهدی

اما بعد کئی سالوں سے گردوں کی تکلیف میں مبتلا ہوں
آج ''ایضاحِ سنت'' کے لطیفے اوراس کے جواب ''مفتاحِ سنت'' مؤلفہ فاضل
سعید علامہ مفتی عبدالمجید خاں کے علمی مؤاخذے پڑھنے سننے کا اتفاق ہوا اللہ تعالیٰ
عزیزم مفتی صاحب کو جزاء خیر عطا فرمائے جنہوں نے سنت اور صراط صالحین کو
دلائل قاہرہ کی روشنی میں واضح کیا۔

محتاج کرم طالب دعا
فقیر محمد منظور احمد فیضی غفرلہ وعفی عنہ
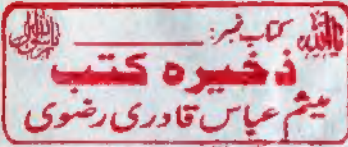
بسم اللہ الرحمن الرحیم

اجمالی فہرست عنوانات کتاب ہٰذا

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۵۸	علامہ اقبال کے مسلک کی بحث	۱۹۷
۵۹	علامہ پر دیوبندی فتوے	۲۰۳
۶۰	قائد اعظم پر دیوبندی فتوے	۲۰۴
۶۱	اعلیٰ حضرت پر بے جا الزام تکفیر کا محاسبہ نیز چیلنج	۲۰۵
۶۲	گکھڑوی صاحب کی عبرتناک تاریخی شکست فاش	۲۰۷
۶۳	الزام تکفیر کا رڈ از حضرت غزالی زماں	۲۰۸
۶۴	ظفر علی خان سے منسوب شعر سے جواب	۲۰۹
۶۵	علماء دیوبند کے بارے میں ظفر علی خان کی نظمیں	۲۱۰
۶۶	بحث گکھڑوی صاحب کے منہ مانگے شرک کی	۲۱۹
۶۷	گکھڑوی صاحب اور لعنۃ اللہ علی الکذبین	۲۲۰
۶۸	جنگ آزادی میں شرکت اہلِ دیوبند کے افسانہ کی حقیقت	۲۲۲
۶۹	تکفیر اہل دیوبند کے لیے مفتی خریدے گئے سے مسکت جواب	۲۲۲
۷۰	گکھڑوی صاحب کی مت ماری گئی	۲۲۴
۷۱	امام اہل سنت علامہ خیر آبادی کے متعلق گکھڑوی تلبیس کا محاسبہ	۲۲۴
۷۲	علامہ خیر آبادی خدا کا شیر از ٹانڈوی صاحب	۲۲۸
۷۳	علامہ کے بارے میں خدام الدین کا بیان	۲۳۱
۷۴	اعلیٰ حضرت پر انگریز نوازی کے الزام کی تردید کے دلائل سے گکھڑوی عجز	۲۳۴
۷۵	مولوی سید احمد اور اسمٰعیل دہلوی کی انگریز نوازی کی بحث	۲۳۵
۷۶	گنگوہی نانوتوی انگریز نوازی کا بیان	۲۳۷
۷۷	سکھوں سے جہاد کا راز اور جہاد شاملی کی حقیقت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ سے	۲۳۹۔ ۲۴۰
۷۸	بحث حوالہ جات رسالہ مکالمۃ الصدرین	۲۵۱

(تم الجزء الاوّل بفضلہٖ تعالیٰ وکرم النبی المصطفیٰ علیہ وعلیٰ الٰہ التحیۃ والثناء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین نبینا وحبیبنا محمد وعلیٰ الہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ وعلینا معھم اجمعین O

پہلے اسے پڑھیے:-

مورخہ ۷ ربیع الآخر ۱۴۲۶ھ بمطابق ۱۶/ مئی ۲۰۰۵ء بروز پیر بوقت ظہر کاظمی کتب خانہ رحیم یار خان کے ایڈریس پر عزیز گرامی حافظ محمد الیاس سعیدی صاحب کی معرفت مشہور دیوبندی مصنف مولوی محمد سرفراز خاں صاحب گکھڑوی کے فرزند جناب حافظ عبدالقدوس خاں صاحب قارن مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کی جانب سے بائی پوسٹ ایضاح سنت نامی ایک رسالہ موصول ہوا جسے فقیر راقم الحروف کی کتاب ''مصباحِ سنت'' (جو گکھڑوی صاحب موصوف کی سب سے زیادہ مایۂ ناز سمجھی جانے والی کتاب راہِ سنت کے فقیر کے قلم سے محررہ بالاستیعاب رد بلیغ کے سلسلہ کی پہلی کڑی اور اس کی جلد اوّل ہے) کا جواب ظاہر کیا گیا ہے۔ کتاب مذکور کا مطالعہ شروع کیا' اس کے سرورق نیز ابتدائیہ (عرض حال) میں ماری گئی بڑھکوں اور تعلیوں سے یوں لگتا تھا کہ جیسے وہ مصباح سنت کا کوئی زبردست قسم کا علمی و تحقیقی جواب اور اس صدی کا ان کا سب سے بڑا قلمی شاہکار منظر عام پر لایا اور ہمیں ہمیشہ کے لیے مسکت الزام دے دیا گیا ہو مگر جوں جوں اگلے صفحات سامنے آتے گئے یہ غلط فہمی دور ہوتی گئی اور خود گکھڑوی صاحب کے لفظوں میں وہ کھودا پہاڑ اور نکلا چوہا (باب جنت صفحہ ۱۳) کا مصداق نکلا جس سے خود راہِ سنت کا بقلم خود خاتمہ کر کے اسے ابدی نیند سلا دیا گیا ہے۔ چنانچہ بہت سی وہ باتیں جو ہم ان سے منوانا چاہتے تھے نہایت سادگی کے ساتھ انہیں تسلیم کر لیا گیا ہے جیسے بحثِ کذائیہ کا بدعت اور اشتراک لفظی کا شرک نہ ہونا نیز

بصیغۂ نداء صلوٰۃ وسلام (الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ) کا جواز وغیرہ جب کہ ہمارے اٹھائے گئے کئی سوالات کو چھوا تک نہیں گیا جو ان کے عجز کی دلیل ہے جیسے کلمات تواضع کے حوالہ سے کی گئی نفی کے اپنے اصلی حقیقی معنیٰ پر محمول نہ ہونے وغیرہ کا مسئلہ۔ اور جن بعض سے تعرض کیا گیا ہے ان میں اصول و معیار سے ہٹ کر کلام کیا گیا ہے اور بعض مقامات پر تسلّی و تشفّی بخش جواب لانے کی بجائے لفظوں کے پردے میں چھپاتے ہوئے بات کو آئی گئی بنانے کی کوشش کی گئی ہے جیسے حدیث ''من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھورد '' میں تحریف وخیانت وغیرہ نیز بعض کا جواب دینے کی بجائے محض خانہ پری کرتے ہوئے اپنی ہی لکھی ہوئی اس جیسی کتب کا نام لے لیا گیا ہے کہ دیکھو اظہار العیب وغیرہ۔

نیز مطلوبہ دلائل کے لانے کی بجائے جگہ جگہ لطیفوں اور بے ہودہ مثالوں سے گزارا چلاتے ہوئے بلاوجہ ہمارا تمسخر اڑایا گیا اور اپنوں کا جرم ہم پر ڈالا گیا ہے جیسے ان کے اپنے ایک مفت خورے ساتھی مفتی محمد فاروق ہزاروی کی مفت خوری کی مثال وغیرہ جو انہوں نے ہم پر چسپاں کی ہے۔

نیز اس میں بکثرت اشعار بھی پیش کیے گئے ہیں جیسے یہ مباحثہ کی بجائے کوئی محفل مشاعرہ اور شعروشاعری کے تبادلہ ومقابلہ کی مجلس ہو۔ اس سب کی مکمل تفصیل آئندہ جوابی سطور میں دیکھی جاسکتی ہے۔

رسالہ مذکورہ میں جگہ جگہ انتہائی گندی زبان استعمال کر کے سخت بدزبانی سے بھی کام لیا گیا ہے جو ان کے سخت عجز و ناکامی اور ان کی ناگفتہ بہ حالت زار پر دالّ ہے۔ چنانچہ بطور نمونہ ان کے بیمار ذہن ''خالص ہٹ دھرمی' بیمار ذہنیت' پرانا رنڈی رونا' کورے' چور' بدبخت' شیطان ان کا محسن ودوست' بدتمیزی' ناشائستگی' نیز بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن اور ان کے خرافات کے الفاظ سرفہرست ہیں۔ حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو (ایضاح سنت صفحہ نمبر ۵' ۱۱' ۱۳' ۱۶' ۱۷' ۲۳' ۴۶' ۷۰' ۹۵' ۹۸ وغیرہا) اس طرح سے ان خرافات اور گالیوں کے مجموعہ کو ایضاح سنت کا نام دے کر سنت نبویہ علیٰ صاحبہا السّلام کی سخت توہین کی گئی ہے۔ لیکن اس نام نہاد جواب کے آجانے سے ہمیں سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ یہ جواب گکھڑوی صاحب کی زندگی میں آگیا ہے۔

جس سے سب کو پتہ چل گیا ہے کہ اس کے سوا ان کے پاس کوئی جواب نہیں ورنہ عوام الناس شش و پنج میں اور غلط فہمی کا شکار رہتے۔ پھر اس کے باوجود کوسا بھی ہمیں گیا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۸ پر ہمارے بارے میں لکھا ہے کہ ہم نے اخلاقی اقدار کو پامال کرتے ہوئے دشنام طرازیوں اور بہتان تراشیوں سے کام لیا ہے جب کہ بفضلہٖ تعالیٰ مصباح سنّت اس سے قطعاً بری ہے۔ اور اس میں قطعاً سوقیانہ زبان استعمال نہیں کی گئی ہے۔ ہاں بعض مقامات پر جو سوءادبی اور خیانت جیسے الفاظ آگئے ہیں وہ محض حکم شرعی کے بیان کی مجبوری کی بناء پر ہیں۔ ان کے اس واویلا کی اصل حقیقت دیکھنے کے لیے کہ اس میں کتنی صداقت ہے مصباح سنت کا مطالعہ کیا جائے۔ اب اگر کچھ تندیٔ قلم ہو تو اسے الا من ظلم۔ فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدیٰ نیز جزاء سیۃٍ کے قبیل سے اور ایں ہمہ آوردہ تست کا نتیجہ سمجھیں کہ ''ہے یہ گنبد کی صدا...... جیسی کہو ویسی سنو'' دونوں تحریروں کا مبنی بر انصاف تقابلی مطالعہ شرط ہے۔ جب کہ ہمارے حوالہ سے اس کا کوئی ثبوت بھی پیش نہیں کیا گیا۔ بناء بریں رسالہ چنداں لائق التفات نہ تھا اور اس کی کچھ حاجت تو نہ تھی کہ اس کا جواب لکھنے میں وقت کو کچھ ضائع کیا جائے تاہم ''گرتی ہوئی دیواروں کو ایک دھکا اور'' کے پیش نظر اتمام حجت کرتے ہوئے جواب پیش کیا جا رہا ہے۔ واضح رہے کہ ایضاح سنّت اگرچہ گکھڑوی صاحب کے بیٹے حافظ عبدالقدوس صاحب قارن کے نام سے شائع کی گئی ہے لیکن وہ خود چونکہ زندہ بیٹھے ہیں اور مصباح سنت میں قطعی طور پر ہماری گفتگو بھی انہی سے چلی ہے پھر ظاہر ہے کہ ان کا یہ جواب بھی انہی کی رضا سے منظر عام پر آیا ہے اس لیے ہمارا روئے سخن بھی انہی کی طرف ہوگا۔ اور اصولی طور پر وہی اس کے جواب دہ ہوں گے۔ آخر وہ اگر حکیم الامّت حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی میں ان کے بیٹے مفتی اقتدار احمد خان صاحب مرحوم کے لکھے ہوئے رسالہ کا ذمہ دار کسی دلیل کے لائے بغیر خود حضرت مفتی صاحب کو ٹھہرا کر اس کے جواب میں پوری کتاب ''باب جنت'' لکھ سکتے ہیں تو وہ ہم سے اس کا حق کس اصول کی بناء پر اور دنیا کی کس عدالت کے فیصلہ سے چھین سکتے ہیں۔ خدارا انصاف......

بہر حال جواب پہلی فرصت میں حاضر ہے۔ جسے ہم ''مفتاح سنت جلد اوّل بجواب ایضاح سنّت جلد اوّل'' کے نام سے موسوم کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ اللہ جلّ مجدہ الکریم اپنے

حبیب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے طفیل اسے ہر خاص وعام کے لیے نافع ومفید بنائے۔آمین۔
وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ...... واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

عبدالمجید سعیدی رضوی بقلمہ مؤلف ہٰذا
۱۸ ربیع الآخر ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۷/مئی ۲۰۰۵ء بروز جمعۃ المبارک
بوقت تقریباً ۴ بجے سہ پہر

پہلی بسم اللہ ارتکاب بدعت:

گکھڑوی کی ''راہِ سنّت'' کی طرح ان کے پیش نظر رسالہ ہٰذا (ایضاح سنّت) کی بھی پہلی بسم اللہ ارتکاب بدعت سے کی گئی ہے چنانچہ ''عرضِ حال'' کے زیر عنوان اس کے بالکل آغاز میں لکھا ہے:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ الذی ھدانا لھٰذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ' لا شریک لہ' ونشھد ان محمدًا عبدہ' و رسولہٖ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی الہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ واتباعہٖ اجمعین الٰی یوم الدین برحمتک یا ارحم الراحمین'' اھ بلفظہٖ ملاحظہ ہو [ایضاح سنّت صفحہ ۷ طبع عمرا کادمی نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ مطبوعہ مئی ۲۰۰۵ء طبع اوّل]۔

اقول:- گکھڑوی صاحب کے حسبِ اصول بہ ہیئت کذائیہ تحریر کردہ ان کا یہ خطبہ' اسی طرح اس کے ضمن میں لکھا گیا ان کا صیغہ درود بعینہٖ وہی بدعت ہے جس کے رد میں انہوں نے اپنی کتاب راہِ سنّت کے بعد رسالہ ہٰذا وضع کیا یا کرایا ہے جو قدرت کی طرف سے انہیں' اہلِ سنّت کو بے جا طور پر بدعتی قرار دینے نیز خود ہی اصول بنا کر ان سے انحراف کرنے کے جرم کی سزا ہے ورنہ وہ اپنے اس خطبہ نیز صیغۂ درود کو کسی صحیح شرعی معیاری دلیل سے ثابت کر کے دکھائیں۔ راہِ سنّت میں مقرر کردہ معیار دلائل کو ملحوظ رکھنا مت بھولیں۔

رہا ان کے حسبِ اصول اس کے بدعت ہونے کا ثبوت؟ تو اس پر گکھڑوی صاحب کی دیگر تصریحات کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ راہِ سنت کا ''باب چہارم'' جس میں انہوں نے اپنا پورا زور ہیئت کذائیہ کے بدعت شرعیہ ہونے کے ثابت کرنے پر صرف کیا ہے' اس کا کافی اور وافی ثبوت ہے۔ مزید بحث آئندہ سطور میں ''راہِ سنت'' نام وغیرہ کے مباحث کے ضمن میں آرہی ہے۔

گکھڑوی صاحب کی قصیدہ خوانی سے جواب:۔

بعداز خطبہ ''امابعد'' کہہ کر پہلا کام جو کیا گیا ہے، وہ گکھڑوی صاحب کی تدریسی اور تصنیفی خدمات نیز اپنے دیوبندی اکابر کے عقائد ونظریات کو نہایت جانفشانی اور دلسوزی کے ساتھ تحفظ فراہم کرنے کے حوالہ سے ان کی قصیدہ خوانی اور ان کی تحریر کردہ کتابوں کی شہرت وعند الدیابنہ مقبولیت کو سلامی پیش کرنا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ تقاضاہائے مدحت کی تکمیل کرتے ہوئے ان کے نظریات سے موافقت نہ رکھنے اور ان کی کتابوں کی تردید لکھنے والوں کو کوسنے کے فرض کی ادائیگی بھی ہے (ملخصاً) ملاحظہ ہو [ایضاحِ سنّت صفحہ ۷،۸]۔

اقول:۔ جہاں تک گکھڑوی صاحب کی اپنے اکابر کے نظریات کو تحفظ فراہم کرنے کے حوالہ سے ان کی تدریسی اور تصنیفی خدمات کا تعلق ہے، وہ کسی حد تک درست اور بجا ہے البتہ ان کی شخصیت کو جو نہایت درجہ علمی بنا کر پیش کیا گیا ہے حتّی کہ اس حوالہ سے انہیں محدث اعظم پاکستان قرار دے کر امامت کے درجہ پر بھی فائز کر دیا گیا ہے نیز یہ کہ ان کی تصانیف ایسے مضبوط اور ٹھوس دلائل پر مبنی ہیں جن کا توڑ ناممکن ہے وغیرہ وغیرہ۔ تو یہ بالکل خلاف واقعہ ہے جس کی انتہائی مدلّل انداز میں تفصیل مصباحِ سنّت میں موجود ہے۔ مزید کچھ تفصیلات کتاب ہٰذا میں بھی آئندہ سطور میں آ رہی ہیں پس ان کی یہ تعریف بوگس، مصنوعی، بناوٹی اور ''اپنے منہ میاں مٹھو'' بننے کے قبیل سے ہے جو شرعاً نہایت درجہ لائق مذمّت امر ہے۔ قال اللہ تعالیٰ لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا فلا تحسبنهم بمفازة من العذاب ولهم عذاب الیم ۔ نیز صحیح حدیث میں جھوٹی تعریف کرنے والوں کے منہ پر مٹی پھینکنے کا حکم ہے۔

باقی مخالف کے مخالف کو کوسنے کی بات کوئی امر جدید نہیں جب کہ وہ گکھڑوی خاندان کا خاصہ بھی ہے جس کی شستہ زبانی کی بطور نمونہ چند مثالیں ابتدائیہ میں گزر چکی ہیں۔ مزید آئندہ سطور میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ اس لیے یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔

راہِ سنّت کی بے جا تعریف کا ردّ:۔

اس کے بعد راہِ سنّت کی تعریف میں بے جا مبالغہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ''ان کتابوں میں معرکۃ الآراء کتابوں میں راہِ سنّت سرفہرست ہے جو سنّت کی اہمیت اور بدعات کی

تردید کے موضوع پر لاجواب کتاب ہے اس میں ..... مروجہ بہت سی بدعات کا بادلائل صراحت
کے ساتھ ردّ کیا گیا ہے اھ ملخصاً بلفظہٖ۔ ملاحظہ ہو [الیضاح سنّت صفحہ۸]۔

اقولُ:۔ کتاب مذکور کی یہ تعریف بھی ''اپنے منہ میاں مٹھو'' بننے کے قبیل سے ہے جو
بالکل خلاف واقعہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس میں دلائل کا ڈھنڈورا پیٹنے کے بعد مغالطات سے
کام لے کر عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکی گئی ہے۔ باقی معمولات اہل سنت کو بدعات بنا کر پیش
کرنے کے لیے جو کلیہ بطور بنیاد اس میں لایا گیا ہے وہ ایجادہ بندہ، وضعی، خود ساختہ (اور ایضاح
سنت کی زبان میں بوگس) قسم کا انتہائی بے کار اور بے بنیاد ہے پس ان کا ردّ انہوں نے ضرور کیا
ہے مگر دلیل نام کی کسی چیز کا اس میں کوئی نام ونشان نہیں۔

ہاں البتہ ''راہِ سنّت کو ان معرکۃ الآراء کتابوں میں سرفہرست'' کہہ کر ایک بار پھر فقیر
کے اس موقف کو مان لیا گیا ہے کہ یہ گکھڑوی صاحب کی سب سے قیمتی اور مایۂ ناز پونجی ہے جس کا
ردّ کر دینا مجموعی طور پر جملہ گکھڑوی تعلیمات کے ردّ کے مترادف ہے [کما قد ذکرناہ فی مصباح
سنّت جلد ا صفحہ ۲۶] وللہ الحمد۔

خودساختہ فتح کا قلع قمع:۔

خود کو فاتح اعظم بنا کر پیش کرنے کی غرض سے اس کے بعد راہ سنت وغیرہ کے حوالہ سے
مرقوم ہے:۔ ''اس کا جواب اہل بدعت کی جانب سے ان کے حکیم الامّت مولانا مفتی احمد یار خان
صاحب گجراتی نے ''راہِ جنت'' کے نام سے لکھا تھا مگر نہ جانے کس مصلحت کی خاطر اس کو اپنے نام
کی بجائے اپنے بیٹے کے نام سے شائع کیا تو اس کا جواب حضرت دام مجدھم نے ''باب جنت'' کے
نام سے لکھی گئی کتاب میں دے دیا جس میں مفتی احمد یار خان صاحب کے مغالطات اور
اعتراضات کی حقیقت آشکارا کی گئی۔ تبرید النواظر ..... کا جواب صوفی اللہ دتہ صاحب نے تنقیح
الخواطر کے نام سے لکھا تو اس کا جواب بھی ..... تفریح الخواطر کے نام سے لکھی گئی کتاب میں دیا
جس کے بعد صوفی صاحب موصوف کو چپ لگ گئی .....ازالۃ الریب کا جواب مفتی غلام فرید
صاحب ہزاروی نے لکھا تو ..... جواب ..... شائع ہو چکا ہے اس میں ..... بہت سے
مغالطات اور اعتراضات کے تسلی بخش جواب دیئے گئے ہیں ..... ہزاروی صاحب کے طالبِ

علموں نے بتایا کہ مفتی صاحب راہ سنت کا جواب لکھ رہے ہیں ...... مگر مفتی صاحب اس دنیا سے رحلت فرما گئے اور وہ جواب ابھی تک شائع نہیں ہوا ...... ان کے ورثاء سے گزارش ہے کہ ...... اس جواب کو منظرِ عام پر لائیں تاکہ...... ان کے مسلک کو فائدہ پہنچے ......اور ہم ان دلائل کا جائزہ لے سکیں اھ ملخصاً بلفظہٖ۔ملاحظہ ہو [ایضاح سنت صفحہ ۸ تا ۱۰]

اقول:- وباللہ التوفیق۔ سچ ہے پہاڑ کا اپنی جگہ سے ٹل جانا ممکن ہے مگر عادتیں نہیں بدل سکتیں۔ اہل تنقیص جتنے سنجیدہ بن جائیں' گالی کسی نہ کسی طرح ان کے مونہوں پر آ ہی جاتی ہے۔ چنانچہ متذکرہ بالا عبارت میں ہمارے علماء کے متعلق ''اہلِ بدعت'' اور ''چپ لگ گئی'' کہہ کر جو غیر سنجیدہ اور نازیبا انداز اختیار گیا گیا ہے' کچھ محتاجِ بیان نہیں۔ فالی اللہ المشتکیٰ۔

باقی رہا یہ کہ ان علماء نے گکھڑوی صاحب کو جوابات نہیں دیئے اس لیے یہ ان کے عجز کی دلیل ہے؟

تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ حضرت مفتی غلام فرید صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں راہِ سنّت کا جواب لکھ کر اسے شائع نہ کرنے کی بات خود مذکورہ عبارت کی رو سے محض ہوائی اور ''آواز آندی اے'' کے قبیل سے ہے۔جس کے لیے اتنا بھی کافی ہے کہ اس کا معیاری ثبوت پیش نہیں کیا گیا اور اس سلسلہ میں جس مولوی ریاض انور خدامی گجراتی ساحب کی شہادت ڈالی گئی ہے وہ خود گکھڑوی جماعت کا رکن ہی نہیں بلکہ مدرسہ نصرۃ العلوم کے اشاعتی ادارہ کا ملازم ہونے کے حوالہ سے کرائے کے گواہ کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔

رہے حضرت صوفی صاحب علیہ الرحمۃ؟ تو وہ بہت جلد اس دنیا سے چلے گئے ہیں جو کافی علیل بھی رہے۔اور کسی کا قرض رکھنے والے بھی نہ تھے قرینِ قیاس یہی ہے کہ انہیں جواب لکھنے کی شاید فرصت ہی نہ ملی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تنویر کا جواب ہی انہیں موصول نہ ہوا ہو اور وہ اس جہان سے رحلت فرما گئے ہوں۔(کچھ جملے آگے بھی آ رہے ہیں)۔

رہا اثبات علم الغیب اور ''راہِ جنت'' کا معاملہ؟ تو گزارش ہے کہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مدِ مقابل افہام و تفہیم کی بجائے محض مجادلہ بلکہ مکابرہ اور مظاہرہ پر اتر آتا ہے اور یہ یقین ہو جاتا ہے کہ وہ صرف بحث برائے بحث کرنا چاہتا ہے اور اس کا پہلے سے طے کردہ اپنے نظر یہ سے

ہٹنا ناممکن ہے جب کہ گکھڑوی مزاج بھی کچھ اس طرح کا واقع ہوا ہے۔ اس لیے مایوسی کے بعد سلسلۂ کلام کو منقطع کر دیا جاتا ہے جس کی شرعاً بھی گنجائش ہے **قال تعالٰی فاعرض عنهم وقال واعرض عن المشركين** اس کی تائید حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دہریّہ کے ساتھ مباحثہ میں ایک مسلمان عالم کے اس طرح کے اقدام سے بھی ہوتی ہے۔ بہر حال ان حضرات میں سے کوئی بھی اس وقت اس جہاں میں موجود نہیں تا کہ ان سے اصل صورت حال معلوم کی جاسکے ویسے بھی یک طرفہ بیان سے فیصلہ کیونکر دیا جاسکتا ہے۔ خصوصاً اس صورت میں کہ وہ ہو بھی نامکمل بلکہ مصنوعی قسم کا بھی۔

جب کہ ''راہِ جنت'' کو حکیم الامّت حضرت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی تحریر بتانا بلا دلیل ہے جیسا کہ اس کے اندازِ تحریر سے بھی ظاہر ہے۔ پھر بھی نہ مانیں تو بناءً علیہ ہم بھی یہ کہنے میں قطعاً حق بجانب ہوں گے کہ ''ایضاحِ سنت'' بھی گکھڑوی صاحب کی تحریر کردہ ہے ''مگر نہ جانے کس مصلحت کی خاطر اس کو اپنے نام کی بجائے اپنے بیٹے کے نام شائع کیا''۔ اس لیے گکھڑوی انداز کے مطابق ترکی بہ ترکی جواب کا فرض پورا کرتے ہوئے ہم نے بھی اصولاً گکھڑوی صاحب ہی کو اپنا مخاطب بنایا ہے۔ پس وہی ہمارے جواب دہ ہیں جب کہ وہ ابھی زندہ بیٹھے ہیں۔ اس سب سے قطعِ نظر ہمیں کیا سروکار کہ ان قصوں کی کیا حقیقت ہے اس وقت گکھڑوی صاحب کی گفتگو فقیر سے ہے لہٰذا وہ حد میں رہیں اور یقین رکھیں کہ فقیر ان شاء اللہ توڑ کا ساتھی اور خادم ہے ادھر سے خدمت میں کوتاہی ہو تو پھر شکایت کریں۔

شدید جہالت:۔

راہِ سنّت کی طرح ''ایضاح سنت'' میں بھی جہالات کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۸ پر لکھا ہے: اور قاعدہ یہ ہے کہ ''وبضدها تتبين الاشياء'' اشیاء کی پہچان ان کی اضداد سے ہوتی ہے'' اھ بلفظہٖ۔

اقولُ:۔ اس عبارت کے الفاظ ''وبضدها'' میں اضمار قبل الذکر کا ارتکاب کیا گیا ہے جب کہ وہ یہاں پر اس کے صورِ جواز سے بھی نہیں کہ جائز ہو۔ لگتا ہے کہ کتب نحو کے علاوہ رسالہ تلخیص کا بھی انہیں ذھول ہو چکا ہے جس میں ضعفِ تالیف کی مثال دیتے ہوئے ضَرَبَ غُلَامُهٗ

زَيْدًا کو غلط قرار دیا گیا ہے کہ اس میں اضمار قبل الذکر ہے جواز قبیل ممنوع ہے۔ پھر بھی سیخ پا ہیں کہ فقیر نے مصباحِ سنّت میں جہالت کو ان سے کیوں نسبت دی ہے جب کہ وہاں بھی بلا دلیل کچھ نہیں لکھا۔ نیز اس کے باوجود ایضاح سنت میں وہ ہی ہمیں اپنے کسی دیو بندی مولوی بلکہ مبتدی سے کافیہ وغیرہ کا درس لینے کا فرماتے ہیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ جس سے یہ بھی بآسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ جس جماعت کے منتہی بھی نحو میں اس قدر کمزور ہوں ان کے متوسطین اور بے چارے قسمت کے مارے مبتدیوں کی شان ضعف کا کیا عالم ہوگا پس موصوف کو اتنی بڑی شیخیاں بگھارنے کی بجائے ہمہ وقت اپنی اوقات میں رہنا چاہیے۔

مصباحِ سنّت کی خداداد مقبولیت اور گکھڑوی مکتب کی پریشانی :-

مصباحِ سنّت اور اس کے مصنف کا حال'' کا عنوان دے کر لکھا ہے: ''حال ہی میں بعض دوستوں نے توجہ دلائی کہ مصباح سنت کے نام سے راہ سنت کا جواب اہل بدعت حضرات بعض علاقوں میں لیے پھرتے ہیں وہ کتاب منگوا کر اس کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ کتاب ''جناب مفتی عبدالمجید خاں سعیدی رضوی آف رحیم یار خان'' نے لکھی ہے اھ بلفظہٖ۔ ملاحظہ ہو [ایضاحِ سنّت صفحہ ۱۰]

اقول:- مختلف علاقوں سے خبریں ملی تھیں کہ علمی اور مذہبی حلقوں میں مصباحِ سنّت کو توقع سے زیادہ پذیرائی حاصل ہوئی ہے اور دلچسپی رکھنے والے حضرات اسے دھڑا دھڑ اور ہاتھوں ہاتھوں لے رہے ہیں نیز یہ کہ گکھڑوی حلقہ احباب میں اس کی وجہ سے خاصی پریشانی پائی جاتی اور بے حد کھلبلی پڑی ہوئی ہے جو یقیناً اللہ اور اس کے رسول (جلّ جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم) کی خاص مہربانی اور اپنے استاذِ مکرّم مدظلہم اور شیخ کریم رحمہ اللہ کی نظر کرم کا نتیجہ ہے کہ ۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خداوند بخشندہ و مہرباں

جس پر سجدۂ شکر ادا کیا اور اب ایضاحِ سنّت کے مذکورہ بیان سے بھی اس کی تصدیق ہو گئی ہے۔ والحمدللہ علیٰ ذلک. والفضل ماشھدت بہ الاعداء 'باقی رہا ان کا ہمیں ''اہلِ بدعت'' کہہ کر گالی دینا؟ تو یہ اہلِ تنقیص کی کوئی نئی گالی نہیں بلکہ یہ ان کی مجبوری بھی ہے کیونکہ اپنی

گستاخانہ عبارات سے عوام کی توجہ ہٹانے کے لیے ان کے پاس اس جھوٹے الزام سے بڑھ کر زیادہ مفید کوئی ہتھکنڈہ نہیں ہے۔

رہا اس الزام کے جھوٹ ہونے کا ثبوت؟ تو اس کے لیے مصباحِ سنّت کو بغور پڑھیں۔

گکھڑوی ڈکشنری سے ''مفتی'' کے ایک نئے معنیٰ کا انکشاف :-

ارشاد ہوتا ہے :-

''کتاب کا سرورق اور تقریظات لکھنے والوں کی تقریظات میں مصنف کا جو تعارف کرایا گیا ہے اس سے خیال ہوا کہ جب مصنف مفتی صاحب ہیں تو ان کی گرفت معقول اور مدلل ہوگی مگر جب کتاب کا مطالعہ شروع کیا تو اپنے طالب علمی دور کا ایک لطیفہ یاد آ گیا۔ ہمارے زمانہ میں ایک ساتھی محمد فاروق صاحب ہزاروی پڑھتے اور ایک مسجد میں امامت بھی کراتے تھے، پڑھائی میں بہت کمزور تھے مگر خوش مزاج تھے۔ ساتھی ان کو مفتی محمد فاروق کہتے تھے، ایک دفعہ شام کے کھانے میں ان کا انتظار ہو رہا تھا، مہمان بھی آئے ہوئے تھے تو ساتھی کہنے لگے کہ مفتی محمد فاروق نے دیر کر دی ہے کچھ ہی دیر بعد وہ آئے تو مہمان ان سے پوچھنے لگا کہ حضرت آپ نے مفتی کا کورس کیا ہوا ہے۔ تو وہ کہنے لگے نہیں بلکہ میں تو قطبی اور شرح ملا جامی پڑھتا ہوں۔ اس پر مہمان کہنے لگا پھر آپ کو یہ لوگ مفتی کیوں کہتے ہیں تو وہ کہنے لگے کہ میں پڑھتا تو ہوں نہیں مفت میں مدرسے کی روٹیاں کھاتا ہوں اس لیے مفتی ہوں۔ یہ سن کر سب ہنسنے لگے۔ مفتی عبدالمجید خان صاحب کی مصباحِ سنت کے مطالعہ سے ہر اہلِ علم کو یہی احساس ہوگا کہ مفتی صاحب موصوف بھی اسی معنیٰ میں مفتی ہیں جس معنی میں مفتی محمد فاروق تھے''۔ اھ

بلفظہٖ۔ ملاحظہ ہو [ایضاحِ سنت صفحہ ۱۰ سطر ۱۷، ۱۸، نیز صفحہ ۱۱ سطر ۱ تا ۱۲]

اقول:- مصباحِ سنت اور فقیر کے بارے میں جناب کی یہ چوٹیں بربنا تعصب وعناد ہیں جو کچھ تعجب کی بات نہیں کیونکہ آپ جیسے متعصب و معاند ٹائپ کے لوگوں کا اپنے مخالفین کے متعلق ہمیشہ اسی قسم کا رویہ رہا ہے جب کہ آپ نے فقیر کی کوئی واقعی صحیح علمی غلطی بھی نہیں پکڑی اور

جن امور کو علمی غلطی کہا ہے وہ مغالطات اور بذات خود جناب کی اغلاط ہیں (کما سیأتی)۔ایک عورت کا واقعہ ہے کہ وہ اپنے نیک شوہر کی مخالف تھی اس نے ایک دن اسے فضا میں اڑتے ہوئے دیکھا لیکن پہچان نہ سکی۔اس کے بعد دونوں کی ملاقات ہوئی تو کہنے لگی تم بھی ولی بنے پھرتے ہو مگر تمہارے اندر کوئی کرامت نظر نہیں آتی۔آج میں نے ایک ولی کو فضاء میں اڑتے ہوئے دیکھا ہے۔اس نے پوچھا وقت کون سا تھا؟ جواباً کہا فلاں وقت تھا! اس نے کہا وہ تو میں ہی تھا نشانی یہ ہے کہ تم اس وقت فلاں کیفیت میں فلاں جگہ کھڑی تھیں۔عورت کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔منہ بسورتے ہوئے کہنے لگی تب ہی تو تمہیں اڑنے کا ڈھنگ نہیں آرہا تھا اور تم ٹیڑھے میڑھے ہو کر اڑ رہے تھے۔کھلکھلائیے۔اور حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ تو اسے کب کا حل فرما گئے ہیں ولنعم ما قال وللہ درّہ۔

چشم بد اندیش کہ بر کندہ باد　　عیب نمایدش ہنر در نظر

رہا جناب کے طالب علمی دور کا لطیفہ جو آپ کو اب یاد آیا ہے؟ تو ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ واقعی لطیفوں کا آپ کے پس بہت بڑا اسٹاک ہی موجود نہیں بلکہ اس فن میں آپ اپنا ثانی نہیں رکھتے یہی وجہ ہے کہ آپ نے جگہ جگہ انہی کی بھرمار کر کے وقت پاس کیا اور گزارا چلایا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۶۹ وغیرہ پر بھی اس قسم کے بے ہودہ لطیفے اور چٹخارے درج ہیں۔اگر آپ کوئی واقعی علمی شخصیت ہوتے تو اس لچر طریقہ کو چھوڑ کر کوئی علم کی بات کرتے اور لطیفوں کی بجائے دلائل لاتے پھر ہمیں بھی بات کرنے کا لطف آتا۔

غور فرمائیں مفتی بمعنی مفت خور لے کر اس ضمن میں پیٹ کے طعنے والی بات کس قدر اخلاق سے گری ہوئی، غیر سنجیدہ اور اوچھا انداز گفتگو ہے۔یاد کریں اس سے قبل صفحہ ۸ پر ''اخلاقی اقدار کو پامال'' کرنے کا الزام آپ نے ہم پر رکھا تھا جسے آپ دو صفحوں تک بھی برقرار نہ رکھ سکے۔ اس قدر قول و عمل کے تضاد پر آخر آپ کو کچھ لحاظ کیوں نہ آیا؟ پھر کیا آپ خود پیٹ کے بغیر ہیں اور یہ بنیادی پُرزہ آپ کو نہیں لگا ہوا یا انتہائی مختصر پیٹ رکھتے ہو جو نہ ہونے کے برابر ہے؟ ذرا چوک میں کھڑے ہو کر اس کی پیمائش کر کے حساب تو کرو؟

پھر خود لکھ رہے ہو مدرسے کی روٹیاں مفت میں مل کر کھائیں تم نے مگر اس کا طعنہ دیا ہے

ہمیں۔ بہرحال آپ کا یہ انداز کلام انتہائی غیر اخلاقی ہے اگر پھبتیاں کستے ہوئے ہم بھی سرفراز، صفدر، احقر، گکھڑوی اور قارن وغیرہا کے ممکنہ اور وہ بھی صحیح لغوی معنی بیان کریں تو بتائیے کیسا رہے گا؟

باقی لفظ مفتی کا بیان کردہ جناب کا یہ معنیٰ ہمارے لیے ایک نیا انکشاف ہے۔ پرانی ڈکشنریوں میں اس کا کوئی وجود نہیں۔ خود جناب کے پرانے بزرگوں نے بھی نہیں لکھا۔ مصباح اللغات جو ایک فاضل دیوبند کی تالیف ہے اس میں ''المفتی'' کا معنیٰ لکھا ہے''ماہر علم فقہ جو مسائل کا جواب دے'' ملاحظہ ہو [صفحہ ۶۱۸ طبع کراچی]

پس یہ خاص گکھڑوی ڈکشنری کا خصوصی معنیٰ ہوا جس سے کم از کم یہ ضرور واضح ہو گیا کہ آنجناب کے ہاں مفتی بننے کا کورس کیا ہے اور انتہائی کامیاب مفتی کون سا ہوتا ہے اور مفتی کی پگڑی آپ کے جس خوش نصیب کے سر پر باندھی جاتی ہے اس کے ماہر و مشاق ہونے کی نوعیت کیا ہے؟

پھر فقیر کے متعلق جناب کا یہ انوکھا استدلال بھی قابل دید اور لائق داد ہے کہ:۔

''مفتی صاحب موصوف بھی اس معنیٰ میں مفتی ہیں جس معنیٰ میں مفتی محمد فاروق تھے'' (ایضاح صفحہ ۱۱ وقد مر)۔ کیونکہ اس کا معنیٰ یہ ہو رہا ہے کہ چونکہ دیوبندی مفتی' مفت خورے ہونے کے معنیٰ میں مفتی ہوتے ہیں اس لیے بریلوی مفتی بھی اسی معنی میں مفتی ہیں۔ بھلے مانس! قصہ آپ لوگوں کا اور قصوروار ٹھہرے ہم' کیا کوئی اسے کسی عاقل کا کلام کہے گا؟ دراصل آپ شاید بھول گئے ہیں کہ آئینے میں اپنی ہی شکل نظر آتی ہے' آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی کوئی واقعہ ہوا ہے۔ بہرحال یہ بھی آپ کا فن ہے جس میں آپ کو کمال درجہ مہارت حاصل ہے (یعنی اپنا جرم نہایت چستی کے ساتھ دوسروں پر ڈالنا) جس پر آپ تحسین اور شاباش کے مستحق ہیں اپنی قوم کی طرف سے۔

پھر مفتی بمعنی مفت خور ہونے کی بیماری کا اقرار تو اس نے اپنے حلقہ کے آپ جیسے خواص کی خاص محفل میں کیا عوام بے چارے تو ظاہر ہے اسے ''بریلوی مفتی'' کے معنیٰ میں افتاء سے ماخوذ سمجھ کر فتوے لیتے یا لے رہے ہوں گے۔ اس طرح سے اس نے کتنوں کو گمراہی میں ڈال کر اپنے فن کا مظاہرہ کیا ہو گا؟

اس سے یہ بات بھی کھل کر سامنے آ گئی کہ موصوف کے رفقاء درس حسب بالا نوعیت

کے ہونے کے باعث پڑھائی میں اتنے لائق نہ تھے لگتا ہے کہ موصوف بھی ان کے زیر اثر ہو گئے ورنہ (مفت خور صاحب) ان کی صحبت سے قابل بن جاتے۔ لہٰذا وہ خود انہی جیسے ہو کر رہ گئے جس کے نتیجہ میں وہ المرء یقیس علیٰ نفسه کے پیش نظر ہمیں بھی اپنے جیسا قرار دے رہے ہیں جو قطعاً قیاس مع الفارق ہے اور بات وہی ہے جو ہم عرض کر چکے ہیں کہ آئینہ میں اپنی ہی شکل نظر آتی ہے۔ برا ماننے کی بھی اجازت نہیں کہ ع ایں ہمہ آوردۂ تست۔ نیز ہے یہ گنبد کی صدا۔ جیسی کہو ویسی سنو۔

واضح رہے کہ ہمیں اس طرز کے اپنانے پر مجبور کیا گیا ہے ورنہ یہ انداز تخاطب ہماری افتادِ طبع کے قطعاً خلاف ہے۔ اب یہ صاحب موصوف پر موقوف ہے اگر آئندہ وہ حد میں رہے تو ہماری طرف سے بھی بے فکر رہیں۔ نہیں تو قرآن ہمیں اس کا بہر حال حق دیتا ہے ہی۔ حیث قال لا یحب الله الجهر بالسوء من القول الا من ظلم الآیۃ ایضاً والجروح قصاص الآیۃ۔ ایضاً فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی الآیۃ۔ ایضاً جزاء سیّئة۔ سیّئة بمثلها الآیۃ (وغیرہا من الآیات) صدق الله العظیم وبلغنا رسوله الکریم ......

ترکی بہ ترکی تبادلۂ خیال:-

قولہ:- مزید فرماتے ہیں: "ان کی کتاب کے مطالعہ سے محسوس ہوا کہ ان صاحب کی علمی استعداد نور الانوار اور شرح ملا جامی پڑھنے والے طالب علم کے برابر بھی نہیں ہے"۔ [ایضاح سنت صفحہ ۱۱]

اقولُ:- فقیر تو بفضلہٖ تعالیٰ منتہی کلاسز پڑھاتا ہے اور ان کی ذکر کردہ یہ کتب بھی متعدد بار پڑھا چکا ہے پس اس کے جواب میں حضرت شیخ سعدی کی زبان میں سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ ؎

گر نہ بیند بہ روز شپرہ چشم ۔۔۔ چشمۂ آفتاب راچہ گناہ؟

جب کہ اس پر وہ کوئی صحیح دلیل بھی نہیں لا سکے۔ البتہ ایضاح سنت کے دیکھنے سے یہ راز کھلا ہے کہ خیر سے خود آنصاحب لاعلمی کے لاعلاج مرض کا شکار ہیں اور صاحب میں اصول الشاشی اور ہدایۃ النحو جیسی ابتدائی کتب کے بھی صحیح سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہے بلکہ مجھے تو ان کے نحو میر میں بھی فیل ہونے کا شبہ ہو رہا ہے۔ تفصیل آئندہ سطور میں دیکھی جا سکتی ہے۔ پھر بھی انہیں علمیت کا گھمنڈ ہے

اسی کو جہل مرکب کہا جاتا ہے۔ مزید تسلّی کے لیے عرض ہے کہ اس سلسلہ میں یہاں (رحیم یار خان) کے اپنے اکابر سے پوچھ لیں جن سے بار ہا واسطہ پڑ چکا ہے پھر آپ کو ان ٹامک ٹوئیوں کی حاجت ہی نہیں رہے گی۔

قولہ:-اور یہ بھی محسوس ہوا کہ ان کو ہلہ شیری دے کر اس کام پر آمادہ کیا گیا ہے ؎

ایک حقیقت ہے جو ہونا چاہتی ہے آشکار
مدعا میرا کسی کی آبرو ریزی نہیں
[صفحہ ۱۱]

اقولُ:- صریح گالیاں دے کر گالیوں کی نیت نہ ہونے کا بہانہ بنالینا اہل تنقیص کی پرانی عادت ہے۔ موصوف کا یہ جملہ بھی اس مرض کی نشاندہی کر رہا ہے۔ رہا یہ کہ ہلہ شیری الخ؟ تو گکھڑوی صاحب! اگر راہِ سنّت پر واقعی کاری ضربیں نہیں لگی ہیں اور اس کے خلاف کوئی ٹھوس کاروائی نہیں ہوئی ہے تو جناب کو اس قدر پریشانی کیوں ہے؟ پھر آپ کے اس جملہ میں جو اردو ادب کی خدمت پائی جاتی ہے اس پر بابائے اردو کی روح بھی وجد میں (تڑپ رہی) ہو گی ؎

ذرا آئینہ لے کر اپنی شکل تو دیکھیں
بڑے آئے ہیں ہمارا چاک گریباں دیکھنے والے

قولہٗ:- ''مصباح سنت کا مطالعہ کرنے والے ہر بصیرت والے پر یہ بات واضح ہو گی کہ اس میں مسلکی تعصب کی خاطر اپنے مخالف کی جانب غلط مفہوم منسوب کر کے فتوے لگانے اور اپنے مخالف کے موقف کو توڑ موڑ کر پیش کرنے کے اپنے بزرگوں سے ورثہ میں ملنے والے انداز کو ہی برقرار رکھا گیا ہے اور ساری کتاب اوّل سے آخر تک اسی انداز پر مشتمل ہے''۔ اھ بلفظہٖ [ایضاح سنت صفحہ ۱۱، ۱۲]

اقولُ:- یہ الزام اوّل تا آخر سارے کا سارا سراسر جھوٹ ہے جس سے کوئی اہل بصر و بصیرت ہرگز انکار نہیں کر سکتا۔ مصنف مزاج اہل علم حضرات کو مصباح سنت کے مبنی بر انصاف مطالعہ کی دعوت پیش کرتا ہوں۔ اس گکھڑوی دعویٰ کے جھوٹے ہونے کے لیے اتنا بھی کافی ہے کہ انہوں نے یہاں اس کی کوئی دلیل پیش نہیں کی اس لیے مزید جواب بھی سردست ہمارے ذمّہ نہیں

پس ہیرا پھیری کس کو اپنے بزرگوں سے ورثہ میں ملی ہے۔ امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ وہابیہ جھوٹ نہ بولیں تو اپنے عقائد کی رو سے مشرک قرار پائیں کیونکہ وہ اللہ جلّ مجدہ الکریم کے حق میں امکان کذب کا عقیدہ رکھتے ہیں پس ان کے لیے امکان کی حد میں رہنے کی بجائے وقوع کذب ضروری ہوا۔ ہماری کتاب کے جزءِ اوّل کو ''ساری کتاب اوّل سے آخر تک'' کہنا بھی اسی وقوع کذب کا چھوٹا سا کرشمہ ہے۔

قولہٗ:۔ ''اور جو باتیں مفتی صاحب موصوف نے اپنی علمیت اجاگر کرنے کے لیے کہی ہیں ان میں ان کی جہالت روز روشن کی طرح واضح ہے''۔اھ [صفحہ ۱۲]

اقولُ:۔ جاری عنوان کے شروع میں ابھی گزرا ہے کہ یہ اعتراض آنجناب کے لاعلاج مرض جہل مرکّب کا ثمرہ ہے۔ ریکارڈ درست فرمالیں۔

قولہٗ:۔ ''ہم نے اس کتاب کا جواب اس لیے ضروری سمجھا ہے کہ ۔

کچھ نہ کہنے سے بھی چھن جاتا ہے اعزازِ سخن
چپ رہنے سے بھی ظالم کی مدد ہوتی ہے

[صفحہ ۱۲]

اقولُ:۔ نہیں بلکہ محض شرم مٹانے کے لیے اور اس لیے جواب لکھا ہے کہ ملّاں آں باشد کہ چپ نشود اور ضروری سمجھنے کی وجہ جناب کے نقل کردہ شعر میں موجود ہے کہ عزت خاک میں مل رہی تھی، اور سارا بھرم کھل گیا تھا۔ ''چھن جاتا ہے اعزازِ سخن'' پر غور کریں۔ نیز مصباح سنت کی کاری ضربیں اکسار ہی تھیں۔ دوسرے مصرع میں موجود لفظ ''ظالم'' کی طرف دیکھیں۔ باقی حق کہے لینے کو ظلم کرنے سے تعبیر کرنا وہابیت سے خواص کے ہے ۔

ہم بھی منہ میں زباں رکھتے ہیں کاش پوچھو مدّعا کیا ہے؟
کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار اعداء سے کہہ دو خیر منائیں، نہ شر کریں

قولہٗ:۔ ''ہم نے اپنی اس کتاب کا نام ایضاح سنت جلد اوّل تجویز کیا ہے اس لیے کہ مفتی صاحب موصوف نے لکھا ہے کہ وہ مزید جلدیں لکھیں گے''۔ [صفحہ ۱۲]

اقولُ:۔ ہم نے اپنی اس جوابی کاروائی کا نام ''مفتاح سنت جلد اوّل بجواب ایضاح

سنت جلد اوّل'' منتخب کیا ہے اور بھی انشاء اللہ بہت کچھ آ رہا ہے تسلی رکھیں۔

قولہٗ:- اور ہم بھی اس کے بعد شائع ہونے والی کتابوں پر تبصرہ کا حق محفوظ رکھتے ہیں۔

اہلِ دل شدّت سے کہیں گھبراتے ہیں
اوس پڑتی ہے تو پھول اور نکھر جاتے ہیں''

[صفحہ ۱۲]

اقولُ:- ہم بھی توڑ تک نبھانے اور پوری خدمت کے سرانجام دینے کا وعدہ کرتے ہیں۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا　　ذرا آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟

قولہٗ:- ''دعا کی درخواست'' کا نیا عنوان دے کر لکھا ہے:

''بندہ راقم الحروف کچھ عرصہ سے بیمار ہے اسی طرح میرے والد صاحب دام مجدہم اور عم مکرم حضرت صوفی صاحب دام مجدہم اور میرے استاذ محترم حضرت مولانا عبدالقیوم ہزاروی دام مجدہم بھی بیمار رہتے ہیں قارئین کرام سے درخواست ہے کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ صحت کاملہ عطا فرمائے''۔اھ بلفظہٖ [صفحہ ۱۲]

اقولُ:- یعنی سارے ''دام مجدہم'' بیمار ہیں پھر بھی بیمار ذہن اور بیمار ذہنیت کے الفاظ بھی ہمارے متعلق استعمال فرماتے ہیں ملاحظہ ہو [ایضاح سنت صفحہ ۵۴ و ٹائٹل پیج] جس سے یہ بات یقینی ہوگئی ہے کہ واقعی بیمار ہیں۔ دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے وسیلہ جلیلہ سے ان سب کو ظاہری و باطنی جملہ بیماریوں سے نجات عنایت فرما کر انہیں شفاء عاجل صحت کاملہ اور مکمل ہدایت عطا فرمائے اور بقیہ زندگی ہمہ قسم گستاخیوں اور بے ادبیوں سے بچا کر صحیح معنوں میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی غلامی اور نیازمندی میں رکھے۔ آمین۔ یارب العٰلمین برحمتک یاارحم الراحمین۔

خیراندیش

مفتی عبدالمجید خاں سعیدی رضوی بقلمہ

اظہارِ حق بجواب اظہارِ حقیقت

چودہ سو یا چودہ سو بارہ برس:-

''اظہارِ حقیقت'' کا عنوان دے کر فقیر کے متعلق گکھڑوی صاحب کی جانب سے کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی زبان میں لکھا ہے:

''وہ اردو عبارت کی باریکیاں جاننے سے بھی کورے ہیں تو عربی اور فارسی عبارات کو وہ کیا سمجھتے ہوں گے۔ چنانچہ وہ اپنی اس کتاب کی جلد اوّل کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''برادرانِ اسلام یہ وہی پر آشوب اور پر فتن دور ہے جس کی کم وبیش چودہ سو برس قبل نشاندہی کرتے ہوئے اللہ کے عالم ما کان و ما یکون نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مذمّتی انداز میں پیش گوئی فرمائی تھی۔ [مصباح سنت جلد اوّل صفحہ ۲۳]

پھر اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:-

''موصوف نے خود اپنی اس تحریر کی تاریخ ۴ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ لکھی ہے (صفحہ ۲۷) اور وفات حسرت آیات ۱۰ھ میں ہوئی تو یہ تحریر پیش گوئی کے چودہ سو بارہ سال بعد معرضِ وجود میں آئی جب یقیناً چودہ سو بارہ سال سے زائد عرصہ بنتا ہے تو کم وبیش چودہ سو سال کے شکی الفاظ سے ذکر کیوں؟ جو صاحب اپنی کلام کی باریکیاں نہیں جان سکتا وہ دوسروں کی عبارات کی باریکیاں کیا جان سکے گا۔ اھ بلفظہٖ ملخصاً۔ ملاحظہ ہو۔ [ایضاح سنت صفحہ ۱۳، ۱۴]

اقولُ:- فقیر کی اصل قلمی تحریر میں کم وبیش چودہ سو بارہ برس ہی ہے جب کہ مصباح سنت میں کتابت کی غلطی سے ''بارہ'' کا لفظ رہ گیا ہے جس کی دوسرے ایڈیشن میں (ایضاح سنت کے آنے سے قبل) نئی کتابت کے ساتھ تصحیح کردی گئی ہے جب کہ کتابت کی غلطی کوئی نئی چیز نہیں ہے۔

اگر کتابت کی غلطی کو بھی مصنف یا مؤلف کے کھاتہ میں ڈالنے کو درست قرار دے دیا جائے تو اس سے کوئی نہیں چھوٹ سکے گا حتّٰی کہ گکھڑوی صاحب کے کئی بزرگان بلکہ خود گکھڑوی صاحب بھی اس کی زد میں آ جائیں گے۔خود ان کی پیش نظر کتاب ایضاح سنّت میں بھی اس قسم کی کتابت کی اغلاط موجود ہیں۔چنانچہ اس کے دیگر کئی مقامات کے علاوہ زیر بحث عبارت میں ''کم وبیش'' کی بجائے ''کم وپیش'' لکھا ہے۔تو کیا اب یہاں بھی یہ رنگ دے دینا درست ہوگا کہ جس شخص کو بیش اور پیش کا فرق نہیں آتا وہ عربی فارسی میں کتنا کمزور اور گکھڑوی لینگویج میں ''کورا'' ہوگا وغیرہ وغیرہ؟

اس سے قطع نظر کم وبیش کے الفاظ بذاتِ خود بیانگِ دہل پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ یہاں کوئی ایسا لفظ چھوٹا ہوا ہے جس کے لیے یہ تخمینی الفاظ لکھے گئے ہیں جب کہ وہ خود اپنی اس کتاب میں یہ بھی نہایت صراحت کے ساتھ لکھ کر دے چکے ہیں کہ :

> ''مفتی صاحب موصوف نے اگر واقعی افتاء کا کورس کیا ہے تو انہوں نے یہ ضرور پڑھا ہوگا کہ کسی کی کلام میں جہاں تک ہو سکے اس کو درست بنانے کی کوشش کی جاتی ہے خواہ مخواہ کلام کا غلط مفہوم متعین نہیں کرنا چاہیے''۔اھ بلفظہٖ۔ملاحظہ ہو [ایضاح سنّت صفحہ ۴۰]

اقول :۔نہ معلوم گکھڑوی صاحب کا اپنے بارے اور' پھر دوسروں کے بارے میں کچھ اور معیار کیوں رکھتے اور دوہرے معیار کے خوگر کیوں ہیں؟اس سے کم از کم یہ متعین ہو گیا کہ یا تو انہوں نے افتاء کا کورس نہیں کیا اور ان کے سر پر ایسے ہی ان کے لفظوں میں ''مفتی کی پگڑی'' باندھ دی گئی ہے (ایضاح صفحہ ۱۸) یا پھر وہ جان بوجھ کر اور عمداً ایک صحیح کلام کو غلط معنیٰ کا جامہ پہنا رہے ہیں جو ان کے مطابق ایک جاہلانہ رویّہ ہے۔علاوہ ازیں گکھڑوی صاحب اپنی کتاب تسکین الصدور (صفحہ ۷ از زیرعنوان نوٹ ضروری) لکھا ہے کہ : اس کتاب کے بعض مقامات میں......... اردو ادب کی بعض باریکیوں کو اہل زبان کے قواعد کے مطابق تراجم وغیرہا میں زیادہ ملحوظ نہیں رکھا۔ قارئینِ کرام سے استدعا ہے کہ وہ اپنی نگاہ صرف مقصود پر مرتکز رکھیں اور ادبی باریکیوں کو نہ دیکھیں۔اھ بلفظہٖ ملخصاً۔ایضاح میں کہا اردو باریکیاں نہ جاننے والا عربی فارسی سے جاہل ہوتا ہے

اور تسکین میں لکھا کہ اردو باریکیوں میں فروگزاشتیں ہوئی ہیں جس کا نتیجہ ان کی ''جہالت'' ہے۔ خلاصہ یہ کہ موصوف کا یہ اعتراض محض بے بنیاد اور اوچھے قسم کا ہے پس اس کی بناء پر کیا گیا ان کا یہ سارا واویلا خود انہی پر پلٹ گیا۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

اپنی جہالت پر بقلم خود ڈگری:۔

مصباحِ سنت کی پیش نظر عبارت پر مزید اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

''پھر مفتی صاحب کا یہ جملہ بھی قابل توجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مذمتی انداز میں پیش گوئی فرمائی تھی۔ اس عبارت سے حضور علیہ السلام کے انداز کو مذمتی قرار دیا نعوذ باللہ منہ۔ اس لیے کہ مذمتی انداز صفت موصوف ہیں اور حضور ﷺ کے اندز کو مذمتی انداز قرار دینا گستاخی نہیں تو اور کیا ہے''۔اھ بلفظہٖ ملاحظہ ہو [ایضاح سنت صفحہ ۱۴]

اقولُ:۔ خود جو گستاخ ہیں دوسروں کو بھی اس میں بہ زور وزُور ملوث کرنا چاہتے ہیں جو ع ایں خیال است ومحال است وجنوں کا آئینہ دار ہے اور معترض کے اعتراض کی سخت جہالت کا نشان پتہ بھی کیونکہ فقیر نے بفضلہٖ تعالیٰ ''مذموم انداز'' کے الفاظ نہیں لکھے کہ لائق مذمت ہونے کا تعلق ''انداز'' کے ساتھ ہو بلکہ ''مذمّتی انداز'' کے لفظ لکھے ہیں جن میں مذموم ہونے کا تعلق پُر آشوب اور پُرفتن دور کے فتنات سے ہے یعنی وہ فتنات لائق مذمّت ہیں نہ کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ انداز رسول ﷺ جو تردیدی انداز کے مفہوم میں ہے کیونکہ مذمّت 'ذمّ از باب ''ن'' کا مصدر ہے جو متعدی ہے۔

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کریما میں مختلف بُرے اخلاق کے لیے لفظ مذمّت کے ساتھ عنوانات قائم فرمائے ہیں مثلاً در مذمّت بخیل'' اور در مذمّت تکبر۔ تو کیا ان میں ذم کا تعلق شیخ کے بیان سے ہے یعنی ان کا بیان لائق مذمت ہے یا اس کا تعلق ان برے اخلاق سے ہے اور ان سے وہ ان اخلاق ذمیمہ کا بُرا ہونا بیان کرنا چاہتے ہیں؟

اس سے کم از کم یہ واضح ہو گیا کہ وہ فقیر سے عربی فارسی کی گتھیوں کو سلجھانے کی صلاحیت کے نفی کرنے کے جس مشن کو لے کر چلے تھے''چاہ کن را چاہ درپیش'' کے حوالہ سے خود ہی اس کی زد میں آ گئے اور کھل کر سامنے آ گیا کہ وہ خود ہی اس مرض کا شکار ہیں انہیں عربی نہیں آتی اور ان کو

تا حال مذمّت اور مذموم کا فرق بھی معلوم نہیں۔ اسی طرح اور تو اور وہ فارسی کے ابتدائی رسالہ کریما کے سمجھنے کی اہلیت اور صلاحیت سے بھی محروم ہیں۔ پس اس کے بعد انہوں نے اس اعتراض کو جو پھر سے دہرایا ہے وہ ایک بار پھر ان پر پلٹ گیا۔

غلطی کا احساس:۔

موصوف یہ لکھ تو بیٹھے لیکن پھر انہیں غلطی کا احساس ہوا تو قدرت کا کرشمہ دیکھیے کہ اپنے اسی حیادار قلم سے انہوں نے فقیر کی صفائی بھی پیش فرما دی اس کے فوری بعد ارشاد ہوتا ہے:

''مگر ہم مفتی صاحب موصوف کی جانب سے صفائی دیتے ہوئے یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ...... ان کی نیت یقیناً گستاخی کی نہ ہوگی''۔ اھ بلفظہٖ ملخصاً۔ ملاحظہ ہو [ایضاح سنّت صفحہ۱۴]

ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری۔ سچ ہے ع جادو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے۔

باقی اس ضمن میں سابقہ کا اعادہ کرتے ہوئے فقیر کے متعلق جو یہ لکھ دیا ہے کہ ''موصوف اپنی تحریر کی باریکیاں جاننے کی صلاحیت سے بھی محروم ہیں''۔ [صفحہ۱۴]؟

تو اس سے انہوں نے محض اعتراض برائے اعتراض والی اپنی عادت پوری فرمائی ہے ورنہ ان کا یہ اعتراض قطعاً خلاف واقعہ ہے اور یہ محرومی خود ان کی اپنی صفت ہے۔ جس کا مزید اندازہ اس سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ معترض موصوف نے اس مقام پر لفظ ''کلام'' کو جو مذکر ہے (فیروز اللغات اردو صفحہ۵۴۲) مونث کر کے لکھا ہے۔ چنانچہ ان کے لفظ ہیں ''جو صاحب اپنی کلام کی باریکیاں نہیں جان سکتا'' [ایضاح صفحہ۱۳ سطر آخری] نیز صفحہ۱۴ سطر نمبر۳،۴ پر اس عبارت میں کی بجائے ''اس عبارت سے'' کے لفظ لکھے ہیں پس جس شخص کو میں اور سے کا نیز کا اور کی کا اپنے اور اپنی کا بالفاظ دیگر مذکر اور مونث کا بھی فرق معلوم نہیں وہ جاہل یا متجاہل اس کا طعنہ بھی ہمیں دیتا ہے

ع شرم نبی نہ خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں۔

اصل بات:۔

الزام لگا کر پھر اس کے فوراً بعد خود ہی اس کی تردید کرنے نیز اپنے مدِ مقابل کی صفائی پیش کر دینے سے کہ ''ان کی نیت یقیناً گستاخی کی نہ ہوگی'' دراصل ان کا مقصود نیت کا بہانہ بنا کر

اپنے بڑوں کی گستاخانہ عبارات کو تحفظ فراہم کرنا ہے کہ نیت نہ ہو تو پھر گستاخی نہیں ہوتی جب کہ ان کے بڑوں کی بھی گستاخی کی نیت نہیں تھی پس وہ بھی بری ہیں جو از حد غلط ہے کیونکہ ان کے دل کی بات جو غیب ہے انہوں نے کیونکر جان لی؟ پھر ان کے کئی اکابر سے التزام کفر بھی ثابت ہے۔ اس سے قطع نظر بعض کی عبارات گستاخی میں صریح بھی ہیں جب کہ صریح گستاخی میں شرعاً و عرفاً نیت کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا شفاء شریف وغیرہ میں مصرّح ہے **الصراح لایقبل التاویل**......الحمدللہ یہ گکھڑوی منصوبہ بھی خاک میں مل گیا۔ **(وھو المقصود)**۔

''اچنبھا'' بجواب ''اعجوبہ''

اس کے بعد ''اعجوبہ'' کا عنوان دے کر خالص دیہاتی زبان میں (جیسا کہ ان کے الفاظ بلہ شیری سے بھی ظاہر ہے) گکھڑوی صاحب کی طرف سے فقیر پر جو چوٹ کی گئی ہے اس کی بنیاد اس پر ہے کہ فقیر نے ان کے اہلِ سنّت کے خلاف تحریری کام کے آغاز کی تاریخ ۱۹۶۲ء کے بعد بتائی ہے جب کہ وہ اس سے پہلے ہی اس کام میں لگے ہوئے ہیں جس کی ایک دلیل یہ ہے کہ ''راہِ سنّت'' کا سنِ تالیف ۱۹۵۷ء ہے (ملخصاً) ملاحظہ ہو [ایضاحِ سنّت صفحہ ۱۴، ۱۵]

اقول:- یہ ان کی کم فہمی کا ثمرہ ہے کہ جو کوئی اچنبھے کی بات نہیں کیونکہ وہ عدم باریک بینی کا الزام تو دوسرے پر رکھتے ہیں مگر خیر سے اس مرض کا شکار وہ خود ہی ہیں۔ پس یہ ان کا جہل مرکب ہوا **ولنعم ما قیل** ؎

آنکس کہ نداند و بداند کہ مے داند
در جہل مرکب ابدالدہر مے ماند

نیز دوہرا معیاری کا مرض بھی انہیں لاحق ہے چنانچہ وہ خود ہی لکھ چکے ہیں کہ:

> ''کسی کی کلامی میں جہاں تک ہو سکے اس کو درست بنانے کی کوشش کی جاتی ہے خواہ مخواہ کلام کا غلط مفہوم متعین نہیں کرنا چاہیے''۔ اور اسے انہوں نے تخصص فی الافتاء کا حصہ قرار دیا ہے جیسا کہ ''ایضاحِ سنّت صفحہ ۴۰ سے کچھ پہلے تفصیلاً گزر چکا ہے۔
> پھر اس سے خود ہی انحراف کرتے ہوئے ہمارے کلام کو غلط معنیٰ کا جامہ پہنا رہے ہیں۔ فقیر نے اس حوالہ سے جو کہا ہے وہ محض گکھڑوی صاحب کو اپنا نمائندہ مقرر

کرتے ہوئے ان پر ان کے علماء کا اظہار اعتماد کرنے کی بات ہے جو ۱۹۶۲ء کی ہے جب کہ اسے صراحت کے ساتھ ایضاحِ سنّت میں بھی تسلیم کرلیا گیا ہے۔ چنانچہ اس کے لفظ ہیں: ''۱۹۶۲ء میں جمیعۃ علماء اسلام کے سر کردہ حضرات نے (ان کو) نمائندہ مقرر کرلیا'' اھ بلفظہٖ ملاحظہ ہو [ایضاح سنّت صفحہ ۱۴ آخری سطر صفحہ ۱۵ سطر ۱'۲]

تھوڑا سا آگے (سطر ۹'۱۰ اپر) لکھا ہے ''نمائندہ مقرر کیے جانے کا واقعہ تو ۱۹۶۲ء میں پیش آیا'' اھ۔

اس کی مزید تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ گکھڑوی صاحب کے جی حضوری انہیں ''امام اہلِ سنت'' کا عنوان دے رہے ہیں جیسا کہ ایضاحِ سنّت کے ٹائیٹل پیج نیز صفحہ ۱۵ اور ۱۷ اپر ہے۔ نیز ابھی کچھ عرصہ پہلے گکھڑوی صاحب کو رحیم یار خان کا چکر لگوایا گیا تو اشتہارات میں ''امام اہلِ سنّت سیمینار'' کا عنوان دیا گیا۔ پھر جگہ جگہ ان کی موجودگی میں ان کے رفقاء نے ان کی خوب قصیدہ خوانیاں کیں۔

باقی جس عبارت کے حوالہ سے اس مقام پر انہوں نے یہ طوفان کھڑا کیا ہے۔ مصباح سنت کے اصل قلمی نسخہ میں یوں ہے: گکھڑوی صاحب کی کتاب تسکین الصدور کے دیباچہ میں یہ امر صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ غالباً ۱۹۶۲ء میں ان کے ہم مشرب ذمہ دار قسم کے افراد کے ایک جمِ غفیر نے انہیں اپنا قلمی نمائندہ اور گویا اپنی قوم کا امام حاضر مقرر کیا'' اھ ملاحظہ ہو [مصباحِ سنّت اصل قلمی نسخہ صفحہ ۲]

اصل قلمی نسخہ میں انہیں اہلِ سنّت کے خلاف اپنا نمائندہ مقرر کرنے کے واقعہ کے ۱۹۶۲ء میں ہونے کا کوئی ذکر نہیں جس کی دوسرے ایڈیشن میں تصحیح کی جا چکی اور برائے طباعت ایضاح سنّت کے آنے سے پہلے مؤرخہ ۲۵ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ مطابق ۷ مارچ ۲۰۰۵ء کو موقر ادارہ ضیاء القرآن پبلشرز کے حوالہ کیا جا چکا ہے جب کہ ایضاح سنت مؤرخہ ۱۶ مئی ۲۰۰۵ء بروز پیر پہلی مرتبہ ہمیں موصول ہوئی۔

دیوبندی خارج از اہلِ سنّت:-

گکھڑوی صاحب کی تالیف تسکین الصدور کے بارے میں ایضاحِ سنّت میں لکھا ہے:-

''وہ حضور علیہ السلام کی قبر مبارک میں حیات کا انکار کرنے والے گروہ کے خلاف لکھی

گئی ہے اھ ملاحظہ ہو [صفحہ ۱۴]

نیز اس کے صفحہ ۱۵ پر اس گروہ کو خارج از اہلِ سنّت و جماعت لکھا ہے.

اقول:- یہاں اس گروہ کے بارے میں گول مول انداز اختیار کیا گیا ہے اور یہ واضح نہیں کیا گیا کہ وہ ہے کون؟ تا کہ ان کی جماعت کا راز فاش نہ ہو جائے جب کہ تسکین الصدور کے دیباچہ میں صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ وہ دیوبندی علماء ہی کا ایک گروپ ہے جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ گکھڑوی صاحب کے نزدیک خود ان کی جماعت کے بہت سے افراد ایسے ہیں جو اہلِ سنّت و جماعت سے خارج ہیں اور اس سے یہ بھی نکلا کہ جب حیات مقدسہ کے انکار کرنے والا سنّی نہیں تو جو اس جیسے یا اہمیت میں اس سے بڑھ کر دیگر مسائل کا منکر ہو جیسے خاتم النبیین بمعنی آخری نبی ہونے کے اجماعی معنیٰ سے انکار اسی طرح سید عالم ﷺ کی معاذ اللہ گستاخی' سوء ادبی اور توہین جس کی پوری دیوبندی جماعت مرتکب ہے جس کی تفصیل مصباحِ سنّت جلد اوّل میں بھی ہے' وہ اہلِ سنّت و جماعت کیونکر ہو سکتا ہے؟ خلاصہ یہ کہ اس عبارت سے گکھڑوی صاحب نے اپنے سمیت اپنی پوری جماعت کے خارج از اہلِ سنّت و جماعت کی حقیقت کو تسلیم کیا ہے جس پر وہ واقعی دادِ تحسین کے لائق ہیں۔ اللہ تعالیٰ مزید حق کے بیان کرنے کی انہیں بیش از بیش توفیق عطا فرمائے آمین بجاه حبيبه الامين صلى الله عليه وعلىٰ اٰله وصحبه اجمعين۔

❁

راہِ سنّت کو تردیداً مقدم رکھنے کی وجہ؟

راہِ سنّت کو تردیداً مقدم رکھنے کی دو وجہیں فقیر نے لکھی تھیں جن میں سے ایک وہی ہے جسے ایضاحِ سنّت میں نقل کیا ہے کہ "وہ اہلِ سنّت کے روزمرہ کے کئی معمولات پر تنقیدات پر مبنی ہونے کے باعث ان کی دوسری کتابوں کی بہ نسبت زیادہ زہریلی ہے"۔ ملاحظہ ہو [ایضاحِ سنّت صفحہ ۱۵ بحوالہ مصباحِ سنّت جلد اوّل صفحہ ۲۶]

دوسری وجہ یہ لکھی تھی کہ نیز "خود مؤلف اور اس کے ہمنوا بھی سب سے زیادہ جس پر نازاں و فرحاں نظر آتے ہیں وہ بھی ان کی یہی کتاب ہے چنانچہ خود گکھڑوی صاحب اور ان کے بعض بزرگوں نے اسے قوم کے لیے بے حد نافع اور مرکزی حیثیت کا مالک قرار دیا ہے اھ ملخصاً

ملاحظہ ہو [مصباحِ سنّت جلد ا صفحہ ۲۶]

ایضاحِ سنّت میں دوسری وجہ کو جواب میں چھوا تک نہیں گیا جس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے نزدیک واقعی اس کی حیثیت مرکزی ہے۔ پس اسی کا خاتمہ کر دینا پورے گکھڑوی منصوبہ کے صفایا کر دینے کے مترادف ہے بلکہ دوسرے مقامات پر اس کی تصریح کر کے اسے مزید پختہ کر دیا ہے۔ چنانچہ ہمارے اس بیان کی تصدیق کرتے ہوئے لکھا ہے:-

''ان کتابوں میں معرکۃ الآرا کتابوں میں راہِ سنّت سرفہرست ہے جو سنّت کی اہمیت اور بدعات کی تردید کے موضوع پر لاجواب کتاب ہے اھ بلفظہٖ ملاحظہ ہو [ایضاح سنّت جلد اوّل صفحہ ۸ سطر ۱۶، ۱۷]

جب کہ وجہ اوّل کو سنجیدگی سے لینے کی بجائے غیر شائستہ انداز میں لکھا ہے:-

''جناب مفتی صاحب نے راہِ سنّت کو جواب میں مقدم رکھنے کی وجہ گول مول بیان کی ہے مگر اصل وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے راہِ سنّت نے بہت سے خاندانوں اور بہت سے علاقوں سے ان حضرات کے مختلف حیلے بہانوں سے جاری کردہ کھانے پینے کی بدعات و رسومات کا خاتمہ کر کے ان حضرات کے روزمرہ معمولات کا ناطقہ بند کر دیا ہے جس پر ان حضرات کو غصہ آنا فطری امر ہے''۔ اھ

ملاحظہ ہو [ایضاحِ سنّت جلد اوّل صفحہ ۱۶]

اور اس طرح مزید بدزبانی کا شوق پورا کرتے ہوئے حسبِ عادت اپنے ہی ایک ہم زبان بزرگ کی ایک پھبتی پیش کرتے ہوئے لکھا ہے:-

اس پر ہمیں ایک واقعہ یاد آیا یقیناً اس کی روشنی میں عوام الناس کو مفتی صاحب موصوف کی گول مول بات کی وضاحت مل جائے گی۔ حضرت مولانا عبدالعزیز بھٹی صاحب مرحوم بڑے خوش آواز اور خوش مزاج مقرر تھے۔ ایک دفعہ تقریر کے بعد علماء و دیگر حضرات کی محفل تھی تو کسی نے کہا کہ حضرت عجیب بات ہے کہ التحیات میں شہادت کی انگلی اٹھانے پر بعض علاقوں کے بریلوی حضرات بہت زیادہ ناراض اور غصے ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ لڑنے مرنے پر بھی تیار ہو جاتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ تو بھٹی صاحب کہنے لگے بھائی وہ یاری نبھاتے ہیں پھر کسی نے کہا

کہ حضرت وہ کیسے؟ تو بھٹی صاحب کہنے لگے کہ جب آدمی شہادت کی انگلی توحید کی گواہی پر اٹھاتا ہے تو وہ شیطان کے سر پر یوں لگتی ہے جیسے لوہے کی لٹھ ماری گئی ہو تو جس نے ان حضرات کے پیٹ کے لیے تیجہ ساتواں وغیرہ کی صورت میں اتنے انتظام کیئے ہیں آخر اس کے ساتھ کچھ تو ہمدردی ان حضرات کو ہونی چاہیے تو اسی ہمدردی کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے محسن دوست کی پٹائی پر ناراض ہوں۔
اھ بلفظہ ملاحظہ ہو [ایضاح سنّت جلد اوّل صفحہ ۱۶]

اقول:۔ان کے بھٹی صاحب کے مذکورہ واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماشاء اللہ نظر بد دور یہ سارا خاندان ہی خوش آواز اور خوش طبع ہے۔ اور شستہ زبان ہونے میں کمال درجہ کے ماہر اور ایک سے ایک بڑھ کر ہیں۔ سبحان اللہ ایں ہمہ خانہ آفتاب است۔

باقی التحیات میں اشارہ بالسبابہ کی جو بات سنّی بریلویوں سے منسوب کی ہے اس کے جھوٹ ہونے کے لیے اتنا بھی کافی ہے کہ امام اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کا فتویٰ اس کے برخلاف موجود ہے۔ چنانچہ آپ اس کے متعلق ایک سوال کے جواب میں ارقام فرماتے ہیں۔ ''اشارہ ضرور سنّت ہے محررِ مذہب سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا صنعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنضع کما صنعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو قول ابی حنیفۃ واصحابنا۔ رسول اللہ ﷺ نے اشارہ فرمایا تو ہم بھی اشارہ کرتے ہیں۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا اور یہی مذہب امام اعظم ابوحنیفہ اور ہمارے اصحاب کا ہے۔ امام ملک العلماء نے بدائع اور امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اور دیگر ائمہ کبار نے اس کی تحقیق فرمائی۔ فقیر اور فقیر کے آباء و اساتذہ و مشائخ کرام قدست اسرارہم سب اس پر عامل رہے۔ اھ بلفظہٖ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ملاحظہ ہو [فتاویٰ رضویہ جلد ۳ صفحہ ۸۶ طبع برکاتی پبلشرز کراچی مطبوعہ ۱۹۹۱ء]

اس سے معلوم ہوا کہ التحیات میں شہادت کی انگلی اٹھانا بریلویوں کے امام کا فتویٰ اور بریلویوں کا مذہب ہے جب کہ ہوائی باتوں کا شرعاً کچھ اعتبار نہیں پس اس حوالہ سے بربنا غلط گکھڑوی صاحب کا شیطان کو ہمارا محسن دوست کہنا ان کی ہمیں بدترین گالی ہے جو انہی کا حصہ ہے۔ جب کہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے کیونکہ رسومات و بدعات کہہ کر جن امور (تیجہ وغیرہ) کو ہدف تنقید بنایا ہے وہ گکھڑوی نظریہ میں تو یقیناً اسی طرح ہیں جس طرح انہوں نے کہا

ہے لیکن یہ شرعی فیصلہ نہیں۔ شریعت مطہرہ کی رو سے ایصال ثواب مسلمان کے لیے مغفرت اور رفع درجات کا سبب ہیں جو شیطان کے مزاج کے خلاف ہیں۔ اسی طرح تیجہ وغیرہ کے کھانوں پر قرآن شریف پڑھا جاتا ہے جب کہ شیطان اس کھانے کے قریب نہیں آتا جس پر بسم اللہ بھی پڑھی گئی ہو تو جس کھانے پر متعدد آیات پڑھی گئی ہوں وہ اسے کیونکر کھائے گا۔ لہٰذا ختم شریف والا کھانا بھی شیطانی مزاج کے مطابق نہیں۔ اسی طرح تیجہ وغیرہ کے کھانے یقیناً حلال طیّب ہیں جن کے حرام ہونے کی کوئی شرعی دلیل ان کے پاس نہیں ہے جب کہ حلال طیّب کھانا بھی شیطانی مشن کے برخلاف ہے۔ گکھڑوی صاحب کی جانب سے تو ہم پر اپنے ہی ایک ہم پیالہ وہم نوالہ شخص کی بدزبانی کے ذریعہ محض پھبتی کسی گئی ہے ہم اس پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد پیش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: یا یھا الناس کلوا مما فی الارض حللاً طیبا ولا تتبعوا خطوات الشیطن انه لکم عدو مبین یعنی اے انسانو! زمین پر اللہ کے پیدا کردہ حلال طیب کو کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر مت چلو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ [پ۲ البقرہ آیت ۱۶۸]

یعنی اس کا مشن یہ ہے کہ وہ تمہیں حلال نہ کھانے دے پس ان امور کے خلاف گکھڑوی دیوبندی تحریک شیطانی تحریک کا حصہ اور شیطان ہی کے قدم بقدم ہوئی لہٰذا التحیات میں جو لٹھ شیطان کے سر پر لگتی ہے تیجہ وغیرہ ختم درود میں بعینہٖ وہی لٹھ اس کے ان ''رفقاء کرام'' کو بھی یقیناً لگتی ہوگی۔

یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں ابلیس لعین کا ساتھ دیتے ہوئے اس کے علم فن کی وسعت کا اثبات کر کے اس کی سرتوڑ حمایت کی اور نہ ماننے والوں کو بہت سخت سست کہا ہے۔ چنانچہ گکھڑوی صاحب کے پیش رو مولوی خلیل احمد سہارنپوری صاحب نے اپنے مرشد مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کے حکم سے لکھا تھا: الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے''۔ اھ

[براہین قاطعہ صفحہ ۵۵ طبع دارالاشاعت کراچی]

عبارت ہٰذا اپنے مفہوم (حسب بالا) میں واضح ہے۔ پھر جب سے ابلیس لعین کے بارے میں یہ عقیدہ وضع ہوا ہے۔ اہلِ سنت و جماعت سراپا احتجاج ہیں جب کہ پوری دیوبندی قوم تحریراً تقریراً برابر سے اسے پورا پورا تحفظ فراہم کرنے میں لگی ہوئی ہے۔ حتّٰی کہ گکھڑوی صاحب نے بھی حسب توفیق اس کے حق میں قلم اٹھایا اور اس کی حمایت کی حد کردی۔ ملاحظہ ہو ان کی کتاب عبارات اکابر حصہ اوّل صفحہ ۱۵۱ تا ۱۷۱ طبع گوجرانوالہ پھر بھی شیطان سے سلسلہ بھی ہمارا جوڑا جا رہا ہے
ع شرم ان کو مگر نہیں آتی۔

علاوہ ازیں پھر بھی نہ مانیں تو سنیں گکھڑوی صاحب کے کئی مسلّم اکابر اور ہم مشرب علماء سے تیجہ وغیرہ جیسے امور کا جواز ثابت و مصرح ہے تو ان کے بارے میں کیا ارشاد ہے وہ جناب کے لفظوں میں اپنے اس محسن و دوست کے کتنے ''مقرب بارگاہ'' ہیں اور پٹی نمبر کیا ہے؟ مثلاً گنگوہی صاحب نانوتوی صاحب اور تھانوی صاحب وغیرہم اکابر علماء دیوبند کے پیر و مرشد نے تفصیلاً و اجمالاً جملہ طُرق ایصال ثواب کو درست قرار دیا ہے اور کرنے والوں پر نکیر نہ کرنے کا کہا ہے۔ ملاحظہ ہو [فیصلہ ہفت مسئلہ مشملہ کلیات امدادیہ صفحہ ۸۲ طبع دارالاشاعت کراچی]

اور اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ پورے ملک میں تقریباً قل خوانیوں کی تمام تقریبات میں ہمہ قسم دیوبندی حضرات بھی نہ صرف یہ کہ شرکت کرتے ہیں بلکہ کھانے میں بھی پیش پیش ہوتے ہیں جو کچھ محتاج بیان نہیں بلکہ کم و بیش عرصہ ایک ماہ قبل کہروڑ پکا کے نواحی علاقہ مڑلاں والا میں رانا فیملی کے ایک دیوبندی کی مرگ پر اس کے برادری والوں نے باقاعدہ سے قل خوانی کی جس میں رنگا رنگ کھانے بھی پکائے گئے اور دیوبندی جماعت کے ذمہ دار فرد جناب مولوی طارق جمیل کو مدعو کیا گیا جو آئے اور سب کچھ کر گئے جس پر پورا علاقہ گواہ ہے اور اس موقع پر ان سے ایک دیہاتی شخص کے اس موضوع پر ان سے سوال جواب اور ان کے لاجواب ہو کر کھسیانے بننے کا واقعہ کا بھی چرچا ہے جسے فقیر نے اس علاقہ میں ایک تقریب کے موقع پر وہاں کے لوگوں سے خود سنا۔ نیز ہمارے رحیم یار خاں کے نواحی قصبہ کوٹ سمابہ کی لاری اڈہ کی ایک جامع مسجد کے دیوبندی امام و خطیب اور شہر رحیم یار خان کے بعض اہم قسم کے دیوبندی مدارس کے مدیر بھی اس سلسلہ میں بہت مشہور شخصیت ہیں لیکن آج تک کسی دیوبندی مفتی بشمول گکھڑوی صاحب نے ان کے بدعتی اور

دیوبندی جماعت سے خارج ہونے کا فتویٰ کبھی نہیں دیا۔ اگر گکھڑوی صاحب کا شیطان دوستی والا یہ بیان صحیح ہے تو ان کے یہ احباب شیطان دوست ہی نہیں اس کے کنبہ کے اہم افراد قرار پائے اب دیکھیں گے کہ گکھڑوی قوم کا ان کے اس فتویٰ پر ردِ عمل کیا ہوتا ہے؟ (مزید تفصیل راہ سنت کے باب ہفتم کے جواب میں دیکھی جا سکتی ہے)۔

وجہ اعتراض:۔

موصوف نے جو تمسخرانہ انداز اختیار کیا ہے قرآن کی زبان میں وہ جاہلانہ انداز ہے حیث قال تعالیٰ قالوا اتتخذنا هزوا قال اعوذ بالله ان اکون من الجهلین جب کہ ہم تو محض دفاع میں ہیں جس کا شرعاً و اصولاً ہمیں ہر طرح سے اختیار اور حق ہے پس اس کی بنیاد ان کی جہالت ہوئی......

چوری پھر سینہ زوری بجواب چور مچائے شور:۔

ہم نے مصباح سنت میں ''پیشِ نظر کتاب کی کل کائنات'' نیز ''کتاب کی غرض و غایت اور اس کے مواد کی نوعیت و کیفیت'' کے عنوان کے تحت ''راہِ سنّت'' کے ابواب و عنوانات نیز اغراض و مقاصد اور مضرات و مفاسد کا مکمل اجمالی خاکہ سپردِ قلم کیا تھا جس میں دیگر کے علاوہ ایک بات یہ بھی کہی تھی کہ مؤلف راہِ سنّت نے عوام پر رعب ڈالنے کی غرض سے کتاب کا حجم اس طرح سے بڑھا کر پیش کیا ہے کہ اس میں بہت سی غیر متعلق اور غیر ضروری بحثوں کو بھرتی کرنے کے ساتھ ساتھ بعض باتوں کو بے فائدہ طول دیا اور بعض میں تکرار سے کام لیا ہے اور مزید چالاکی یہ کی ہے کہ کتاب کے صفحات کو بڑھانے کی غرض سے کتابت میں موٹا قلم استعمال کرایا ہے اھ ملاحظہ ہو [مصباح سنت جلد ۱ صفحہ ۲۹]

اسے چور مچائے شور کا مصداق قرار دیتے ہوئے اس پر چور مچائے شور کا عنوان قائم کر کے گکھڑوی صاحب کی جانب سے یہ شور مچایا گیا ہے کہ:۔

''ہماری قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ راہِ سنّت کا مطالعہ کریں اور مصباح سنت کو بھی دیکھیں ہر ایک کو خود معلوم ہو جائے گا کہ فضول بھرتی اور غیر ضروری ابحاث کس میں ہیں اھ'' ملاحظہ ہو [ایضاح سنّت جلد ۱ صفحہ ۱۷]

اقول:۔ مشورہ صحیح ہے اور اس کے لیے راہِ سنّت کا باب اوّل ضرور دیکھیں اور مبنی برانصاف فیصلہ فرمائیں کہ اس میں واقعی غیر متعلق باتوں یا غیر ضروری بحثوں کی بھرتی اور بھرمار نیز بکثرت بے فائدہ طول وتکرار ہے یا نہیں؟

باقی موٹے قلم کے حوالہ سے انہوں نے جو واویلا کیا ہے' وہ یہ ہے کہ یہ چیز خود مصباحِ سنّت میں بھی ہے بلکہ اس سے زیادہ ہے کیونکہ راہِ سنّت اور مصباحِ سنّت لمبائی میں برابر ہیں جب کہ مصباحِ سنّت چوڑائی میں راہِ سنّت سے چار درجے بڑھ کر ہے۔ راہِ سنّت کی فی صفحہ اکیس اکیس سطریں جب کہ مصباحِ سنّت کی اُنیس اُنیس سطریں ہیں۔ نیز راہِ سنّت میں فی سطر اوسطاً بیس الفاظ ہیں جب کہ مصباحِ سنّت میں فی سطر اوسطاً اٹھارہ اٹھارہ لفظ ہیں جس کا اندازہ یہاں سے لگایا جا سکتا ہے کہ راہِ سنّت کی ایک عبارت راہِ سنّت میں ڈیڑھ سطر میں ہے اور وہی عبارت مصباحِ میں دو سطروں میں ہے۔ پس زیادہ موٹا قلم مصباح کا ہوا نہ راہِ سنّت کا۔ اھ ملخصاً ملاحظہ ہو [ایضاح سنّت جلد ا صفحہ ۱۶' ۱۷]

اقول:۔ راہِ سنّت کے متعلق یہ بات ہم نے مصباحِ سنّت کے ساتھ تقابل کے طور پر نہیں کہی تھی بلکہ راہِ سنّت کے سائز کی دیگر کتب کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے لکھی تھی جن کا قلم باریک ہے جب کہ سطور و الفاظ اس کی بہ نسبت کہیں زیادہ ہیں جو ایک حقیقت ثابتہ ہے جب کہ یہ اُس وقت کی بات ہے کہ مصباحِ سنّت کے لکھنے کا آغاز کیا جا چکا تھا اور وہ منظر عام پر نہ تھی۔

علاوہ ازیں مصباحِ سنّت میں موٹا قلم' کمزور نظر والوں کی رعایت کے لیے رکھوایا گیا ہے تا کہ انہیں کچھ دقت نہ ہو جب کہ اس میں سطروں یا فی سطر لفظوں کی تعداد کا کم ہونا راہِ سنّت سے تقابل کے حوالہ سے بھی ہو تو ہمیں کچھ مضر نہیں کیونکہ مصباح کا مواد راہِ سنّت کے مواد سے کئی گنا زیادہ ہے۔ بالفاظِ دیگر راہِ سنّت جتنی کچھ منظر عام پر آئی ہے' یہی اس کی کل کائنات ہے اور وہ کل کی کل یہی ہے جب کہ مصباحِ سنّت کل کی کل وہ نہیں جو گکھڑوی صاحب کے ہاتھ میں ہے جسے انہوں نے جواب میں ملحوظ رکھا ہے بلکہ یہ پوری کتاب کی جلد اوّل ہے جو ۱۸۰ صفحات پر مشتمل ہے اور وہ راہِ سنّت کے نام وغیرہ سمیت اس کے صرف مقدمہ کا جواب ہے جب کہ اگلی جلدوں میں سے ہر جلد اس سے کہیں زیادہ ضخیم ہے......

پس اس واویلا کا بھی گکھڑوی صاحب کو کچھ فائدہ یا ہمیں کچھ نقصان نہ ہوا۔

نوٹ:- باقی اس مقام پر انہوں نے جو یہ شعر لکھا ہے۔

''سچ تو خوشبو ہے ہواؤں میں بکھر جائے گا کیسے باندھو گے اسے آہنی زنجیروں میں''

[ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۱۸]

تو اس سے ہم کلیہ اتفاق کرتے ہیں کہ سچ واقعی سچ ہوتا ہے جو کھل کر سامنے آ گیا ہے کہ موصوف نے جسے ''چور مچائے شور'' کا عنوان دے کر شور مچایا تھا ''چوری پھر سینہ زوری'' کا مصداق نکلا۔ لہٰذا ہم اس پر مکرر سہ کرر ارشاد ہی کہنے پر اکتفا کریں گے۔

گکھڑوی صاحب کی'' بجواب ''جہالتیں کس کی؟''

مصباح میں ہم نے بطور نمونہ گکھڑوی صاحب کی چھ جہالات کی نشاندہی کی تھی جس کے جواب میں گکھڑوی صاحب کی جانب سے یہ عنوان ''جہالتیں کس کی؟'' قائم کر کے لکھا گیا ہے کہ:-

> ''مفتی صاحب موصوف نے جہالت کا عنوان قائم کر کے جو اعتراضات کیے ہیں ان میں سے ہر اعتراض میں ان کی اپنی جہالت نمایاں ہے۔ مفتی صاحب موصوف کے اعتراضات کا انداز ہی ایسا ہے کہ ہم ان کی جہالتیں عوام الناس کو بتانے پر مجبور ہیں اس لیے کہ۔
>
> یہ خاموش مزاجی تمہیں جینے نہیں دے گی
>
> اس دنیا میں جینا ہے تو کہرام مچادو

اھ بلفظہٖ ملاحظہ ہو [ایضاح سنّت صفحہ ۱۸]

اقولُ:- جہاں تک ان کا پوچھنا ہے کہ جہالتیں کس کی؟''؟۔ تو اس کا جواب ہے ''گکھڑوی صاحب کی'' جو مطلقاً بجا ہے جس سے' انکار صاحب موصوف میں وصف تکبر و غرور یا جہل مرکب کے وجود کی نشاندہی کرتا ہے تفصیل اگلی سطور میں دیکھیں سردست ہم موصوف کے ذوق شعر کی تکمیل کرتے ہوئے ان کے شعر کے جواب میں عرض گزار ہیں کہ۔

ٹوٹ ہی نہ جائے تیغ اے قاتل سخت جاں ہوں ذرا سمجھ کر کھینچ

بحث جہالات گکھڑویہ :۔

فقیر نے مصباحِ سنّت میں گکھڑوی صاحب کی اصل علمی پوزیشن کوواضح کرتے ہوئے بطورنمونہ ان کی جن جہالات کی نشاندہی کی تھی ان کی تعداد چھ ۶ ہےان میں سے پہلی یہ تھی کہ :

بحث ''بینوا وتوجروا'':۔

گکھڑوی صاحب نے ایک مقام پرلکھاہے''بَیِّنُوْا وَتُوْجَرُوْا '' ملاحظہ ہو[راہِ سنّت صفحہ ۳۰۲] جواز حدغلط اورموصوف کی اشد جہالت ہے کیونکہ ازروئے علم نحو بَیِّنُوْا شرط اور تُوْجَرُوْا اس کی جزاء ہے جن کے درمیان واؤعطف کالانا قطعاًبے محل ہے۔موصوف نے شرط وجزاءکومعطوف علیہ ومعطوف بنادیاہےاگر یہ درست ہےتوبتائیں کہ تُوْجَرُوْا کی ن اعرابی کوکس قاعدہ کی روسے انہوں نے حذف کیاہے؟اھ''۔ [مصباح سنّت صفحہ۳۰]

گکھڑوی کاردِعمل :۔

گکھڑوی صاحب کی جانب سے اس کا جوجواب دیا گیا ہے اور جس پر وہ بہت اتراتے بھی نظرآتے ہیں اس کا خلاصہ ان کےلفظوں میں حسبِ ذیل ہے۔چنانچہ اس بارے میں انہوں نے''بَیِّنُوْا وتُوْجَرُوْا لکھنے پراعتراض اورمفتی صاحب کی جہالت'' اور''مفتی صاحب کی دوسری جہالت'' نیز''مفتی صاحب کاعلم زیادہ ہے یا اُن کے اعلیٰ حضرت کا'' کے عنوانات قائم کر کے لاف گزاف اورتعلیوں سے کام لیتے ہوئےلکھاہے:۔

''ہم مفتی صاحب موصوف کے سرپرمفتی کی پگڑی باندھنے والوں پرقربان جنہوں نے ان کویہ بھی نہیں بتایا کہ جملہ انشائیہ شرط واقعہ نہیں ہوسکتا(الیٰ) ملاجامی فرماتے ہیں کہ(الیٰ) جملہ انشائیہ شرط واقع نہی ہوسکتالان الشرط لا یکون الا فعلاً(شرح جامی صفحہ۱۰۵)اس لیے کہ شرط صرف جملہ فعلیہ ہی ہوسکتاہے،ہماری مفتی صاحب سے گزارش ہے کہ اگرکافیہ اورشرح ملاجامی مشکل کتابیں ہیں توکم ازکم نحومیر اوراس کا حاشیہ ہی کسی استاذیا کسی دیوبندی مدرسہ کے کافیہ پڑھنے والے طالب علم سے سمجھ لیتے تووہی ان کوبتادیتا کہ بینوا امر کا صیغہ ہےاور جملہ انشائیہ ہےاور جملہ انشائیہ شرط واقع نہیں ہوتا بلکہ شرط کے لیے جملہ فعلیہ کاہوناضروری ہے۔مفتی صاحب نے بینوا وتوجروا کے درمیان واؤ کومحض عاطفہ سمجھ لیاہے حالانکہ یہ واؤ توجوابِ امر پر ہے قرآن حکیم ہے

فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون اگر کسی چیز کا علم نہ ہو تو کسی علم والے سے پوچھ لیا کرو (الٰی) اگر ان کو اس کا علم نہیں تھا تو کسی دیوبندی مدرسہ کے کافیہ یا شرح ملا جامی پڑھنے والے طالب علم سے پوچھ لیتے تو وہ بھی ان کو بتا دیتا کہ بینوا امر ہے اور توجروا جواب امر ہے اور جواب امر کی تین حالتیں ہوسکتی ہیں۔ ایک حالت یہ ہے کہ جواب امر پر کوئی حرف داخل نہ ہو تو ایسی صورت میں جواب امر پر جزم ہوتی ہے جیسا کہ حضور ﷺ نے ہرقل کی جانب لکھے گئے خط میں فرمایا تھا اَسْلِمْ تَسْلِمْ (بخاری جلداوّل صفحہ۵)۔ اور دوسری حالت یہ ہے کہ جواب امر پر فاء داخل ہو تو اس فاء کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے اس لیئے اس صورت میں جواب امر اَنْ مقدر کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے۔ علم نحو کی عام کتابوں میں اس کی مثال زُرْنِیْ فَاُکْرِمَکَ بیان کی گئی ہے۔ اور تیسری حالت یہ ہے کہ جواب امر پر واؤ داخل ہو۔ اس واؤ کے بعد بھی اَنْ مقدر ہوتا ہے اور جواب امر منصوب ہوتا ہے جیسے اَسْلِمْ وَتَسْلِمَ۔ جناب مفتی صاحب غور کریں کہ بینوا امر ہے اور توجروا جواب امر ہے اور واؤ کے بعد اَنْ مقدر کی وجہ سے منصوب ہے اور توجروا کے منصوب ہونے کی وجہ سے ہی نون اعرابی گر گیا ہے اس لیے کہ فعل مضارع کے تثنیہ اور جمع کی نصبی حالت میں نون اعرابی گر جاتا ہے۔ کاش مفتی صاحب نے (الٰی) اعتراض کرنے اور اپنی جہالت کا مظاہرہ کرنے سے قبل اپنے اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ رضویہ کو ہی بغور دیکھ لیا ہوتا تو ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ (الٰی) اس بارہ میں کوئی غلطی نہیں کی بلکہ مفتی حضرات سے مسائل دریافت کرنے والے مستفتی حضرت سے مسائل دریافت کرنے والے مستفتی حضرات جو تین انداز کے الفاظ لکھتے ہیں ان ہی میں سے ایک طریق اختیار کیا ہے اور یہ تینوں انداز (الٰی) مفتی صاحب کے اعلیٰ حضرت نے کسی انداز پر گرفت نہیں کی۔ ان تین انداز میں سے ایک انداز یہ ہے کہ ''بینوا توجروا'' لکھا جائے یعنی بینوا اور توجروا کے درمیان کوئی حرف نہ لایا جائے۔ اور یہ انداز مفتی صاحب کے اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ میں اکثر ہے۔ اور دوسرا انداز یہ ہے کہ توجروا پر فا داخل کر کے فتوجروا لکھا جائے جیسا کہ کتاب الطہارۃ مسئلہ نمبر ۱۱ کے مستفتی نے لکھا بینوا بالدلیل فتوجروا عند الجلیل (فتاویٰ رضویہ صفحہ ۶۱۲ جلد اول طبع لائل پور) اور تیسرا انداز یہ ہے کہ توجروا پر واؤ داخل کی جائے اور اسی انداز پر جناب مفتی صاحب نے اعتراض کیا ہے حالانکہ ان کے اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ میں مستفتی حضرات نے بینوا

وتوجروا کے الفاظ بھی لکھے ہیں ملاحظہ ہو فتاوی رضویہ جلد اصفحہ ۶۰۹ مسئلہ نمبر ۷۵ اور جلد اصفحہ ۶۱۰ مسئلہ ۷۸ اور جلد اصفحہ ۶۱۹ مسئلہ نمبر ۹۵ اور جلد نمبر اصفحہ ۶۲۷ مسئلہ نمبر ۱۰۸ (الیٰ) مستفتی حضرات نے بینواوتوجروالکھا ہے مگر مفتی صاحب کے اعلیٰ حضرت نے ان پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اب یہ فیصلہ بریلوی علماء ہی فرمائیں کہ راہِ سنّت کے جواب کا شوق پورا کرنے والے مصباحِ سنّت کے مصنف مفتی صاحب کا علم زیادہ ہے یا ان کے اعلیٰ حضرت کا علم زیادہ تھا۔ اگر (الیٰ) بینواوتوجروالکھنا مفتی صاحب کے نزدیک جہالت ہے تو اس جہالت کا ارتکاب (الیٰ) آپ کے اعلیٰ حضرت کر چکے ہیں ان کو جہالت کے گڑھے سے کون نکالے گا۔ کیا ہے کوئی اعلیٰ حضرت کا سچا پیروکار جو اپنے اعلیٰ حضرت کی صفائی دیتے ہوئے مفتی عبدالمجید خان سے جواب طلبی کرے۔

اے چشم اشک بار ذرا دیکھنے تو دے ہوتا ہے جو خراب وہ تیرا ہی گھر نہ ہو

اھ بلفظہٖ ملخصاً ملاحظہ ہو [ایضاحِ سنّت صفحہ ۱۸ تا ۲۱]

نوٹ:۔ ہم نے گکھڑوی صاحب کی جانب سے پیش کی گئی مکمل صفائی اور ان کا جواب بالتمام والکمال نقل کیا ہے تاکہ وہ ادھوری نقل کا عذر بنا کر کسی کو دھوکہ نہ دے سکیں نیز قارئینِ کرام بھی علیٰ وجہ البصیرہ ان کے واویلا کی حقیقت کو سمجھ سکیں الغرض اگرچہ اس میں کچھ طوالت ہوگئی ہے لیکن اس سے کوئی چارہ کار نہ تھا۔ لیجیے اب ہماری طرف سے اس جواب پڑھیے۔

الجواب

اقولُ وباللہ اصولُ ومنہ التوفیق وبیدہٖ ازمۃ التحقیق

یہ گکھڑوی صاحب کی جانب سے (امام اہلِ سنّت مجددِ ملّت شیخ الاسلام اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تالیف منیف) فتاویٰ رضویہ شریف پر شدید افتراء سخت بہتان اور سفید جھوٹ ہے۔ مقاماتِ محوّلہ پر قطعی طور پر بینوا کے ساتھ نہ تو ''فتوجروا'' کے الفاظ لکھے ہیں اور نہ ''وتوجروا'' کے لفظوں کا کوئی وجود ہے بلکہ ان تمام مقامات پر ''بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا'' ہی (درمیان کے واؤ اور فاء کے

بغیر) لکھا ہے۔

ہمارے سامنے فتاویٰ رضویہ شریف کا قدیم ترین نسخہ ہے جس کی فوٹو کاپی دار العلوم امجدیہ کراچی سے شائع کی گئی ہے گکھڑوی صاحب کے دیئے گئے حوالہ جات کی صحیح تفصیل دیکھنے کے لیے ملاحظہ ہو [فتاویٰ رضویہ طبع مذکور جلد ۱ صفحہ ۷۰ مسئلہ ۱۱' صفحہ ۵۶۷ مسئلہ ۷۵' صفحہ ۵۶۸ مسئلہ ۸۷' صفحہ ۵۷۷ مسئلہ ۹۵' صفحہ ۵۸۵ مسئلہ ۱۰۸]

بالفرض کسی نسخہ میں وتوجروا اور فتوجروا کے الفاظ ہوں بھی سہی تو وہ سوال کرنے والوں کے الفاظ ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے نہیں جس کا خود موصوف کو بھی اقرار ہے چنانچہ ان کے لفظ ہیں: مستفتی حضرات جو تین انداز کے الفاظ لکھتے ہیں..... مفتی صاحب کے اعلیٰ حضرت نے کسی انداز پر گرفت نہیں کی''۔ [صفحہ ۲۰ سطر ۱۳ تا ۱۶]

جب کہ راہِ سنّت میں ''بینوا وتوجروا'' کے الفاظ کسی سائل' مستفتی یا کسی دوسرے شخص کے نہیں بلکہ وہ گکھڑوی صاحب کے اپنے لفظ ہیں جن میں انہوں نے حکیم الامۃ حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب بنایا ہے حیث قال ''مفتی صاحب ہی فرمائیں کہ..... یہ بے دینی صرف دیوبندیوں کے حصّہ میں آئے گی یا علامہ ابن نجیم وغیرہ احناف کو بھی اس بے دینی سے کوئی حصّہ ملے گا؟ ''بینوا وتوجروا'' اھ بلفظہٖ [راہِ سنّت صفحہ ۳۰۲' ۳۰۳]

پھر ظلم کی انتہا یہ ہے کہ اس اقرار کے باوجود یہ الفاظ اعلیٰ حضرت کے نہیں سائلین کے ہیں جاتے جاتے نہایت درجہ ہاتھ کی صفائی سے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے ان الفاظ کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے الفاظ بنا کر پیش کر دیا ہے جس کی جتنی مذمت کی جائے اور جس پر جتنے..... ڈونگرے برسائے جائیں کم ہے۔ چنانچہ موصوف کے لفظ ہیں۔

اگر..... ''بینوا وتوجروا'' لکھنا مفتی صاحب کے نزدیک جہالت ہے تو اس جہالت کا ارتکاب (الیٰ) آپ کے اعلیٰ حضرت کر چکے ہیں ان کو جہالت کے گڑھے سے کون نکالے گا''۔ (ایضاحِ سنّت جلد ۱ صفحہ ۲۱) ''کر چکے ہیں کے ان الفاظ کا واضح مطلب یہ ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت نے خود لکھے ہیں جو خود گکھڑوی صاحب کے اپنے لفظوں اور واضح اقرار کے مطابق انتہائی جھوٹ ہے جو انہی کا حصہ ہے۔

رہی گرفت نہ کرنے کی بات؟ تو اوّلاً ایسے امور کی جانب توجہ کا جانا ہی کیا ضرور ہے؟ ثانیاً پھر مستفتی نے تصحیح اغلاط کا مطالبہ ہی کب کیا ہے۔ ثالثاً۔ اس سے بھی قطع نظر اس جیسے امور سے تعرض کرنا کیا افتاء کا حصہ ہے؟ اگر یہ درست ہے تو ویعفوعن کثیر سے کیا جواب ہے۔ نیز آپ لوگوں کے مفاتی صاحبان نے بھی یہ گرفتیں سائلین پر کیں اور اس فریضہ کو سرانجام دیا؟ نہیں دیا تو کم از کم فتاویٰ دیوبندہی پر ریسرچ کر کے اس فن پر ایک کتاب لاجواب منظر عام پر لائیں تو عظیم یادگار رہے گی۔ الغرض گکھڑوی صاحب نے ''آپ کے اعلیٰ حضرت کر چکے ہیں'' لکھ کر سفید جھوٹ بولا ہے جس پر انہیں کچھ بھی ہچکچاہٹ محسوس نہ ہوئی۔ پس اس بے بنیاد بات کی بناء پر انہوں نے جتنی گالیاں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو دیں یا فقیر کو سنائیں وہ سب گکھڑوی صاحب ہی پر پلٹ کر ان کے نامۂ اعمال میں پڑ گئیں لہٰذا ان کا قائم کردہ یہ عنوان کہ ''مفتی صاحب کا علم زیادہ ہے یا ان کے اعلیٰ حضرت کا''۔ یا ان کا یہ کہنا کہ ''اب یہ فیصلہ بریلوی علماء ہی فرمائیں کہ راہِ سنّت کے جواب کا شوق پورا کرنے والے مصباحِ سنّت کے مصنف مفتی صاحب کا علم زیادہ ہے یا ان کے اعلیٰ حضرت کا علم زیادہ تھا'' خالص یاوہ گوئی ہوا۔ اور اب بریلوی علماء کو فیصلہ دینے کی ضرورت نہ رہی بلکہ دیوبندی علماء کو فکر کرنی چاہیے کہ اس قدر جھوٹا شخص منصب پیشوائی پر رہا تو ان کی جماعت کا منطقی انجام کیا ہوگا؟ رہی اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت کی وسعت علمی؟ تو وہ ایک ایسی حقیقت ثابتہ ہے کہ جناب کے بزرگان کو بھی اس سے انکار کی جرأت نہ ہوئی بلکہ وہ بھی اسے ببانگ دہل تسلیم کر گئے۔ چنانچہ تھانوی صاحب کے تلمیذ عبدالحیٔ حسنی صاحب نے نزہۃ الخواطر جلد ہشتم میں صاف اقرار کیا ہے کہ اختلاف نظریات کے باوجود یہ امر لائق تسلیم ہے کہ علم و فضل اور تحقیق و تدقیق میں وہ بے مثل شخصیت کے حامل ہیں (ملخصاً)　ع　والفضل ماشهدت به الاعداء

مزید ارشاد فرماتے ہیں:- ''کیا ہے کوئی اعلیٰ حضرت کا سچا پیروکار جو اپنے اعلیٰ حضرت کی صفائی دیتے ہوئے مفتی عبدالمجید خان سے جواب طلبی کرے'' (ایضاح صفحہ ۲۱) جس کے جواب میں اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ منصف مزاج دیوبندی حضرات اپنے اس بزرگوار کو سچ لکھنے کی تلقین کریں اور جھوٹ بولنے سے ان کے منہ پر ہاتھ رکھیں ورنہ میدان محشر تو حساب کے لیے ہے ہی...... ارشاد ہوتا ہے۔

اے چشم اشک بار ذرا دیکھنے تو دے
ہوتا ہے جو خراب وہ تیرا ہی گھر نہ ہو
[ایضاح صفحہ ۲۱]

الجواب:- یقیناً وہ تیرا ہی گھر ہے۔ چلاّنے کی بھی ضرورت نہیں کہ یہ سب آپ کا ہی کیا دھرا ہے۔ یاد رکھیں۔

مجمع حشر میں چھپنا ہے محال　　میں نے لکھ رکھا ہے حلیہ تیرا

❁

آمدم برسر مطلب!

کچھ نہ جاننا اور اس کے باوجود خود کو ہمہ دان سمجھنا' اس کا نام ہے جہل مرکّب۔ جسے قدرت نے موصوف میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اسی حوالے سے وہ ''ہمچو ما دیگرے نیست'' کے مرض کا سخت شکار ہیں۔ اسی گھمنڈ کے تناظر میں وہ جگہ جگہ ہمیں تلقین فرماتے ہیں کہ فلاں فلاں رسالہ ہی ہم (اللہ کی شان ہے کہ) ان کے کسی مولوی بلکہ کسی مبتدی ہی سے پڑھ لیتے۔ جو چھوٹا منہ بڑی بات کا مصداق ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کوئی علم کی بہت بڑی آفت ہیں مگر کیفیت یہ ہے کہ اپنی سابقہ جہالات سے صفائی پیش کرنا باقی تھا کہ اس قسم کی مزید جہالتوں کا بھی ارتکاب کر کے یک نہ شد دو شد کا مصداق ہو گئے ہیں۔ آفرین ہے ان کو جنہوں نے ان کے سر پر مدرس' مصنف اور مفتی وغیرہ وغیرہ سب کچھ کی پگڑیاں رکھ کر انہیں قوم کی پیشوائی سونپ دی۔ ہمارے متعلق ان کا یہ کہنا کہ ''موصوف کے سر پر مفتی کی پگڑی باندھنے والوں پر قربان''۔ واضح مطلب رکھتا ہے کہ وہ یہ سب پگڑیاں باندھ چکے اور بہت پڑھے ہوئے ہیں۔ پس جن کے پڑھے ہوؤں کا یہ حال ہو تو ان کے ان علمی یتیموں کی علمی کیفیت کیا ہوگی جن سے درس لینے کا وہ ہمیں مشورہ دیتے ہیں۔ سبحان اللہ! یہ منہ اور مسور کی دال۔

مشہور محاورہ ہے الولد سر لابیہ اولاد عموماً ہمیشہ اپنے باپ پر جاتی ہے۔ یہ تعلیاں موصوف کی طبعی مجبوری بھی ہیں کیونکہ ان کے پیش رو اس قسم کی باتیں خود حضور سرور کونین امام الانبیاء ختم الرسل ﷺ کے بارے میں بھی کرتے تھے۔ پس باقی کیا رہ گیا۔ چنانچہ ان کے مذہب

کے انتہائی ذمہ دار فرد مولوی خلیل احمد سہارنپوری نے اپنے مرشد رشید گنگوہی صاحب کے حکم سے اپنے مذہبی مرکز مدرسہ دیوبند کا طرۂ امتیاز بیان کرتے ہوئے لکھا ہے :-

''اس فقیر کے گمان میں یہ آتا ہے کہ مدرسہ دیوبند کی عظمت حق تعالیٰ کی درگاہ پاک میں بہت ہے کہ صدہا عالم یہاں سے پڑھ کر گئے اور خلق کثیر کو ظلمات ضلالت سے نکالا۔ یہی سبب ہے کہ ایک صالح فخر عالم ﷺ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آ گئی آپ تو عربی ہیں؟ فرمایا کہ جب سے علماء مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آ گئی۔ سبحان اللہ اس سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا''۔ لہٰذ بلفظہٖ ملاحظہ ہو [براہین قاطعہ صفحہ ۳۰ مطبع دالاشاعت کراچی]

قارئینِ کرام! بار بار اس عبارت کو پڑھیں اور ان ''صالحین'' کی ذہنیت کا اندازہ لگائیں (العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ)۔

مزید جہالات کے نمونے :-

موصوف نے دعویٰ یہ کیا ہے کہ ''جملہ انشائیہ شرط واقع نہیں ہوسکتا (اور اس کی دلیل یہ دی ہے) لان الشرط لایکون الافعلاً (شرح ملا جامی صفحہ ۱۰۵) اس لیے کہ شرط صرف جملہ فعلیہ ہی ہوسکتا ہے''۔ (تھوڑا سا آگے اپنے دیوبندی استاذوں اور طالب علموں کے متعلق لکھا ہے کہ ہم اس سلسلہ میں ان سے بھی رابطہ کریں تو وہ بھی موصوف کی طرح ہمیں یہی بتائیں گے کہ) ''جملہ انشائیہ شرط واقع نہیں ہوتا بلکہ شرط کے لیے جملہ فعلیہ کا ہونا ضروری ہے''۔ ملاحظہ ہو (ایضاح سنّت جلد اوّل صفحہ ۱۹ اسطر نمبر ۱، ۲ نیز نمبر ۳ تا ۶) یعنی سارے ایک جیسے ہیں۔ اس عبارت میں جملہ انشائیہ کے شرط واقع نہ ہونے کی جو وجہ بیان کی ہے اس کی ان کے مذکورہ دعویٰ سے عدم مطابقت صاف ظاہر ہے اور علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ پر افتراء بھی ہے کیونکہ انہوں نے منقولہ بالا عبارت کو حسب بالا تعلیلاً ہرگز نہیں لکھا بلکہ ان کی اس عبارت کا تعلق مبتدا متضمن شرط اسم موصول کے ہونے کی صورت میں اس کے صلہ کے فعل یا ظرف ہونے کی توجیہ سے ہے۔ مکمل عبارت اس طرح ہے: ''وانما اشترط ان تکون صلته فعلاً اوظرفاً مؤوّلاً بالفعل لیتأکد

مشابهتہ الشرط لان الشرط لا یکون الافعلاً''۔ ملاحظہ ہو [شرح جامی صفحہ ۸۶ طبع ملتان]

جملہ انشائیہ کے شرط واقعہ نہ ہونے کی بات علاّمہ جامی علیہ الرحمۃ نے اپنے ان لفظوں میں بیان فرمائی ہے: ''ولیت ولعلّ مانعان ...... لانھما تخرجان الکلام من الخبریۃ الی الانشائیۃ والشرط والجزاء من قبیل الاخبار''۔اھ بلفظہٖ [جامی صفحہ ۸۶]

اسی لیے محشّین نے بھی اسی عبارت کے آخری حصہ پر اپنے حواشی میں لکھا ہے: ای الجملۃ الشرطیۃ لاتکون الا خبریۃ [جامی صفحہ ۸۶ حاشیہ عصام نمبر ۷ وحاشیہ عب نمبر ۱۹،۱۸ طبع مذکور]

سبحان اللہ! یہ ہیں ہمیں شرح جامی وغیرہ چھوڑ نحو کے ابتدائی رسائل اوران کے حواشی کے اپنے علماء یا طلباء کے پاس پڑھنے اوران سے سمجھنے کا مشورہ دینے اورائمہ نحو بننے والے انسان خصوصاً تقویۃ الایمان پر ایمان رکھنے والے اپنی قدر اوراوقات پر رہیں تو اسی میں ان کی عافیت ہے ۔

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت   دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

مزید سنیے: لکھتے ہیں:- ''اَسْلِمْ تَسْلِمْ'' کچھ آگے لکھا ہے: ''اَسْلِمْ وَتَسْلِمَ'' ملاحظہ ہو [ایضاحِ سنّت جلد ا صفحہ نمبر ۱۹ سطر آخر، ۲۰ سطر نمبر ۵]

ان دونوں عبارتوں میں اعراب حسب بالا ضبط کیے ہوئے ہیں یعنی دونوں میں مؤخر الذکر لفظ کو باب ضرَبَ سے ظاہر کیا گیا ہے جو اگر غلط کتابت نہیں تو ان کی شدید جہالت اور مضحکہ خیز امر بھی ہے کیونکہ ''س ل م'' کا مادّہ سلامتی کا معنیٰ دینے کے لیے باب سمع سے مستعمل ہے ضَرَبَ سے نہیں۔ ضرب سے یہ مادّہ کھالوں کو رنگنے اور عمدہ ڈول بنا کر فارغ ہونے کے معنیٰ میں آتا ہے ملاحظہ ہو [مصباح اللغات صفحہ ۳۹۲ مؤلفہ مولوی عبدالحفیظ بلیاوی دیوبندی]

اس طرح سے انہوں نے اسلام لانے والوں کو موچی اور ماہر ڈول گر بن جانے کی جزاء سنائی ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ یہ ہیں ہمیں اپنوں کے ہاں استفہام نحو کا مشورہ دینے والے۔

مزید پڑھیئے اور سر دھنیئے۔ لکھتے ہیں ''ایک حالت یہ ہے کہ جواب امر پر کوئی حرف داخل نہ ہو'' الخ (ایضاحِ سنّت صفحہ ۲۰ سطر نمبر ۱۶، ۱۷) نیز (صفحہ ۲۰ سطر نمبر ۱۷، ۱۸ پر) لکھا ہے: ''بینوا توجروا لکھا جائے یعنی بینوا اور توجروا کے درمیان کوئی حرف نہ لایا جائے''۔

اقولُ:- ان دونوں عبارتوں میں جو سقم ہے ظاہر ہے کہ ان کے الفاظ ''کوئی حرف'' کی تعمیم وتنکیر سے کسی بھی حرف کا آنا یالایا جانا درست ہونا ظاہر ہورہا ہے جو صحیح نہیں کیونکہ جملہ حروف ہرگز اس کے لیے مجوّز نہیں ہیں۔

مزید جہالت ہمارے متعلق موصوف کے ان لفظوں سے بھی مترشح ہوتی ہے کہ ''موصوف کے سر پر مفتی کی پگڑی باندھنے والوں پر قربان'' ملاحظہ ہو [ایضاح سنّت جلد ۱ صفحہ ۱۸ سطر نمبر ۱۴، ۱۵]

اقول:- وجہ ظاہر ہے کہ یہ لفظ انہوں نے بزعم خویش ہمیں جملہ انشائیہ کے شرط واقع نہ ہونے کا علم نہ ہونے کے حوالے سے بولے ہیں جب کہ وہ نحو کا مسئلہ ہے، تخصص فی الافتاء کا نہیں پس تعجب ہے کہ ایسے ضعیف فی النحو شخص کو نحو پڑھانے کے لئے کس طرح مختص کرلیا گیا ہے؟ ع
جیسی کہو ویسی سنو ......

دیگر اعتراضات کے ترکی بہ ترکی جوابات:-

باقی گکھڑوی صاحب کی جانب سے فقیر کے متعلق یہ کہا جانا کہ اسے یہ بھی پتہ نہیں بلکہ اس نے پڑھا ہی نہیں کہ بینوا امر کا صیغہ ہے اور جملہ انشائیہ ہے اور جملہ انشائیہ شرط واقع نہیں ہوتا وغیرہ (ملخصاً) ملاحظہ ہو [ایضاح سنّت صفحہ نمبر ۱۸، ۱۹]؟

تو یہ ان کا مجھ پر سخت افتراء ہے ورنہ فقیر نے کب اور کہاں کہا ہے کہ جملہ انشائیہ شرط واقع ہوتا ہے؟ ہم میں سے کس کو علم نحو آتا ہے اور کس کو نہیں آتا اور کون اس سے نابلد ہے اس کا فیصلہ ہم منصف مزاج اہلِ علم قارئین پر ہی چھوڑتے ہیں۔

رہا فقیر پر ان کا یہ اعتراض کہ ''مفتی صاحب نے بینوا و توجروا کے درمیان واؤ کو محض عاطفہ سمجھ لیا ہے حالانکہ یہ واؤ تو جواب امر پر ہے'' (ایضاح سنت جلد ۱ صفحہ ۱۹)؟ تو یہ محض عاطفہ والی بات بھی مجھ پر افتراء ہے جب کہ محض کے لفظ سے وہ خود بھی یہ دبی زبان میں مان رہے ہین کہ واؤ کا یہاں عاطفہ ہونا صحیح ہے پس اس سے انہوں نے ہماری کون سی غلطی نکالی؟ سبحان اللہ! مناظر ہوں تو ایسے ہوں جو نہایت سادگی سے اپنے خصم کی بات کو مانتے چلے جائیں۔ جناب کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ بعض نے اگرچہ اس واؤ کو بمعنی مع اور بعض دیگر نے حالیہ بھی کہا ہے لیکن

عندالجمہو رعاطفہ ہی ہے وہی شرح جامی جوآپ کے حسب زعم ہماری بہ نسبت آپ کوزیادہ آتی ہے بلکہ آپ کے مبتدی قسم کے چھوکرے بھی اس میں بہت طاق ہیں اور جس کا آپ بار بار نام لیتے اوراس سے استناد کرتے ہیں اس میں متعلقہ مقام پر ایک ہی عطف والاقول لکھاہے مـا نـصّـه ”فـان الـواو والـفـاء عـاطـفـتـان واقعتان بعدالانشاء “(شرح جامی صفحہ۳۰۴طبع مذکور) ولنعم ماقيل ع جن پہ تکیہ تھاوہی پتے ہوادینے لگے۔

نیز آنجناب کے مدرسہ دیوبندہی کے مولوی افتخارعلی صاحب نے ہدایۃ النحو کے الفاظ”بـعـد الـواو ‘ کے تحت لکھاہے”اس واؤکوواؤجمع اورواوصرف کہتے ہیں“ اھ بلفظہٖ ملاحظہ ہو [مصباح النحو صفحہ۱۴۳-۱]

نیز مولوی محمد یوسف صاحب آف رحیم یارخان جن کی خصوصی دعوت پر آپ پچھلے دنوں رحیم یارخان شہر آئے تھے' نے اپنی کتاب ”جہد قصیر شرح نحومیر“ میں لکھاہے کہ یہ واؤاسم صریح پر عطف کے لیے آتی ہے نیز واوالصرف بھی عندالجمہو رعاطفہ ہی ہے۔بعض نے اسے بمعنی مع کہا ہے جب کہ اسے حالیہ ماننارضی شیعہ کا مذہب ہے(ملخصاً) ملاحظہ ہو [صفحہ۳۸طبع رحیم یارخان]

اسی طرح دیگر متعدد متعلقہ کتب میں بھی ہے،ہم نے صرف قدرضرورت پر اکتفاء کیاہے۔

بنیوا توجروا پرشرط وجزاءکااطلاق:۔

فقیر نے راہِ سنت پر اعتراض کرتے ہوئے ”بیـنـوا توجروا “ کے الفاظ کے حوالہ سے جورقم کیا ہے وہ بالکل درست اورائمہ شان کی تصریحات کے عین مطابق ہے اور مجموعی طور پر جیسے الفاظ پر نہ صرف یہ کہ شرط وجزاء کے الفاظ کا اطلاق کیا بلکہ بعض نے اسی کے اولیٰ ہونے کی تصریح بھی فرمائی ہے حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو۔[تکملہ عبدالغفور صفحہ۵۰۸طبع مجتبائی دہلی نیز شرح قطرالندیٰ وبل الصدیٰ للامام ابن ہشام الانصاری ۷۶۱ھ صفحہ۷۹٬۸۰طبع مصر وغیرہما]

تصریحاتِ ائمہ شان:۔

بلکہ بے شمار ائمہ وعلماء نحو نے نہایت درجہ صراحت کے ساتھ لکھاہے کہ”بیـنـوا تـوجروا “ والی صورت میں اوراس جیسے کلام میں اِنْ شرطیہ مقدّر ہے پھر عندالبعض (جیسے امام خلیل) وہ صیغۂ امر کے ساتھ مقدر ہے اور دیگر کے نزدیک وہ صیغۂ امر کے بعد ایک اور صیغۂ مضارع کے ساتھ مقدّر

ہے اگر گکھڑوی صاحب یا ان کے حلقۂ اثر والوں نے یہ نہیں پڑھا' یا پڑھ کر بھول گئے ہیں تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے اور وہ خود پر واا سفا کہنے بجائے ہم پر کیوں دیانت پیٹتے ہیں۔ بعض حوالہ جات حاضر ہیں۔

امام نحو ابن ہشام اپنی معرکۃ الآرا کتاب مغنی اللبیب (جلد۲ صفحہ ۱۷۷ طبع مصر) میں رقم طراز ہیں: الباب السادس من الکتاب فی التحذیر من امور اشتہرت بین المعربین والصواب خلافھا وھی کثیرۃ یعنی کتاب ہٰذا کا چھٹا باب ان امور سے بچنے کی تلقین میں ہے جو عربی خوانوں میں مشہور ہیں جب کہ صحیح ان کے برخلاف ہے اور وہ بہت ہیں۔

پھر ان کی تفصیل کو بیان کرتے ہوئے اسی کے صفحہ ۱۷۸ پر لکھا ہے" والثامن قولھم نحو ائتنی اکرمک ان الفعل مجزوم فی جواب الامر والصحیح انہ جواب لشرط مقدر وقد یکون انما اراد و تقریب المسافۃ علی المتعلمین" یعنی اس سلسلہ کا آٹھواں امر یہ ہے کہ عربی پڑھانے والے حضرات اِئْتِنِیْ اُکْرِمْکَ جیسی مثالوں کی ترکیب میں فعل مضارع کو جواب امر ہونے کی وجہ سے مجزوم بتاتے ہیں جب کہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ اسے شرط مقدر کا جواب کہا جائے۔ ممکن ہے کہ وہ اس طریقہ سے طالب علموں کے سامنے اختصار کو ملحوظ رکھنا چاہتے ہوں اھ۔

نیز کافیہ (جس کا موصوف بہت نام لے رہے ہیں) میں ہے:-

"وإنْ مقدرۃ بعد الامر والنھی والاستفھام والتمنی والعرض اذا قصد السببیۃ نحو اَسْلِمْ تَدْخل الجنۃ "اھ ملاحظہ ہو [صفحہ ۱۰۲ طبع نور محمد اصح المطابع کراچی]

نیز اس کے تحت بین السطور میں غایۃ التحقیق کے حوالہ سے لکھا ہے:-

"ای اذا قصد کون ذلک الامر واخواتہ سببا لمضمون ھذا المضارع فیتأتی معنی الشرط "اھ

شرح جامی مع الکافیہ میں ہے:-

وبان مقدرۃ عطف علیٰ قولہ بلم ای وینجزم لمضارع بان مقدرۃ وسیجئی بیانہ [۳۱۲]

نیز اسی کے صفحہ ۳۱۳'۳۱۴ پر عبارت کافیہ ہے: و کلم المجازة تدخل على الفعلين لسببيّة الاوّل و مسببيّة الثانى ويسمان شرطاً وجزاءً اھ

نیز صفحہ ۳۱٦ پر کافیہ مع شرح الجامی میں ہے: وان التى ينجزم بها المضارع حال كونها مقدرة انما كانت مقدرة بعدا لامر نحو زرنى اكرمك اى ان تزرنى اكرمك"۔

نیز اسی شرح جامی میں ہے:-اذا كان المضارع الواقع بعد هذه الاشياء الخمسة صالحاً لان يكون مسببا لما تقدم وقصد السببية اى سببيّة ما تقدر فحينئذ تقدير ان مع مضارع يؤخذ مما تقدم ويجعل المضارع الواقع بعد هذه الاشياء مجزوما بها (الى) قدران مع ذلك الفعل ويجعل المضارع الواقع بعدها جزاء فينجزم بها (الى) نحو اسلم تدخل الجنة فقدران مع الفعل المأخوذمن اسلم وجعل تدخل الجنة جزاء له فقيل ان تسلم تدخل الجنة اھ ......

نیز رضی شرح الکافیہ (جلد ۲ صفحہ ۲٦۵ طبع ایران) میں ہے: والطلب اظهر فى تضمن معنى الشرط ...... فلما تقرر ان فى الطلب مع يصلح جزاء بعده معنى الشرط الخ۔

نیز اسی میں ہے:- وانجزام الجزاء بهذه الاشياء لابان مقدرة ظاهر مذهب الخليل لانه قال ان هذه الاوائل كلها فيها معنى ان فلذلك انجزم الجواب ومذهب غيره ان ان مع الشرط مقدرة بعدها وهى دالّة على ذلك المقدر اھ۔ اسی طرح حاشیہ نمبر اہدایۃ النحو صفحہ ۹۰ میں بھی ہے:- ولفظها: مذہب خلیل ایں کہ جزا بایں اشیاء مجزوم مشہود نہ بان مقدرو مذہب غیر اوایں جاان مع شرط مقدر است وایں اشیاء بر شرط مقدر مذکور دلالت دارند اھ۔

تحریر سنبث (صفحہ ۲۹۰ طبع پشاور) میں ہے:-"والدال على السببية و المسببيّة ليس الاحرف الشرط وحرف الشرط ليس مذكوراً فى اللفظ فعلم انه مقدرة "اھ۔

اسی کی مانند سؤال کابلی صفحہ ۳۴۹ طبع پشاور میں بھی ہے۔

نیز محرم آفندی (جلد ۲ صفحہ ۳۵۵'۳۵٦ طبع ملتان) میں ہے:- (نحو زرنى اكرمك) فالشرط مع الجازم مقدر (اى ان تزرنى اكرمك مجزوماً بها) اى بأن

المقدرة وجزاء للشرط المقدر فتكون الاشياء المذكورة قرينة علٰى ذٰلك المقدر وتكون السببيَة قرينة للشرط اھ۔

نیز مبتدی طلباء کو پڑھائی جانے والی مشہور ومتداول کتاب ہدایۃ النحو (صفحہ ۹۰ طبع نور محمد) میں ہے: وانما تقدر ان بعد الافعال الخمسة التی هی الامر نحو تَعَلَّمْ تَنْجُ …… وذلک اذا قصد ان الاوّل سبب للثانی …… فان معنی قولنا تَعَلَّمْ تَنْجُ هو اِنْ تَتَعَلَّمْ تَنْجُ اھ۔

نیز گکھڑوی صاحب جن لوگوں سے رابطہ کا بار بار مشورہ دیتے ہیں' انہی کو دیکھ لیتے تو انہیں ہم سے الجھنے کی ضرورت نہ پڑتی (گویا وہ دیگر چھوٹی بڑی عربی فارسی اور اردو کی متعلقہ کتابوں کے علاوہ خود اپنے گھر کی کتابوں سے بھی غافل اور ناواقف ہیں) چنانچہ مدرسہ دیوبند کے مولوی افتخار علی صاحب دیوبندی نے ہدایۃ النحو کی مذکورہ بالا عبارت کے تحت اردو شرح میں لکھا ہے:۔

الغرض جب فعل مضارع اشیاء مذکورہ میں سے کسی ایک شے کے بعد واقع ہو اور مضمون مضارع کے لیے اشیاء مذکورہ کی سببیّت کا قصد کیا جائے تو اس وقت معنی شرط کے متحقق ہو جائیں گے …… پس مضارع مذکور شرط مقدر کی جزاء ہے اور جزاء مجزوم ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ مجزوم ہوگا جیسے اَسْلِمْ تَدْخُلِ الْجَنَّةَ …… یہاں پر اَسْلِمْ صیغہ امر کے بعد ان شرطیہ مع فعل شرط مقدر ہوگا اور تدخل مضارع مذکور جزاء ہوگا اور تقدیر عبارت اس طرح پر ہوگی اَسْلِمْ اِنْ تُسْلِمْ تَدْخُلِ الْجَنَّةَ۔ اسلام لا۔ اگر اسلام لے آیا تو جنت میں داخل ہوگا اھ بلفظہٖ ملخصاً …… ملاحظہ ہو [مصباح النحو صفحہ ۱۴۶ حاشیہ نمبر ۳] ……

ان تمام عبارات میں ہمارے موقف کے مطابق فی الجملہ تمام باتیں آ گئی ہیں جو تقریباً سب کی سب بزرگ دیوبندی مولوی افتخار علی صاحب کی منقولہ بالا عبارت میں بھی مذکور ہیں جیسے شرط اور جزاء کے الفاظ وغیرہ جس سے اس سلسلہ کے جملہ گکھڑوی اعتراضات کافور ہو گئے۔ وللہ الحمد۔

گکھڑوی توجیہ سخت مردود ہے:۔

گکھڑوی صاحب کی جانب سے یہ توجیہ کہ "بینوا امر ہے اور توجروا جواب امر ہے اور واؤ کے بعد اَن مقدر کی وجہ سے منصوب ہے اور توجروا کے منصوب ہونے کی وجہ سے ہی نون اعرابی گر گیا ہے" (ایضاح جلد ۱ صفحہ ۲۰ سطر نمبر ۶' ۷) نہایت درجہ غلط اور سخت مردود ہے کیونکہ اس

صورت میں حسب مقام اس کا معنیٰ صحیح نہیں بنتا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اس واؤ کے لیے دو شرطیں ہیں۔ نمبرا: یہ کہ وہ اشیاء ستہ مجوزہ (صیغۂ امر وغیرہ) میں سے کسی کے بعد ہو۔ اور نمبر۲: یہ کہ اس کے ماقبل اور مابعد حصول کا وقت ایک ہو۔ چنانچہ کافیہ اور اس کی شرح الفوائد الضیائیہ (صفحہ ۳۰۹ طبع فاروقی ملتان]) والواؤ ......فتقدیر ان بعدها مشروط بشرطین احدهما الجمیعة ای مصاحبة ما قبلها لمابعدها و الافالواو للجمع دائما وثانیهما ان یکون قبل الواو مثل ذلک اھ۔

اسی طرح دیگر بے شمار کتب نحو میں بھی ہے ....

نیز بزرگ دیو بندی مولوی افتخار علی صاحب لکھتے ہیں ''اس واؤ کے بعد اَن کی تقدیر دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے ایک جمعیۃ کہ جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ واو کا ماقبل اس کے مابعد کا مصاحب ہو یعنی دونوں کے حصول کا ایک زمانہ ہو (الیٰ) اور دوسری شرط یہ ہے کہ واؤ سے پیشتر فاء کی طرح اشیاء ستہ میں سے کوئی نہ کوئی ضرور ہو'' اھ۔ ملاحظہ ہو [مصباح النحو صفحہ ۱۴۳]

مزید یہ کہ پیش نظر صورت میں اَن کے مقدر ماننے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے بغیر جملہ خبریہ کے جملہ انشائیہ پر عطف کا مرتکب ہونا پڑتا ہے جو ناجائز ہے جب کہ اَن کی تقدیر کی صورت میں عطف المفرد علی المفرد کی جائز صورت نکل آتی اور اس خرابی سے بچاؤ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ امام ابن الحاجب رحمہ اللہ تعالیٰ اَن کے بعد کی تقدیر عبارت کی وضاحت فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں: ''تقول اَکْرِمْنِیْ وَاُکْرِمَکَ ای لیجتمع الاکرامان'' اھ [صفحہ ۱۰۵ طبع کراچی]

نیز علامہ جامی رقم طراز ہیں: ''کما تقول زرنی واکرمک ای لتجتمع الزیارة والاکرام'' [شرح جامی صفحہ ۳۰۹]

نیز گکھڑوی صاحب کی جماعت کے مولوی افتخار علی صاحب دیو بندی نے لکھا ہے: ''لیکن منک زیارة واکرام منی'' ملاحظہ ہو [مصباح النحو صفحہ ۱۴۳ حاشیہ نمبرا]

نیز علامہ جامی اَن کے مقدر ماننے کی توجیہ میں فرماتے ہیں: ''فان الواو والفاء عاطفتان واقعتان بعد الانشاء وقد امتنع عطف الخبر علی الانشاء فجعل مفرداً لیکون من قبیل عطف المفرد علی المفرد المفهوم من ذلک الانشاء فیکون المعنیٰ

فی زرنی فاکرمک لتکن زیارۃ منک فاکرام منی ایاک وفی لاتأکل السمک وتشرب اللبن لایکن منک اکل السمک وشرب اللبن اھ۔ [شرح جامی صفحہ ۳۰۴]

بناء بریں پیش کردہ گکھڑوی مثال اَسْلِمَ وَتَسْلِمَ کی تقدیر عبارت ہوگی لیجتمع الاسلام والسلامۃ اسی طرح بینوا وتوجروا کی تقدیر عبارت بنے گی لیجتمع البیان والاجر جو معنوی اعتبار سے درست نہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ توجروا کے ضمن میں مذکور اجر سے مراد قطعی طور پر اجر دنیوی نہیں بلکہ اجر اخروی ہی ہے جو فوراً نہیں مل جاتا بلکہ مستحق اور اہل کو روز قیامت ہی ملے گا۔قال اللہ تعالیٰ لھم اجرھم عند ربھم وقال ایضاً واللہ عندہ اجر عظیم ۔جب کہ واؤ کے للجمعیۃ ہونے کا تقاضا اس کا فوری حصول ہے اور فوراً حصول کے معنیٰ میں لینے کی صورت میں یہ مسئلہ یا کتاب کے لکھنے کی اجرت اور فیس کے معنیٰ میں بن جائے گا جب کہ وہ سائل کی مراد بھی نہیں ہوتا۔ہاں گکھڑوی صاحب کے ہاں یہ مروّج ہو تو علیحدہ بات ہے اور اس صورت میں ان کے سائل کی جانب سے یہ ہوگا کہ چاہیے کہ آپ کا یہ مسئلہ بتانا اور میرا اس کی فیس (یا ہرجانہ) ادا کرنا ایک ساتھ ہو (ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) ....

وبطریق آخر:۔

گکھڑوی صاحب کے الفاظ ''بینوا وتوجروا'' میں توجروا کو منصوب بانْ مقدر ماننا محلّ نظر بلکہ غلط اور کم از کم یہ کہ ہمارے اور ان کے مابین مختلف فیہ ہونے کے باعث مشکوک کیفیت کا حامل ہے جب کہ واؤ اور فاء کے بغیر والی صورت (''بینوا توجروا'') متفق علیہ ہے کیونکہ انہوں نے بھی اس سے انکار نہیں کیا بلکہ صحیح بخاری کے حوالہ سے اسلم تسلم کے الفاظ لکھ کر اسے مان لیا ہے نیز قرآن وحدیث میں یہی طریقہ بکثرت وارد ومستعمل ہے۔چنانچہ سورۂ آل عمران میں ہے تَعَالَوا نَدْعُ ۔نیز سورۂ انعام میں ہے تَعَالَوا اَتْلُ ۔نیز حدیث شفاعت میں ہے سل تعط و اشفع تشفع [رواہ البخاری وغیرہ]

علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ (جو بینوا توجروا کی عمدہ نظیر بھی ہے) اِشْفَعُوْا تُوْجَرُوْا'' اھ ...... ملاحظہ ہو [صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۱۹۲]

پس مسنون طریقہ بغیر واؤ والا ہوا۔جب کہ گکھڑوی صاحب نے اپنی راہِ سنت کا باب

ششم اس بارے میں ہی لکھا ہے کہ جب کسی چیز کے سنت اور بدعت ہونے میں اشتباہ واقع ہو تو سنت کو اختیار کرنا چاہیے۔ لہٰذا اب گکھڑوی صاحب کو کم از کم اپنے ہی لکھے کی لاج رکھتے ہوئے ''وتوجروا'' والے الفاظ پر نہیں اڑے رہنا چاہیے جب کہ کسی امر کا مسنون ہونا تیجہ وغیرہ کے مسائل ہی میں منحصر نہیں نیز جب کہ یہاں سنت سے مراد فقہی و اصولی بھی نہیں بلکہ مقابل بدعت ہے فافہم۔

ہٹ چھوڑیئے اب بر سر انصاف آیئے
انکار ہی رہے گا میری جان کب تلک؟

''بینوا توجروا'' کے متعلق علماءِ نحو کا فیصلہ:-

یہاں اس امر کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ بعض علماءِ نحو بھی صدیوں پہلے ''بینوا توجروا'' کے اسی حالت میں ہونے کو بیان فرما گئے ہیں جو بعینہٖ ہمارا موقف ہے۔ چنانچہ شرح جامی کے مشہور محشّی علامہ عبدالرحمٰن بن محمود اسفرائی' عبارت جامی نحو زُرْنِیْ اُکْرِمْکَ کے تحت ارقام فرماتے ہیں:-

قولہ زُرْنِیْ اُکْرِمْکَ بسکون المیم فالتقدیر ان تزرنی فاکرمک کما یقول الفقہاء فی الفتوی ''بینوا توجروا'' وھو فی الاصل توجرون فقولہ بینوا صیغۃ الامر یعنی بیان کیند شمایان ' اجر دادہ شدہ اید شمایان. فالتقدیر ان بینوا توجروا بفتح الجیم اھ ملاحظہ ہو [شرح جامی صفحہ ۳۱٦ بحث الافعال المضارع ومواضع انجزامہ۔ حاشیہ نمبر ۳ طبع ملتان]

گکھڑوی صاحب! یہ ہے وہ شرح جامی کا حاشیہ جو بزعم خویش آپ نے بہت پڑھا پڑھایا ہے اور ہم نے دیکھا ہی نہیں۔

بہر بیشہ گماں مبر کہ خالیست
شاید کہ پلنگے خفتہ باشد

لہٰذا اس حوالہ سے مصباح سنت کا راہِ سنّت پر اعتراض تا حال قائم ہے اور جسے انہوں نے جہالت کی ناکام مہر کہہ کر بات کو آئی گئی کرنے کی کوشش کی ہے (ایضاح سنت جلد ۱ صفحہ ۱۹) وہ ان پر مکمل

طور پر ثبت ہے۔ ھذا والحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد المرسلین حبیبنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

بحث جہالت گکھڑویہ نمبر۲ (تعریف سنت):۔

مصباح سنت میں فقیر نے گکھڑوی صاحب کی جہالت کی دوسری مثال یہ پیش کی تھی کہ:

''علاوہ ازیں سنّت کی اصولی تعریف موصوف نے اس طرح لکھی ہے: ''سنّت کو (جو آنحضرت ﷺ کا قول وعمل ہے)'' الخ ملاحظہ ہو (راہِ سنّت صفحہ ۱۴۵) جو صحیح نہیں کیونکہ تقریر رسول ﷺ بھی اس کا جزء ماہیت ہے۔ چنانچہ طلباء مشکوٰۃ کو پڑھائے جانے والے اصولِ حدیث کے مشہور رسالہ المعروف بہ مقدمۃ الشیخ کی ابتداء سطور میں مرقوم ہے: اعلم ان الحدیث فی اصطلاح جمہور المحدثین یطلق علٰی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلمؐ فعلہ وتقریرہ ''یعنی جمہور محدثین کی اصطلاح کے مطابق: حدیث نبی کریم ﷺ کے قول، فعل اور تقریر تینوں کو کہا جاتا ہے''۔ [مصباح سنّت جلد ا صفحہ ۳۰]

اقول:۔ ہم نے اس سے بنیادی طور پر گکھڑوی صاحب سے یہ منوانا تھا کہ قول وفعل کی طرح ''تقریر'' بھی حدیث کے حصہ کے طور پر تعریف حدیث میں شامل ہے اور یہ قول وفعل سے اپنے وجود خارجی کے اعتبار سے ایک الگ چیز ہے کیونکہ ائمہ حدیث (ائمہٗ شان) نے حدیث مرفوع کو قولی، فعلی اور تقریری تین اقسام پر منقسم فرمایا ہے جب کہ قسیم ایک دوسرے سے مغائر ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں فعلی حدیث کا مصطلح تقریری میں پایا جانا بھی خلاف واقعہ ہے اس حوالہ سے بھی اس کے فعلی حدیث سے علیحدہ ہونے پر روشنی پڑتی ہے۔

باقی رہا بعض کا تقریر کو فعل میں شامل مانتے ہوئے اسے علیحدہ ذکر نہ کرنا جیسے طاہر الجزائری تو یہ ہمیں کچھ مضر یا گکھڑوی صاحب کو کچھ مفید نہیں کیونکہ ہماری گفتگو گکھڑوی صاحب ہی سے ان کے مقرر کردہ اصولوں کی بناء پر ہو رہی ہے، کسی طاہر بن صالح الجزائری صاحب سے نہیں (جن کی شخصیت بھی ابھی لائق تحقیق ہے) پھر تقریر کو فعل میں شامل بنانا عموم سے خاص پر استدلال کے قبیل سے ہے بتایا جائے کہ گکھڑوی صاحب عام سے خاص پر دلیل لانے کے کب

سے قائل ہیں جب کہ راہِ سنّت کا مرکزی نکتہ بھی اسی کی تردید ہے۔

پھر راہِ سنّت صفحہ۴۲ وغیرہ سے ظاہر ہے کہ وہ جمہور کو ترجیح دینے کے قائل ہیں جب کہ جمہور ائمۂ شان' تعریفِ حدیث میں قول وفعل کے ساتھ تقریر کا ذکر بھی کرتے ہیں جس کی وضاحت مقدمۂ شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت کی جاچکی ہے مگر اسے چھوا تک نہیں گیا۔ فیاللعجب۔

رہا یہ کہ بریلوی مسلک کے عالم شیخ الحدیث علامہ غلام سعیدی صاحب نے بھی (شرح صحیح مسلم شریف جلدا صفحہ۸) میں ایسا ہی کیا ہے اور انہوں نے بھی تقریر کو علیٰحدہ سے ذکر نہیں کیا۔ [ایضاحِ سنّت جلدا صفحہ۲۲'۲۳]؟

تو اوّلاً: معاصرین کو معاصرین پر حجت بنا کر لانا جب کہ وہ اصول موضوعہ سے بھی نہ ہوں کہاں کا اصول ہے؟

ثانیاً: اس سے قطع نظر علامہ موصوف کی عبارت بھی آپ کو ہرگز مفید نہیں کیونکہ اس عبارت میں انہوں نے حدیث کی نہیں بلکہ علم حدیث کی تعریف کی ہے جیسا کہ آپ کے نقل کردہ ان کے الفاظ سے بھی ظاہر ہے کہ:

''حدیث اس علم کو کہتے ہے الخ'' [ایضاحِ سنّت صفحہ۲۳ بحوالہ شرح صحیح مسلم جلدا صفحہ۸]

ثالثاً: علاوہ ازیں انہوں نے تقریرات کو افعال میں شامل نہیں بتایا بلکہ احوال میں شامل کہا ہے جو آپ کے صریحاً خلاف ہے۔ آپ نے ان کے یہ لفظ خود نقل کیے ہیں کہ: ''پھر حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ حضور کی تقریرات بھی احوال میں شامل ہیں'' اھ ملاحظہ ہو۔ [ایضاحِ سنّت جلدا صفحہ۲۳ بحوالہ شرح مسلم]

تو گویا انہوں نے تقریرات کے لیے اقوال وافعال کے علاوہ متبادل لفظ استعمال کیے ہیں۔

رہا احسان الباری صفحہ۴۹ کا حوالہ کہ گکھڑوی صاحب موصوف نے اس میں ''بتایا ہے کہ افعال میں تقریر شامل ہے؟ ملاحظہ ہو [ایضاحِ سنّت صفحہ۲۳]؟

تو اوّلاً: احسان الباری ہمارے پاس نہیں ہے اس لیے تبصرہ کا حق ہم محفوظ رکھتے ہیں۔

ثانیاً: اس سے قطع نظر یہ احسان انہوں نے راہِ سنّت سے پہلے فرمایا ہو یا اس کے بعد'

بہر صورت وہ ہمارے خلاف نہیں بلکہ ہمارے موقف کی واضح تائید ہے کہ ''تقریر'' واقعی مستقل بنیادوں پر ایک علٰیحدہ مستقل امر ہے۔

ہماراس بیان سے تقریر رسول اللہ ﷺ کے حدیث کا جزء ماہیئت ہونے نہ ہونے کی بحث بھی بفضلہ تعالیٰ نمٹ گئی کہ گکھڑوی صاحب نے جب حدیث کا تقریری ہونا بھی مان لیا ہے تو جزء ماہیئت بھی مان لیا۔

علاوہ ازیں جب انہوں نے یہ تسلیم کرلیا ہے کہ کسی چیز کی ماہیئت وہ چیزیں ہوتی ہیں جن سے ملا کر وہ چیز بنے اور اگر ان میں سے ایک چیز بھی نہ ہو تو وہ چیز موجود ہی نہ ہو سکے۔ [ایضاح جلد ا صفحہ ۲۳'۲۴]

تو اتنا بتادیں کہ حدیث تقریری سے ''سکت وقرر '' کے مفہوم کو جدا کرلیں تو کیا وہ حدیث تقریری رہے گی؟

قولہٗ:- رہا یہ کہنا کہ ''اگر مفتی صاحب تقریر کو سنّت کا جزء ماہیئت سمجھتے ہیں تو ان کے نزدیک سنّت صرف وہ کہلا سکتی ہے جس میں آپ ﷺ کا قول وفعل اور تقریر تینوں موجود ہوں اور ایسی ایک سنّت بھی مفتی صاحب کیا ان کا سارا طبقہ بھی دنیا کی کسی حدیث کی کتاب سے ثابت ہی نہیں کرسکتا''۔اھ [ایضاح سنّت جلد'صفحہ۲۴]؟

اقولُ:- تو ہم نے یہ کب کہا ہے کہ قول وفعل وتقریر'' بیک وقت تینوں جمع ہوں گے تو حدیث بنے گی؟ یہ گکھڑوی جانب سے سخت رنگ آمیزی ہے جب کہ کسی کی بات کو غلط رنگ دے کر پیش کرنا خصوصاً اہلِ علم کہلانے والوں کے قطعاً شایان شایان نہیں خصوصاً جب کہ وہ خود بھی لکھ چکے ہیں کہ ''انہوں نے یہ ضرور پڑھا ہوگا کہ کسی کی کلام میں جہاں تک ہو سکے اس کو درست بنانے کی کوشش کی جاتی ہے خواہ مخواہ کا غلط مفہوم متعین نہیں کرنا چاہیے''۔اھ [ایضاح سنّت جلد ا صفحہ ۴۰]

قول'فعل اور تقریر جب تینوں علٰیحدہ علٰیحدہ امور ہیں تو ہمارے کلام کا مطلب بالکل واضح ہے کہ حدیث قولی کا ایک بنیادی جزء قول'فعلی حدیث کا بنیادی جزء'فعل اور تقریری حدیث کا ایک بنیادی جزء تقریر رسول ﷺ ہے جو قطعاً بے غبار ہے۔

پھر بھی نہ مانیں تو اتنا تو آپ کو بھی تسلیم ہے کہ حدیث اور سنّت آنحضرت ﷺ کا قول و

عمل ہے۔ ملاحظہ ہو۔ [راہِ سنّت صفحہ ۱۴۵ نیز ایضاحِ سنّت جلد ۲۲۱]

یعنی دو چیزیں آپ کے نزدیک حدیث کا بنیادی حصہ ہیں نمبر ۱ قولِ رسول ﷺ اور نمبر ۲ عملِ رسول ﷺ۔ تو کیا حدیث اور سنّت محض اس وقت متصور ہوگی جب اس میں ان دونوں کا اجتماع ہو اور حدیث و سنّت ہونے کے لیے بیک وقت قول و عمل دونوں کا ثبوت ضروری ہے؟

تو کیا آپ کے لفظوں میں آپ اور آپ کا سارا طبقہ ہر ہر حدیث کا اس طرح سے ہونا ثابت کر سکتے ہیں اور کیا اس سے وہ تمام احادیث جو صرف قولی یا صرف فعلی ہیں، حدیث ہونے سے خارج نہ ہو جائیں گی جب کہ اس طرح کا اخراج سب کا ہو یا کچھ کا، جرم ہونے کے نکتہ میں برابر ہے۔

قولہٗ:- فرماتے ہیں محسوس ہوتا ہے کہ مفتی صاحب نے جزءِ ماہیّت کا لفظ تو سن رکھا ہے مگر اس کے معنیٰ اور مفہوم سے بالکل بے خبر ہیں۔ [ایضاح صفحہ ۲۳]

اقولُ:- مذکورہ بالا وضاحت کے بعد اب ہر شخص کی رائے یہی ہوگی کہ دراصل جناب کی حس خراب ہو چکی ہے یہی وجہ ہے کہ تیسیر المنطق کی عبارت کی نقل بھی صحیح طور پر آپ نہیں لگا سکے، اسے سمجھنا تو بعد کی بات ہے۔ اس میں لکھا تھا کہ ''جن سے وہ شئی مل کر بنے'' ملاحظہ ہو (صفحہ ۱۱ طبع فاروقی کتب خانہ ملتان) جب کہ آپ نے لکھا ہے ''جن سے ملا کر وہ چیز بنے''۔ ملاحظہ ہو۔ [ایضاحِ سنّت جلد ۱ صفحہ ۲۳ سطر آخری]

ویسے ہم نے صرف لفظ سن رکھے ہیں، پڑھا کو تو آپ ہیں۔ ہے یہ گنبد کی سزا جیسی کہو ویسی سنو۔ آگے چلیئے۔

ارشاد ہوتا ہے:- ''اگر وہ علم منطق کی عربی یا فارسی زبان میں کتابیں سمجھنا دشوار سمجھتے ہیں تو کم از کم اردو میں لکھی ہوئی تیسیر المنطق کو ہی دیکھ لیتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ الخ'' [ایضاحِ سنّت جلد ۱ صفحہ ۲۳]

اقولُ:- کب کی دیکھی ہوئی ہے پوچھا ہے تو سنیئے بھی۔ وہ زبان و بیان وغیرہ کے اعتبار سے ایک کمزور سی رسلیہ ہے۔ مثلاً اس کے بالکل شروع میں ''سبق اوّل'' کے زیرِ عنوان پہلی تلقین یہ ہے کہ:

''علم کسی شے کی صورت کا تمہارے ذہن میں آنا جیسے زید کسی نے بولا۔ اور تمہارے ذہن میں اس کی صورت آئی یہ زید کا علم ہے''۔اھ بلفظہٖ [تیسیر المنطق صفحہ۳ طبع ملتان]

یعنی تعریف صرف' مؤلف کے مخاطبین کے لیے ہے' ان کے ماسوا سب اس سے خارج ہیں۔ جواب ارشاد فرماتے وقت' تمہید ایمان شریف میں موجود ''تمہارا رب عزوجل'' کے الفاظ پر تم یا تمہاروں نے جو اعتراض کیا تھا' اسے مدّ نظر رکھنا مت بھولیے گا۔

مزید سنیئے! اسی کے صفحہ ۸'۹ پر لکھا ہے۔ دلالت مطابقہ' دلالت تضمن' دلالت التزام' جب کہ اہلِ علم کے ہاں ان میں سے ہر ایک مرکّب توصیفی کے طور پر مستعمل ہے مرکب اضافی کے طور سے نہیں' جن کی سخافت خود اس میں دیئے گئے عنوان ''دلالت لفظیہ وضعیہ کی قسمیں'' (صفحہ۸) سے بھی ظاہر ہے۔ ورنہ اسے ''دلالت لفظ'' یا ''دلالت وضع'' کر کے کیوں نہیں لکھا فافہم۔

علاوہ ازیں اس کے صفحہ ۱۱ پر حقیقت و ماہیت کو مترادف ظاہر کیا گیا ہے' جس پر آپ کے حکیم الامت تھانوی صاحب نے واضح تعریض کی ہے اس سے بھی تیسیر کے متعلق ہمارے اس موقف پر روشنی پڑتی ہے۔ [صفحہ ۱۱ حاشیہ نمبر ۲]

گلہڑوی مجبوری:-

اس قدر اصولوں سے انحراف نیز علمی بے اعتدالیوں کے ارتکاب کے باوجود الٹا ہمیں ہی گالیاں (اپنی جہالت کا مظاہرہ (صفحہ۲۲) جہالت کا منہ بولتا ثبوت (صفحہ۲۳) اور محدثین کرام کے انداز ہی سے ناواقف (صفحہ۳۲) کی گالیاں) سنانے اور سخت سست کہہ لینے کے بعد آخر میں فقیر کے متعلق لکھا ہے کہ:-

''ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ بیچارے مفتی صاحب کو جزء ماہیت کے معنیٰ اور مفہوم کا ہی علم نہیں'' اھ ملاحظہ ہو [ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۲۴ سطر نمبر ۶'۷]

اقولُ:- علمی یتیم اور بے چارہ کون ہے اس کا فیصلہ ہم منصف مزاج اہلِ قلم قارئین پر چھوڑتے ہیں ۔ رہی نہ ماننے اور گالیاں دینے کی آپ کی مجبوری؟ تو بجا ہے کہ اس کے بغیر آپ سے جواب ممکن ہی نہیں تھا۔ آپ کا جو کام ہے وہ آپ کریں' ہماری جو ذمہ داری تھی وہ ہم نے پوری کر دی ہے **والحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیّد المرسلین حبینا محمد**

وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وتبعہٖ اجمعین ......

اعلام: اس پر ابھی کلام کی گنجائش باقی ہے کہ آپ نے سنّت کی جو تعریف لکھی ہے وہ اہلِ اصول فقہ کے حوالہ سے ہے یا ائمۂ حدیث کے اصول کے مطابق؟ (لہ موضع ووقت آخر)

بحث جہالت گکھڑوی نمبر۳ (سنّت اصولیہ مقابل بدعت شرعیہ):-

گکھڑوی صاحب کی جہالت کی تیسری مثال پیش کرتے ہوئے ہم نے مصباح سنّت میں لکھا تھا کہ:-

"علاوہ ازیں گکھڑوی صاحب نے سنّت اصولیہ کو مقابل بدعت بھی سمجھ لیا ہے جو ان کی ایک اور جہالت ہے لان بینھما بونا بعیداً [مصباح سنّت جلد اصفحہ ۳۰]

اس کو نقل کرنے کے بعد گکھڑوی صاحب کی جانب سے فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۲۱۹ اور تاج العروس جلد ۵ صفحہ ۲۷۱ کی عبارات کے ٹکڑے پیش کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اس اعتراض میں بھی مفتی صاحب نے خود اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے اس لیئے کہ علماء محدثین نے سنت کے مقابل کو بدعت ہی کہا ہے" (الیٰ) "اس کی مزید تفصیل راہِ سنّت میں ملاحظہ فرمائیں جب علماء نے تصریح کی ہے کہ مقابل سنّت کام بدعت ہوتا ہے تو مفتی صاحب موصوف کا اس پر اعتراض محض جہالت ہے" اھ بلفظہٖ ملخصاً۔

ملاحظہ ہو [ایضاحِ سنّت صفحہ ۲۴، ۲۵]

اقول:- یہ قطعاً ہمارے سؤال کا جواب نہیں کیونکہ ہم نے یہ نہیں پوچھا تھا کہ سنت، بدعت کے اور بدعت، سنت کے مقابل ہوتی ہے یا نہیں؟ ہمارا سؤال تو یہ تھا کہ سنت اصولیہ جس کا معنی خود آپ نے قول وعملِ رسول ﷺ بیان کیا ہے پھر اسی کو مقابل بدعت گردانا ہے اس کا کیا ثبوت ہے؟ جو آپ نے تا حال پیش نہیں کیا اور وہ آپ کے ذمہ ہمارا واجب الاداء قرض ہے جس کی ادائیگی آپ پر فرض ہے اور یہ آپ کے سخت عجز اور شکست فاش کی دلیل بھی ہے۔ باقی فتح الباری اور تاج العروس کی عبارتیں آپ کی دلیل نہیں کیونکہ یہ آپ کے معیار دلائل سے خارج ہیں۔ راہِ سنّت کا باب اوّل کھول کر اسے ذہن میں تازہ کریں آپ اس میں طے کر آئے ہیں کہ آپ کے ہر دعویٰ اور موقف کی دلیل قرآن، حدیث، اجماع امت اور قیاس امام میں سے کوئی ایک ہوگی یعنی ان سے

آپ باہر نہیں جائیں گے جب کہ اب آپ ان سے باہر نکل گئے ہیں۔ علاوہ ازیں فتح الباری وغیرہ کی وہ عبارتیں آپ کے دعویٰ سے مطابقت بھی نہیں رکھتیں کیونکہ ان میں سے کسی میں ''السنۃ الاصولیہ'' کے لفظ نہیں ہیں بلکہ صرف ''السنۃ'' کے لفظ ہیں جو خارج از بحث ہیں۔ پھر یہ آپ کے خلاف بھی ہے کیونکہ آپ کے نزدیک جب دلائل شرع چار ہیں جن میں سے ایک حدیث یعنی وہی زیر بحث سنت اصولیہ ہے تو اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ بدعتی صرف وہی ہوگا جو تارک حدیث ہو۔ قرآن' اجماع یا قیاس مجتہد کا ترک کرنے والا بدعتی نہیں۔ پھر محض ترک عمل کے بدعت شرعیہ ہونے کی شرعی دلیل کیا ہے؟ اگر کوئی از راہ کاہلی کسی حدیث پر عمل نہیں کرتا اور اسے جرم بھی سمجھتا ہے تو کیا وہ اس صورت میں بھی بدعتی ہوگا؟ نیز فرائض کے تارکین (بے نماز وغیرہ) اور ممنوعات و محرمات شرعیہ کے ارتکاب کرنے والوں (چوروں' راہزنوں' رشوت خوروں اور سودیوں) کو ان کے جرائم کی بناء پر بدعتی کیوں نہیں کہا جاتا؟ پھر مطلقاً ہر سنت کا ترک ہی بدعت ہے تو فقہاء کرام سنت غیر مؤکدہ کے ترک کو خلاف اولیٰ اور مؤکدہ کے ترک کو اساءت سے کیوں تعبیر کرتے ہیں اور اسے سیدھا بدعتی ہی کیوں نہیں کہہ دیتے؟ علاوہ ازیں آپ نے خود بھی ترک مستحب کے بدعت ہونے سے انکار کیا ہے۔ ملاحظہ ہو [ایضاح سنّت جلد ا صفحہ ۵۹]

رہا یہ کہنا کہ ''مزید تفصیل راہِ سنّت میں ملاحظہ فرمائیں''؟ تو بھلے مانس! اسے ملاحظہ فرما کر ہی تو یہ سوال اٹھایا ہے اس میں تشفی بخش دلیل ہوتی تو یہ سوال ہی کیوں اٹھاتے؟ پھر آپ ہی اس سے کوئی مطلوبہ معیار کی دلیل چن کر ایضاح میں لکھ دیتے۔ بہر حال ہمارا یہ سوال تا حال قائم ہے۔ جس کا صحیح جواب مہیا کرنے کی بجائے ہیرا پھیری سے کام لیا گیا ہے۔ پس مطلوبہ جواب پیش کرنے کی بجائے الٹا اسے ہماری جہالت قرار دینا خالص گالی اور آپ کا جہل مرکب ہے۔ واقعی آپ اہلِ حق ہیں تو مرنے کے قریب ہو پہلی فرصت میں اس سے توبہ کر لو۔ اسی میں عافیت اور اسی میں عزت ہے۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

بحث جہالت گھمڑ دیہ نمبر۴ (عدم فعل کا نام سنّت):-

موصوف کی جہالت کی چوتھی مثال پیش کرتے ہوئے فقیر نے مصباحِ سنّت میں لکھا تھا کہ ''نیز انہوں نے لکھا ہے: جس طرح جناب نبی کریم ﷺ کا کسی کام کو کرنا سنت ہے اسی طرح کسی

کام کو چھوڑ نا بھی سنت ہے۔ ملاحظہ ہو (راہِ سنت صفحہ ۹۲ نیز صفحہ ۹۳ نحوہٗ) جو بلا دلیل اور قطعاً غلط ہے کیونکہ سنت، فعل کا نام ہے، عدم فعل کا نہیں جس کی وضاحت سنت کی تعریف سے بھی ہوتی ہے جو کسی اہلِ علم پر مخفی نہیں۔ اس کی مزید بحث مع مالہ وماعلیہ اپنے مقام پر آ رہی ہے''۔ اھ ملاحظہ ہو [مصباح سنّت جلد ا صفحہ ۳۰، ۳۱]

ایضاحِ سنّت میں گکھڑوی صاحب کی جانب سے اس کا جو جواب دیا گیا ہے وہ مکمل صورت میں حسبِ ذیل ہے :- (فرماتے ہیں)

''جس طرح نبی کریم ﷺ کا کسی کام کو کرنا سنت کہلاتا ہے اسی طرح فعل کا داعیہ ہوتے ہوئے اس کا ترک بھی سنت کہلاتا ہے (الیٰ) راہِ سنّت میں حضرت ملا علی قاری شیخ عبدالحق محدّث دہلوی صاحب مظاہر الحق صاحب مواہب لطیفہ شرح مسند امام ابو حنیفہ ہدایہ اور عالمگیری وغیرہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جس طرح حضور علیہ السلام سے ثابت فعل کی اتباع سنت ہے اسی طرح جس کام کو آپ ﷺ نے نہیں کیا اس کا ترک بھی سنت ہے اور حضرت ابن عباس حضرت ابن عمر اور حضرت عمارہ بن رویبہ سے نقل کیا کہ وہ ایسے امور کا سختی سے رد فرماتے ہیں جو آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں۔ اتنے واضح اور صریح دلائل کے ہوتے ہوئے مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ یہ بلا دلیل ہے خالص ضد اور ہٹ دھرمی ہے''۔ اھ ملاحظہ ہو [ایضاح سنّت جلد ا صفحہ ۲۵، ۲۶]

اقولُ:- ہمارا سوال صرف اتنا تھا کہ گکھڑوی صاحب کا یہ ''دعویٰ کہ کسی کام کو چھوڑنا بھی سنّت ہے'' موصوف کے بے بنیاد دعویٰ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی جہالت کا مظہر بھی ہے اور اس کی ایک مختصر دلیل کی طرف بھی ہم نے اشارہ کر دیا تھا کہ ''سنّت، فعل کا نام ہے، عدم فعل کا نہیں جس کی وضاحت سنّت کی تعریف سے بھی ہوتی ہے جو کسی اہل علم پر مخفی نہیں'' (کمامرّ)۔ ہم نے ان کا جواب بلا کمی وکاست مکمل نقل کر دیا ہے اسے بغور دیکھیں ان کے اس پورے جواب میں ہمارے اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں ہے۔ صرف محض دفع وقتی کرتے ہوئے نئے سرے سے راہِ سنّت کی طرف رجوع کرنے کا کہا گیا ہے لیکن پھر بھی اس سے کوئی دلیل نقل نہیں کی گئی کہ ہمارے ذمہ اب اس کا جواب بنتا ہو۔ راہِ سنّت میں کوئی تسلی بخش بات ہوتی تو ہم یہ سوال ہی کیوں اٹھاتے پھر

آپ نے راہِ سنّت ہی کا راستہ دکھانا تھا تو ایضاح سنّت کے لکھنے کی تکلیف ہی کیوں کی؟ باقی راہ سنّت پر محوّل کرتے ہوئے جتنی کتب گنوادی گئی ہیں ان میں سے کچھ قطعاً غیر معتبر ہیں' کچھ خود گکھڑوی صاحب کے مقرر کردہ دلائل سے خارج ہیں' کچھ کے حوالہ جات میں قطع وبرید سے کام لیا گیا ہے' کچھ کی عبارات کے معنیٰ کو من مانا جامہ پہنایا گیا ہے' کچھ خود ان کے خلاف ہیں' جب کہ ان میں کوئی ایک بھی ایسی دلیل نہیں ہے جس میں عدم فعل کو سنّت کا نام دیا گیا ہو یا اس میں ''داعیہ'' کی قید ہو اس سب کی مکمل تفصیل مصباح سنت جلد سوم زیر طبع میں ہے اسے وہیں ملاحظہ فرمائیں۔

پس نہ صرف یہ کہ ہمارے اعتراض کا جواب نہیں دیا گیا بلکہ ہماری عبارت بھی ادھوری نقل کی گئی ہے تاکہ عام قارئین ہمارا مطالبہ ہی نہ سمجھ سکیں چنانچہ ایضاح میں ''قطعاً غلط ہے'' تک ہماری عبارت نقل کی اور اگلے حصہ کو صاف اڑا گئے پھر الٹا حسبِ عادت ہمیں ''خالص ضد اور ہٹ دھرمی'' کے لفظوں سے گالی بھی دے دی ہے جو ان کی شکستِ فاش کی ایک اور دلیل ہے اور یہ گالیاں ان کی مجبوری بھی ہیں جس پر ہم صبر کرتے اور یہ پیش نظر رکھتے ہیں کہ کل اناء یترشح بما فیہ ہمیشہ برتن سے وہی کچھ باہر آتا ہے جو اس میں ہو۔

بحث جہالت گکھڑویہ نمبر۵ (غلط ترجمہ آیت):-

موصوف کی مزید ایک اور جہالت کی نشاندہی کرتے ہوئے ہم نے لکھا تھا:-

''نیز موصوف نے قرآنی الفاظ فِطْرَةَ اللهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے: ''یہ اللہ تعالیٰ کا وہ قانون فطرت ہے جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے''۔ ملاحظہ ہو۔ [راہِ سنّت صفحہ۱۲]

اقول:- اس میں موصوف نے فطرۃ اللہ کے الفاظ کو مبتدا محذوف ھٰذہٖ کی خبر بنادیا ہے جیسا کہ ان کے لفظ ''یہ'' سے ظاہر ہے جو قطعاً خلاف فطرت ہے کیونکہ خبر مبتدا مرفوع ہوتی ہے جو کسی مبتدی لایعقل پر بھی مخفی نہیں فضلاً عن عاقل جب کہ نظم قرآنی میں لفظ ''فطرۃ'' منصوب ہے فاتضح ماقلنا اھ [مصباحِ سنّت جلد۱ صفحہ۳۱]

گکھڑوی صاحب کی جانب سے اسے نقل کرنے کے بعد اس کے جواب میں لکھا ہے کہ:

یہاں بھی مفتی صاحب موصوف نے اپنی دو جہالتوں کا ثبوت دیا ہے پہلی جہالت یہ کہ ان کو تفسیر کے اصول وضوابط کا ہی پتہ نہیں ورنہ وہ ایسا اعتراض نہ کرتے۔ مفتی صاحب موصوف کی معلومات کے لیئے اعتراض ہے کہ قرآن کریم کی آیات کے معانی وتفسیر میں صرف ظاہری الفاظ کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ اسلوب اور سیاق وسباق کو ملحوظ رکھ کر معنی وتفسیر کی جاتی ہے (الیٰ) تقریباً تمام تفاسیر میں یہی انداز اختیار کیا گیا ہے اس پر بے شمار حوالہ جات پیش کیئے جاسکتے ہیں مگر ہم یہاں سردست مفتی صاحب موصوف کے مقتداو پیشوا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا ترجمہ ہی سامنے رکھتے ہیں تاکہ انصاف پسند بریلوی حضرات کو فیصلہ کرنے میں آسانی ہو (اس کے بعد کنز الایمان شریف سے چند آیات کے مفہومی تراجم نقل کیے ہیں) (الیٰ) جس انداز کو مفتی صاحب موصوف نے جہالت اور خلاف فطرت قرار دیا ہے وہی انداز تو ان کے اعلیٰ حضرت نے بھی اختیار کیا ہے اگر مفتی صاحب کے نزدیک (الیٰ) یہ انداز اختیار کرنا جہالت اور خلاف فطرت ہے تو ان کے اعلیٰ حضرت کا انداز پہلے جہالت اور خلاف فطرت ثابت ہوتا ہے اور اگر ان کے اعلیٰ حضرت کا یہ انداز درست ہے تو اسی انداز کو اختیار کرنے کی وجہ سے (الیٰ) اعتراض مفتی عبدالمجید خان صاحب کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے

؎ میں اس واسطے چپ ہوں کہ تماشہ نہ بنے
تو سمجھتا ہے کہ مجھے تجھ سے گلہ کچھ بھی نہیں

مفتی صاحب موصف کی دوسری جہالت یہاں یہ ہے کہ وہ فطرۃ اللہ کے اس ترجمہ کو خلاف فطرت قرار دے رہے ہیں جو (الیٰ) مفتی صاحب کی جہالت کا ثبوت ہے اس لیے کہ فنی اصطلاحات تو ساری کی ساری ظنی ہیں (الیٰ) فنی اصطلاحات میں حقیقتاً بھی کسی نے غلطی کی ہو تو اس کو خلاف فطرت نہیں کہا جاسکتا چہ جائیکہ غلطی بھی نہ ہو (الیٰ) ایسے مفتی صاحب اس طبقہ کو مبارک ہوں جنہوں نے راہِ سنّت کا جواب لکھنے کے لیے ایسی شخصیت کا انتخاب کیا ہے اور راہِ سنّت کی حیثیت گھٹانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ مگر

؎ کبھی پتھر کی لکیریں بھی مٹا کرتی ہیں
کتنے سادہ ہیں تیرا نام مٹانے والے

اھ بلفظہٖ ملخصاً۔ ملاحظہ [ایضاحِ سنّت جلد اصفحہ ۲۶ تا ۲۸]

اقول:۔سؤال صرف یہ تھا کہ ترجمہ مبتداء خبر والا ہے جب کہ نظم قرآنی میں لفظ ''فطرۃ'' منصوب ہونے کی وجہ سے اس کے مبتداء خبر والے ترجمہ کے درست ہونے سے اباء کرتا ہے اس اعتراض کو بالکل نہیں رفع کیا گیا پس وہ جوں کا توں قائم ہے جو''مصباحِ سنّت'' زندہ باد اور ''راہِ سنّت مردہ باد'' کی دلیل ہے۔(وھو المقصود)

باقی ہمارے مقتداء اور پیشوا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرّہ العزیز کے عظیم ترجمۂ قرآن کنز الایمان شریف سے آپ کی پیش کردہ مثالیں (برتقدیر تسلیم) آپ کو قطعاً مفید نہیں اور نہ ہمیں کچھ مضر ہیں۔ جناب آپ نے اڑتی دیکھی ہیں پھنستی نہیں دیکھیں غافل بھی ہیں' اس اعتراض کے حوالہ سے ہم نے دو باتیں آپ سے منوائی تھیں جو نہ صرف یہ کہ آپ نے بلا کم و کاست انتہائی سیدھے طریقے سے مان لی ہیں بلکہ اس کا محقق اور مدلل ہونا بھی تسلیم کر لیا ہے۔ ایک یہ کہ کسی امر کی محض ہیئت کذائیہ' بدعت شرعیہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ قرآن کا ترجمہ تفاسیر کے نچوڑ کی شکل میں کرنا درست ہے جیسا کہ کنز الایمان شریف کا اسلوب بیان ہے۔ بالفاظ دیگر یہ سؤال بنیادی طور پر تھا ہی کنز الایمان شریف پر کیئے گئے اعتراضات (جو عام طور پر اس کے اسی اسلوب ہی کے پیش نظر رکھے گئے ہیں) کے دفعیہ کے لیئے بے خبری یا عدم بصیرت کی بناء پر آپ نہ بھانپ پائے جس سے ہم ''تنقید متین'' کے جواب میں انشاء اللہ بھرپور استفادہ کریں گے۔ سبحان اللہ مباحث ہوں تو ایسے ہوں۔ اب اپنی ہی ایضاحِ سنّت کے صفحہ ۳۱ والے پیش کردہ اپنے مسنون شعر کو یہاں فٹ کر کے اسے بار بار پڑھیں

اے چشمِ اشکبار ذرا دیکھنے تو دے
ہوتا ہے جو خراب وہ تیرا ہی گھر نہ ہو

اور اسے بھی موقع سے بڑی مناسبت ہے کہ

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

رہا یہ ''خلافِ فطرت'' کے الفاظ پر آپ کا اعتراض؟ تو یہ بھی خلافِ فطرت ہے اور معاف کیجئے گا

یہ اس وجہ سے ہے کہ آپ کو اس کے معانی کا پتہ ہی نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمائیں فیروز اللغات اردو (جس سے آپ کو یاد ہوگا کہ آپ نے راہِ سنّت میں بھی استناد کیا ہے اس) میں لفظ فطرت کے دیگر معانی کے ساتھ اس کا ایک معنیٰ ''عقل مندی'' بھی لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو [صفحہ ٥٠٣ خورد سائز طبع فیروز سنز]

نیز آپ ہی کے ایک ہم عقیدہ بزرگ دیو بندی مولوی عبدالحفیظ بلیاوی نے اس کا ایک معنیٰ سنّت اور طریقہ بھی لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو [مصباح اللغات صفحہ ٦٣٩]

بدیع پڑھا ہو اور بھول نہ گئے ہوں تو غور کریں اس جیسے مواقع پر کون سی اصطلاح استعمال ہوتی ہے نیز درج ذیل کلام میں ''توڑا'' کے لفظ کو بھی غور سے پڑھیں

جو گدا دیکھو لیئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

پس دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ دو جہالتوں' پہلی جہالت' دوسری جہالت اور جہالت کا منہ بولتا ثبوت آپ ہی کے اوصاف جمیلہ اور کمالات حمیدہ ہیں یا نہیں؟ ......

لہٰذ جس راہِ سنّت کو آپ نے اپنے منہ میاں مٹھو کے طور پر پتھر کی لکیریں قرار دیا ہے وہ درحقیقت پانی کی لکیر اور انتہائی بودی چیز ہے۔

بحث جہالت گکھڑوی نمبر ٦ (وصیّت بمعنی پیروی):-

مصباحِ سنّت میں اس سلسلہ کی چھٹی مثال یہ پیش کی گئی تھی کہ گکھڑوی صاحب نے حدیث اوصیکم باصحابی کو پیروی اور اتباع کے معنیٰ میں لیا ہے جو نہ صرف یہ کہ لغوی حوالہ سے غلط ہے دیگر دلائل کی رو سے بھی صحیح نہیں ہے۔ پس یہ بھی ان کی جہالت ہوئی (ملخصاً) ملاحظہ ہو [مصباحِ سنّت صفحہ ٣١ تا ٣٣]

گکھڑوی جواب:-

گکھڑوی صاحب کی جانب سے اس کا حسبِ ذیل جواب دیا گیا ہے:-

''مفتی صاحب موصوف نے یہاں بھی اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے اس لیے کہ وصیت کے کئی معانی اہل لغت نے بیان کئے ہیں جن میں سے ایک معنیٰ یہ ہے کہ کسی

سے کسی چیز کا عہد لینا یعنی اس چیز کا پابند بنانا اور یہ پابند بنانا کس چیز میں ہے تو اس کا تعین کلام کے سیاق وسباق سے کیا جاتا ہے اس بارہ میں جو روایت (الیٰ) اوصیکم باصحابی کے الفاظ پیش کیے ہیں اس میں آگے **فلیلزم الجماعۃ** کے الفاظ ہیں کہ جماعت کو لازم پکڑو اور ایک روایت میں **علیکم بالجماعۃ وایاکم والفرقۃ** کے الفاظ ہیں۔ (الجامع الصغیر للسیوطی جلد ا صفحہ ۱۷۸) کہ الجماعۃ کو لازم پکڑو اور الجماعۃ کی علیحدگی سے بچو اور الجماعۃ سے مراد حضرات صحابہ کرام کی جماعت ہے تو صحابہ کرام کی جماعت کو لازم پکڑنے اور ان سے علیحدگی سے بچنے کا مفہوم یہی ہے کہ ان کی اتباع کرو اور پھر (الیٰ) ارشاد فرمایا کہ نجات پانے والا فرقہ وہ ہوگا **ما انا علیہ واصحابی** کہ جو اس طریقہ پر ہوگا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں تو اس حدیث میں بھی اپنی اور اپنے صحابہ کی اتباع کا حکم دیا ہے اس لیے (الیٰ) وصیت کرنا ان کی اتباع کا پابند بنانا تھا مگر مفتی صاحب موصوف نے اپنی جہالت کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے خواہ مخواہ اس پر اعتراض کیا ہے"۔ اھ ملخصاً بلفظہٖ ملاحظہ ہو۔ [ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۲۹، ۳۰]

الجواب: اقولُ وباللہ اصول:-

گکھڑوی صاحب کا یہ جواب ان کی اپنی بولی میں خالص ہٹ دھرمی (ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۳۳) ہے کیونکہ جب وہ مانتے ہیں کہ وصیت کا معنیٰ پیروی کرنا لغت میں آیا ہی نہیں ہے نیز جب کہ علیحدہ سے بھی اس معنیٰ کا کوئی قرینہ نہیں ہے تو ان کا اس پر بلا دلیل اصرار کرنا ایجاد بندہ اور ان کی خالص ہٹ دھرمی نہیں تو اسے اور کیا نام دیا جا سکتا ہے؟ "پابند بنانا" والے معنی پر تبصرہ آگے آ رہا ہے۔ باقی جن الفاظ یا روایات کو انہوں نے اس مقام پر سیاق وسباق قرار دے کر اپنے اس معنیٰ کی صحت کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے تو یہ ان کی سخت ہیرا پھیری اور مغالطہ دہی پر مبنی ہے اور ان میں سے بعض کا جواب تو مصباح سنت میں اس مقام پر پیشگی دیا جا چکا ہے جسے انہوں نے چھوا تک نہیں۔

سخت عجز اور شکست فاش:۔

جوان کا سخت عجز اور شکست فاش ہے۔ چنانچہ فلیلزم الجماعة کے جن الفاظ سے انہوں نے راہ سنت میں مغالطہ دیا تھا اور اب ایضاح سنت میں انہوں نے اس کا اعادہ کیا ہے اس کے متعلق ہم اسی مصباح سنت میں باقاعدہ "تلبیس وتحریف" کا عنوان دے کر سخت احتجاج کر چکے ہیں جو من وعن حسب ذیل ہے:......

"گکھڑوی صاحب کا یہ اقدام ان کی تلبیس اور حدیث میں تحریف کی بھی دلیل ہے۔ اور اس کی ضرورت انہیں اس لیے پیش آئی کہ انہوں نے یہ طے کرلیا ہے کہ حدیث خیر القرون کا مفہوم انہوں نے اہل خیر القرون کی پیروی کرنا ہی لینا ہے، جس کے بغیر ان کی مطلب برآری ممکن نہیں جب کہ وہ ایک غلط مفروضہ ہے، جس کی مع الدلائل مکمل وضاحت حدیث ہٰذا کی بحث میں کردی گئی ہے۔ اس سلسلہ کا ان کا ایک کرتب مزید دیکھیے کہ محض مطلب برآری کی غرض سے انہوں نے حدیث پر کس طرح سے ہاتھ صاف کیا ہے اور کتنی چابک دستی سے' پیوندکاری کی ہے۔ چنانچہ پیش نظر طویل حدیث کی انہوں نے اس طرح سے تلخیص پیش کی ہے"۔

او صیکم باصحابی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم (الیٰ ان قال) فلیلزم الجماعة "پھر اس کا ترجمہ یوں بنا دیا ہے۔ "ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں اپنے صحابہ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں پھر تابعین اور پھر تبع تابعین کے بارے میں۔ اس جماعت کا ساتھ نہ چھوڑنا" اس کے بعد انہوں نے اپنے خصوم کو للکارتے ہوئے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ "آنحضرت ﷺ تو حضرات صحابہ کرام اور تابعین کی جماعت کو لازم پکڑنے اور ان کو نہ چھوڑنے کی وصیت اور ضروری حکم فرماتے ہیں اور مفتی صاحب کہتے ہیں کہ اس میں سنت کا ذکر ہی کہاں"؟ ملاحظہ ہو۔ [راہِ سنّت صفحہ ۵۳]

حالانکہ فلیلزم الجماعة کے جملہ کا تعلق "او صیکم باصحابی" کے حصہ سے قطعاً نہیں ہے بلکہ "فمن اراد منکم بحبوحة الجنة" کے الفاظ سے ہے جو اس جملہ سے پہلے متصلاً ہے جسے گکھڑوی صاحب محض مطلب برآری کی غرض سے یہاں صاف اڑا گئے ہیں جس کا

واضح قرینہ حرف ف بھی ہے جو "فلیلزم" میں ہے۔ بالفاظ دیگر رسول اللہ ﷺ نے اپنی ایک حدیث میں کئی امور کی وضاحت فرمائی جن میں سے ایک دور اوّل کے مسلمانوں کی فضیلت ہے جو اوصیکم باصحابی الخ کے لفظوں میں ہے دوسرے اپنی امت کو ہر دور میں اہل اسلام کی سب سے بڑی جماعت سے وابستہ رہنے کی تلقین ہے جسے فمن اراد الخ کے الفاظ سے بیان فرمایا گیا ہے۔ گکھڑوی صاحب کو جب اپنی بات بنتی نظر نہ آئی تو انہوں اپنا الّو سیدھا کرنے کی غرض سے حدیث کا درمیان والا حصہ اڑا کر اس کے آخری حصہ کو پہلے حصہ سے ملا دیا جس سے عام قاری کو دھوکہ لگتا ہے کہ یہ بھی شاید اس پہلے حصہ کا جزء ہے۔ اسی لئے ترجمہ بھی انہوں نے اسی انداز سے کیا ہے۔ پھر خدا کی قدرت دیکھیے اپنی اس کتاب کے صفحہ ۴۲ پر انہوں نے حدیث ہٰذا کو مکمل صورت میں بھی لکھ کر اپنی اس تلبیس اور سینہ زوری کی نشان دہی بھی کر دی ہے..... واللہ علی کل شئی قدیر ...... اھ ملاحظہ ہو [مصباح سنت جلد ا صفحہ ۳۲، ۳۳]

اقول:- چنانچہ کتاب مذکور میں اس کے صفحہ مذکورہ پر حدیث مبارکہ کے الفاظ اس طرح لکھے ہیں:-

> **"اوصیکم باصحابی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم یفشو الکذب حتی یحلف الرجل ولا یستحلف ویشھد ولا یستشھد فمن اراد منکم بحبوحۃ الجنۃ فلیلزم الجماعۃ" اھ (وھذا مختصر من طویل (ولہ جواب آخر یفھم مما یأتی فی الآتی) ......**

سخت ہیرا پھیری:-

گکھڑوی صاحب کا یہ کہنا کہ ایک روایت میں **علیکم بالجماعۃ وایاکم** کے الفاظ ہیں (الجامع الصغیر للسیوطی جلد ا صفحہ ۲۷۸)؟

تو یہ کوئی الگ سے روایت نہیں ہے بلکہ اسی زیر بحث روایت **اوصیکم باصحابی الخ** کا حصہ ہے اور جس جامع صغیر کا انہوں نے حوالہ دیا ہے اس میں اسے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے پس اسے ان کی بے خبری پر تو محمول نہیں کیا جا سکتا لہٰذا یہ ان کی سخت ہیرا پھیری ہے ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ۔

بناء بریں اس کی تفصیل ابھی گزر چکی ہے۔

جواب آخر:-

موصوف نے جسے ''ایک اور روایت'' کر کے لکھا ہے اس کے مکمل الفاظ اس طرح ہیں۔

علیکم بالجماعة وایاکم والفرقة فان الشطین مع الواحد وهو من الاثنین ابعد من اواد بحبوحة الجنة فلیلزم الجماعة [الجامع الصغیر للسیوطی جلد اصفحہ ۱۱۰ بحوالہ احمد ترمذی مستدرک عن عمر رضی اللہ عنہ]

فاقول:- دریں اثناء حدیث کا یہ حصہ ''**واعتصموا بحبل الله جمیعا ولاتفرقوا**'' کی نہج پر ہے جس کے اوّل مخاطبین صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بالواسطہ ہر دور کے جملہ اہلِ اسلام ہیں جس کا مفاد ہر دور میں مخلصین اہل اسلام کا وداد اور اتحاد و اتفاق نیز آپس میں مل کر رہنے کا حکم دینا ہے۔ اور یہ مضمون قرآن مجید کی دیگر آیات میں بھی صریحاً مذکور ہے۔ مثلاً **یایها الذین امنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا الله لعلکم تفلحون** ۔ نیز **واطیعوا الله ورسوله ولاتنازعوا فتفشلوا وتذهب ریحکم** الآیۃ۔ ع ببیں تفاوت کہ راہ از کجا است تا بہ کجا۔

☆ رہی روایت ''**ما انا علیه واصحابی**'' ؟ تو یہ تہتر فرقوں والی روایت کا حصہ ہے مبحث فیہ روایت کا حصہ نہیں جس کے الفاظ ''واصحابی'' سے مقصود روافض کا رد ہے اور اس ضمن میں ان کے حدوث کی پیش گوئی بھی ہے پس فقیر کا یہ خواہ مخواہ اعتراض نہیں بلکہ اس میں بہت وزن ہے جو تا حال قائم ہے اور اس کا صحیح جواب مہیا کرنے کی بجائے اسے جہالت قرار دینا موصوف کی بذات خود جہالت کے ساتھ ساتھ نری ضد اور تلبیس بھی ہے۔

گکھڑوی صاحب بڑبڑاہٹ بجواب ''مفتی صاحب کی بڑھک''

فقیر نے مبحث فیہ الفاظ حدیث اوصیکم باصحابی کے پیروی کے معنیٰ میں ہونے کے غلط ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا تھا کہ :-

> ''وص ی کا مادہ ب کے صلہ کے ساتھ کس کی پیروی کرنے کے معنیٰ میں ہرگز نہیں آتا جس کا خود گکھڑوی صاحب کو بھی احساس ہے یہی وجہ ہے کہ وہ ''نقشِ قدم پر چلنا'' اور ''پیروی کرنا'' کے الفاظ کو بریکٹ میں لائے ہیں اگر یہ لفظ مذکورہ الفاظ کا ترجمہ

تھے تو انہیں بریکٹ میں رکھنے کا کیا مطلب؟ پھر اگر یہ ترجمہ درست ہے تو گکھڑوی صاحب حدیث استوصوا بھم خیراً کا کیا ترجمہ کریں گے کہ طلباء علم اقطار ارض سے تمہارے پاس آئیں گے پس تم ان کی پیروی کیجیے گا اور ان کے نقشِ قدم کو اپنایئے گا؟ نیز صحیح مسلم (جلد ۲ صفحہ ۳۱۱ کتاب الفضائل) کے اس عنوان باب وصیة النبی صلی اللہ علیہ وسلم باھل مصر کا ترجمہ بھی کیا وہ اس طرح کریں گے کہ نبی کریم ﷺ کے اہل مصر کی پیروی کرنے اور ان کے نقشِ قدم کو اپنانے کا وصیت کا بیان؟ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم ''اھ ملاحظہ ہو [مصباح سنت جلد ا صفحہ ۳۲]

گکھڑوی صاحب کی جانب سے ہماری پیش کردہ حدیث نیز صحیح مسلم شریف کے عنوان باب سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ ''ان میں سے ہر ایک کا ترجمہ اور مفہوم اسی کے مطابق اور اس کے سیاق وسباق کو پیش نظر رکھ کر کیا جائے گا'' اھ (ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۳۰) جس کا مفاد یہ ہے کہ انہوں نے یہ مان لیا ہے کہ ان مقامات پر ''و ص ی'' کا مادہ واقعی پیروی کرنے کے معنیٰ میں نہیں ہے بلکہ اس میں مزید تعمیم کرتے ہوئے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ: ''مفتی صاحب موصوف کی معلومات کے لیۓ عرض ہے کہ وصیت کا معنیٰ پیروی کرنا آتا ہی نہیں ہے خواہ وہ ب کے صلہ کے ساتھ ہو یا ب کے صلہ کے بغیر ہو بلکہ وصیت کا ایک معنیٰ پابند بنانا آیا ہے اور پابند بنائی گئی چیز کا تعین سیاق وسباق سے کیا جاتا ہے''۔اھ [ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۳۰]

اقولُ:۔ لغوی حوالہ سے ''و ص ی'' کا کسی صورت میں پیروی کے معنیٰ میں ثابت نہ ہونے کو انہوں نے خود مان لیا ہے جب کہ سیاق وسباق سے اس کے پیروی کے معنیٰ میں ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اپنے موقف کے غلط ہونے کا ڈنکے کی چوٹ پر بقلم خود اقرار کرلیا ہے ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری ...... باقی ''ب کے صلہ'' کے الفاظ ہم نے قید احترازی کے طور پر نہیں کہے بلکہ انہی کے ممکنہ زعم کے حوالہ سے کہے تھے جس کی اپنوں نے نفی کردی ہے۔ لہٰذا اس پر کیے گئے واویلا کا بھی انہیں کچھ فائدہ نہ ہوا۔

غلبہ یا بڑھک:۔

جو مصباحِ سنّت کے غلبہ کی دلیل ہے مگر اس کے باوجود انہوں نے اسے ہماری بڑھک

سے تعبیر کیا ہے جس پر بے ساختہ نوک قلم پر آتا ہے ع جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔

کنز الایمان اور خزائن العرفان سے مغالطہ کارد:۔

باقی اس مقام پر انہوں نے جو کنز الایمان اور خزائن العرفان کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

''اعلیٰ حضرت نے **ووصینا الانسان بوالدیه** کا ترجمہ کیا ہے اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی۔ اس پر مراد آبادی صاحب تفسیری حاشیہ لکھتے ہیں کہ ان کا فرمانبردار رہے اور ان کے ساتھ نیک سلوک کرے۔ مفتی صاحب ذرا ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ **ووصینا** میں مادہ **و ص ی** بھی ہے اور اس کے بعد بوالدیہ کے شروع میں ب بھی ہے اس کے باوجود آپ کے صدرالافاضل مراد آبادی فرمانبردار رہے کا معنیٰ کر رہے ہیں۔ اب یہ فیصلہ بریلوی علماء ہی کریں کہ ان کے صدرالافاضل کا ترجمہ (الیٰ) درست ہے یا مفتی عبدالمجید خان کی بڑھک درست ہے''۔ **[ایضاح سنّت جلد ا صفحہ ۳۱]**

اقولُ:۔ یہ موصوف کا نرا مغالطہ اور ان کی محض پیوندکاری کا نتیجہ ہے۔ بحث تھی ایک مخصوص حدیث میں نظیر بنا کر لائے آیت کو۔ پھر ترجمہ کسی کا تفسیری حاشیہ کسی اور کا اور ہاتھ کی صفائی کا یہ عالم کہ جس کو بار بار تفسیری حاشیہ کہہ رہے تھے آگے چل کر اسے ''صدرالافاضل کا ترجمہ'' بنا دیا ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ اس سے قطع نظر **ووصینا الانسان بوالدیه** جیسی آیات کا والدین کی اطاعت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے بارے میں ہونا دیگر متعدد آیات اور احادیث صحیحہ کثیرہ کی رو سے ثابت ہے اور یہ متفق علیہ امر ہے جب کہ مبحث فیہ حدیث **(اوصیکم باصحابی)** اس طرح سے نہیں لہٰذا بریلوی علماء سے نہ ہی استفسار کریں تو بہتر ہے اور آپ کی اس لاجواب تحقیق کا پردہ فاش نہ ہو تو اچھا ہے البتہ اس سلسلہ میں کوئی کام کی بات لانے کے بارے میں اپنے دیوبندی بزرگوں سے مشاورت کرلیں تو اس پر کوئی قدغن نہیں ہے پس یہ ہماری بڑھک نہیں بلکہ موصوف کی نری بڑبڑاہٹ ہے۔

کیا کھویا کیا پایا؟:-

فقیر نے مبحث فیہ حدیث (اوصیکم باصحابی) کے اصل اور صحیح مفہوم کے متعلق اپنا موقف بیان کرتے ہوئے لکھا تھا کہ :-

"واضح رہے کہ (اوصیکم باصحابی) الخ کا مفہوم صرف اور صرف صحابہ کرام اور دیگر خیرالقرون کا ادب واحترام بجالانے اور ان سے حسن سلوک کرنے کا حکم دینا ہے جیسا کہ حدیث کے دوسرے طرق اس کا واضح قرینہ ہیں جس کی مکمل تفصیل اس حدیث کی بحث میں اپنے مقام پر کردی گئی ہے فمن شاء الاطلاع علیه فلیرجع الیه" اھ [مصباح سنت جلد ا صفحہ ۳۴]

گکھڑوی صاحب کی جانب سے اس کے جواب میں اپنی سابقہ تقریر کا کچھ ترمیم کر کے اعادہ کردیا گیا ہے اور اس پر کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ مزید معمولات اہلِ سنت کو "مرجہ بدعتی اعمال" کہہ کر اپنی ناکامی کا اقرار کرنے کی بجائے ہمارے بیان کو تحفظ بدعت کا سلسلہ قرار دیتے ہوئے اپنے جاہل طبقہ کو خوش کرنے کی کوشش بھی کی ہے اور یہ تأثر دینے کی سعی مذموم بھی کی ہے کہ معاذ اللہ ہم اس حوالہ سے مطلقاً اتباع صحابہ کرام کا انکار کرنا چاہتے ہیں جو ان کی مزید مغالطہ آفرینی اور فریب دہی نہ ہو تو ان کی کج فہمی ضرور ہے کیونکہ بحث حضرات صحابۂ کرام ﷺ کے لائق اتباع ہونے کی نہیں ہے بحث تو محض اس میں ہے کہ مبحث فیہ حدیث کا منشاء اتباع کو بتانا درست ہے یا نہیں؟ جب کہ اہلِ عقل سلیم کے ہاں ان دونوں میں زمین وآسمان سے بھی زیادہ فرق ہے۔ مزید کارنامہ موصوف نے یہ دکھایا ہے کہ ہماری مذکورہ عبارت کو مکمل طور پر نقل کرنے کی بجائے اس کا آخری حصہ (جیسا کہ حدیث کے دوسرے طرق اس کا واضح قرینہ ہیں الخ) صاف اڑا گئے ہیں جب کہ وہ اس کے لیۓ جان کی حیثیت رکھتا ہے تا کہ وہ قارئین کو یہ دھوکہ دے سکیں کہ شاید ہم نے بھی ان کی طرح بے پر کی ہانکی ہے۔ پس یہ موصوف کی ایک اور شکستِ فاش ہے۔

لہٰذا موصوف نے بحث کے اختتام پر جو "لاحول ولاقوۃ الا باللہ" (صفحہ ۳۲) کا ورد کیا ہے اسے اب وہ اپنے اوپر پھونک دیں اور تھوڑے سے پانی پر دم کر کے پی بھی لیں۔ شاید کچھ سکون مل جائے

نوٹ: ہم نے یہاں "جتنا کام اتنا دام" کے پیش نظر قدرِ ضرور پر اکتفاء کیا ہے مکمل تفصیل مع مالہ

وماعلیہ کے لیئے حدیث ہٰذا کی بحث ضرور دیکھیں جو بفضلہٖ تعالیٰ بہت لائق دید ہے اور مصباحِ سنت جلد دوم میں ہے۔

بحث وصفِ خیانت گکھڑوی صاحب :۔

مصباحِ سنت میں فقیر نے لکھا تھا کہ اگر ضرورت پڑے تو گکھڑوی صاحب مجرمانہ خیانت کا اقرار کرتے ہوئے قطع و برید سے بھی کام لے لیتے ہیں جس کی بطور نمونہ یہ مثال پیش کی تھی کہ انہوں نے صحیحین وغیرھما کی بدعتِ مذمومہ کی مذمت میں وارد معروف حدیث مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ کا اردو ترجمہ کرتے ہوئے اس کے الفاظ مَا لَیْسَ مِنْہ کا ترجمہ صاف اڑادیا ہے اور یہ انہوں نے عمداً کیا ہے کیونکہ اس کے بغیر ان کی مطلب برآری ممکن نہ تھی اور اس پر کچھ تفصیل سے ان کی بھرپور تردید کے ساتھ ساتھ ہم نے احتجاج بھی کیا۔ چنانچہ انہوں نے راہِ سنّت میں متعدد مقامات پر اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: ''جس نے ہمارے اس معاملہ میں کوئی نئی چیز گھڑی' کوئی نئی بات نکالی' کوئی نئی چیز ایجاد کی تو وہ مردود ہوگی'' جب کہ پوری حدیث کا ترجمہ یوں بنتا ہے کہ: جس کسی نے ہمارے اس معاملہ میں کوئی ایسی نئی چیز گھڑی جو دین سے نہ ہو تو وہ مردود ہوگی۔ جب کہ پوری حدیث کا ترجمہ یوں بنتا ہے جس کسی نے ہمارے اس معاملہ میں کوئی ایسی نئی چیز گھڑی جو دین سے نہ ہو وہ مردود ہوگی (ملخّصاً) ملاحظہ ہو [مصباحِ سنّت صفحہ ۲۹' صفحہ ۳۴' ۳۵]

گکھڑوی صاحب کی جانب سے حسب عادت ہمیں بہت سخت سست کہتے ہوئے اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ :۔

''مفتی صاحب اردو عبارت کی باریکیاں سمجھنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہیں چہ جائیکہ وہ عربی یا فارسی عبارات کی باریکیاں سمجھ سکیں (الی) مفتی صاحب کی معلومات کے لیئے عرض ہے کہ دین میں نئی بات ایجاد کرنا۔ گھڑنا اور نئی بات نکالنا اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب کہ وہ اس میں سے نہ ہو (الی) اس لیئے حدیث کا ترجمہ کرتے وقت مَا لَیْسَ مِنْہ کا معنی ترک نہیں کیا گیا جیسا کہ مفتی صاحب نے اپنی جہالت کی وجہ سے سمجھ لیا ہے بلکہ اس کہہ کر ترجمہ مختصر اور جامع کیا گیا ہے (الی)

اس کے باوجود اس کو خیانت قرار دینا نری جہالت اور خالص ہٹ دھرمی ہے۔ اھ
ملخّصاً بلفظہ ملاحظہ ہو۔ [ایضاحِ سنّت صفحہ ۳۲' ۳۳]

اقول:۔ ہمارا اعتراض جوں کا توں قائم اور یہ بات اٹل ہے کہ گکھڑوی صاحب نے الفاظ حدیث مَا لَیْسَ مِنْہُ کا ترجمہ واقعی چھوڑا اور اس میں خیانت کا ارتکاب کیا ہے پس ان کی یہ تقریر ان کی تأویل بارد ہے اور محض عذر لنگ۔ سوا صفحہ سیاہ کرنے کی بجائے اگر اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے وہ معافی ہی کے دو الفاظ لکھ دیتے تو اس میں ان کا نقصان کیا تھا؟ بہر حال ان کا اپنے اس ترجمہ کو مکمل اور جامع کہنا اور اپنی غلطی تسلیم نہ کرنا ان کے اپنے لفظوں میں ان کی نری جہالت اور خالص ہٹ دھرمی ہے۔ ہم منصف مزاج اہل علم قارئین کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ وہ اس بات کو سمجھنے کے لیئے کہ گکھڑوی صاحب کے اس بیان میں کتنی صداقت ہے' الفاظ حدیث اور ان کے کیئے گئے اس ترجمہ کا موازنہ کر کے دیکھ لیں کہ مَنْ کا ترجمہ انہوں نے کیا ہے ''جس نے'' اَحْدَثَ کا ترجمہ کیا ہے کوئی نئی چیز گھڑی' کوئی نئی بات نکالی' کوئی نئی چیز ایجاد کی''...... فی امرنا ھٰذا کا معنیٰ کیا ہے ''ہمارے اس معاملہ میں''۔ اور فھو رد'' کا ترجمہ لکھا ہے: ''تو وہ مردود ہوگی''۔ بتایئے ان کے اس ترجمہ میں وہ کون سے لفظ ہیں جو حدیث کے الفاظ مَا لَیْسَ مِنْہُ کا ترجمہ قرار پا رہے ہیں؟ جب کہ ان کا یہاں یہ کہنا درست نہیں کہ ''ایجاد کرنا' گھڑنا اور نئی بات نکالنا'' کے ترجمہ میں ان الفاظ کا ترجمہ آ گیا ہے کیونکہ یہ امور لفظِ اَحْدَثَ کے ترجمہ میں مأخوذ و ملحوظ ہیں۔ چنانچہ گکھڑوی صاحب کے پیش رو مولوی عبدالحفیظ بلیاوی دیوبندی نے اَحْدَثَہٗ' کا مصدری معنیٰ لکھا ہے ''ایجاد کرنا' پیدا کرنا''' نیز الحادث کا ترجمہ لکھا ہے: ''نو پید چیز' قدیم کی ضد''۔ ملاحظہ ہو [مصباح اللغات' صفحہ ۱۴۰ طبع سعید ایچ ایم کمپنی کراچی]۔ اس سے قطع نظر اتباعِ سنّت کے دعاوی کے باوجود حدیث نبوی کے مبارک الفاظ سے تشریح کی بجائے اپنی وضع کردہ تأویل پر اصرار کیوں ہے؟

گکھڑوی صاحب پھر بھی نہ مانیں اور اپنی اسی ...... پر اڑے رہیں تو ہم اس کا فیصلہ انہی کے مسلّم اکابر اور ان کے ہم مسلک معتبر علماء سے لے لیتے ہیں۔ چنانچہ معروف دیوبندی اہلِ قلم بزرگ مولوی محمد عاشق الٰہی بلند شہری نے اس حدیث کا اردو ترجمہ اس طرح لکھا ہے: ''جو کوئی ہمارے اس دین میں وہ کام جاری کرے جو دین میں سے نہیں تو وہ مردود ہے دوسری روایت میں ہے کہ جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے دین میں نہیں ہے سو وہ مردود ہے'' اھ بلفظہ ملاحظہ ہو

[شرح اربعین نووی صفحہ ۵۲ حدیث نمبر ۵ طبع دارالاشاعت کراچی]

واضح رہے کہ مترجم موصوف' تبلیغی نصاب کے مؤلف زکریا سہارنپوری کے مریدوں میں سے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ [شرح اربعین نووی صفحہ ۲۰ طبع مذکور۔ ان کے لفظ ہیں: مرشدی حضرت الحاج الحافظ مولانا محمد زکریا صاحب الخ]

نیز ان کا یہ ترجمہ مشہور دیوبندی علماء مفتی محمد شفیع صاحب اور مولوی حبیب الرحمٰن اعظمی کا مصدقہ بھی ہے۔ چنانچہ اوّل الذکر کے اس کے بارے میں لفظ ہیں: ''میں تمام مسلمانوں سے اس ترجمہ اور شرح کے مطالعہ کرنے اور مجلسوں میں سنانے کی اپیل کرتا ہوں''۔ [شرح اربعین نووی صفحہ ۳]

جب کہ مؤخرالذکر نے مترجم اور ترجمہ کے متعلق یوں اظہار خیال کیا ہے: ''اربعین نووی کا نہایت صاف ستھرا ترجمہ لکھ کر اس فرض کفایہ کو انجام دیا ...... یہ تصنیف بہت سے لوگوں کے لیے ذریعہ ہدایت ثابت ہوگی''۔ [شرح اربعین نووی صفحہ ۱۵]

گکھڑوی صاحب غور کریں ان کے علماء واکابر حدیث ہٰذا کے محض اس ترجمہ کو لائقِ مطالعہ مجلسوں میں سنائے جانے کے قابل' نہایت صاف ستھرا اور ہدایت والا ترجمہ کہہ رہے ہیں جس میں مَا لَيْسَ مِنْهُ کا ترجمہ ''جو دین میں سے نہیں'' موجود اور مذکور ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ جس ترجمہ میں یہ لفظ نہ ہوں وہ پڑھنے یا پڑھ کر سنانے کے لائق نہیں بلکہ وہ انتہائی گندہ اور مبنی بر ضلالت ترجمہ ہے۔

گکھڑوی صاحب اس کو بھی نہ مانیں تو وہ اس سلسلہ میں اپنے امام اوّل ہی کو فیصل مان کر ان کی سن لیں۔ چنانچہ امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب نے حدیثِ ہٰذا کا ترجمہ یوں لکھا ہے:-

''فرمایا پیغمبر خدا ﷺ نے کہ جس نے نئی چیز نکالی ہمارے اس دین میں جو چیز اس میں سے نہیں تو وہ چیز باطل اور ردّ ہے''۔ اھ بلفظہٖ ملاحظہ ہو۔ [تذکیرالاخوان صفحہ ۷۰ طبع میر محمد کراچی]

اگر گکھڑوی صاحب والے ترجمہ کو درست مان لیا جائے تو ان کی ان بزرگوں کے تراجم میں خط کشیدہ الفاظ حدیث میں اپنی طرف سے اضافہ شمار ہوں گے اور اگر انہیں صحیح مان لیا جائے تو

یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ گکھڑوی صاحب نے واقعی ترجمہ کرتے ہوئے مجرمانہ خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ بالفاظ دیگر دونوں میں سے ایک ضرور مجرم قرار پائیں گے۔ اب یہ گکھڑوی صاحب کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ اپنی غلطی کو تسلیم کریں یا اپنے بزرگوں کو غلط کہیں۔

پھر بھی نہ مانیں تو ہم یہ بات خود گکھڑوی صاحب ہی سے منوائے دیتے ہیں۔ راہِ سنّت میں (صفحہ ٧٠ پر) انہوں نے لکھا ہے:- ''ہر بدعت بری نہیں'' اھ۔

نیز ایضاحِ سنّت میں (صفحہ ٣٥ پر لکھا ہے کہ انہوں نے ''ہر نوایجاد چیز کو بدعت نہیں کہا''۔

اقول:- جب ہر نوایجاد چیز ان کے نزدیک بدعت نہیں تو وہ مالیس منہ کے بغیر نئی ایجادات کے بدعت ہونے نہ ہونے میں فرق کیسے کریں گے جب کہ دین دنیا کی تفریق بھی انہیں مفید نہیں۔ جس کی مکمل تفصیل مصباحِ سنّت کی جلد اوّل کے بعد والی جلدوں میں ہے۔ پس اس مقام پر بحوالہ علامہ تفتازانی نئی بات نکالنے کا یہ مطلب کہنا کہ جو بات دین میں سے نہیں ہے اس کو دین میں قرار دیا جائے'' بھی انہیں مفید نہیں کہ اوّلاً اصل عبارت نہیں لکھی' ثانیاً دین ہونے نہ ہونے کی نوعیت کی تعیین کا کٹھن مرحلہ انہوں نے طے نہیں کیا۔

خلاصہ یہ کہ مصباحِ سنّت کا الزام گکھڑوی صاحب پر تاحال قائم ہے۔ پس اس کے باوجود ان کا اپنی غلطی کو نہ ماننا ان کے اپنے لفظوں میں ان کی نری جہالت اور خالص ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے؟ اب یہ فیصلہ قارئین کرام خود کریں کہ سمجھنے کی صلاحیت سے محروم کون ہے؟

بحث گکھڑوی صاحب کی مذہبی خودکشی کی:-

مصباحِ سنّت میں گکھڑوی صاحب کی مذہبی خودکشی کے سلسلہ کی بطور نمونہ ایک مثال پیش کرتے ہوئے لکھا گیا تھا کہ ایک طرف انہوں نے لکھا ہے کہ وہ اور ان کے اکابر دیوبند پکے سنی حنفی مسلمان تھے وہابی نہ تھے جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہابی مسلمان اور کم از کم سنّی حنفی نہیں ہیں پھر دوسری طرف انہوں نے اپنی وہابیت کا اقرار بھی کیا ہے جس کا نتیجہ صاف ہے کہ ان کا اسلام اور کم از کم سنّیت وحنفیت سے کچھ تعلق نہیں (ملخصاً) ملاحظہ ہو۔ [مصباحِ سنّت جلد ا صفحہ ٣٥]

گکھڑوی صاحب کی جانب سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ ''بعض دفعہ متکلم دوسرے کے

الفاظ کو ہی ملحوظ رکھ کر جواب دیتا ہے اس کو اقرار نہیں کہتے بلکہ اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ جس تم کو ایسا کہہ رہے ہو اس کی بات ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے (الیٰ) ھُوَ اُذُنٌ کہ وہ کان ہے تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا قل اذن خیر لکم (الیٰ) تو مفتی صاحب موصوف کا اس کو اقرار کہا (الیٰ) ان کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ہمارا ظن غالب ہے کہ موصوف بقول شما کا معنیٰ بھی نہیں جانتے پھر الفاظ وہی ہیں مگر (الیٰ) معنی وہ ہے جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے کہ اس وقت اور ان اطراف میں وہابی متبع سنت کو کہتے ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۹۶) ملاحظہ ہو [ایضاحِ سنّت جلد ۱ صفحہ ۴۴،۴۳]

اقولُ:۔ یہ صحیح ہے کہ بعض اوقات دوسرے کے الفاظ کو مدّ نظر رکھ کر جواب دیا جاتا ہے لیکن آپ کا یہ جواب اس نہج پر نہیں ہے بلکہ یہ ''در حدیث دیگراں'' کے فلسفہ پر مبنی ہے جسے پنجابی زبان میں ان لفظوں سے بیان کیا جاتا ہے کہ ''روندی ہئی یاراں نوں لے لے ناں بھراواں دا''۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ آپ کے اکابر جن کی وجہ سے آپ دیوبندی ہیں نے اپنے وہابی ہونے کا صاف اقرار کیا ہے۔ چنانچہ آپ کے امام گنگوہی صاحب نے فتاویٰ رشیدیہ میں وہابیوں کو صرف اچھا ہی نہیں بلکہ خود کو ان کا ہم عقیدہ بھی بتایا ہے۔ نیز آپ کے حکیم الاُمّۃ تھانوی صاحب نے افاضات یومیہ میں کہا ہے اگر میرے پاس دس ہزار روپے ہوں تو سب کی تنخواہ کر دوں پھر خود ہی سب وہابی بن جائیں۔ ایک اور مقام پر وہابی کے معنیٰ پر ایک خاص قسم کی روشنی ڈالتے ہوئے اپنے ایک بزرگ کے حوالہ سے بیان کیا کہ ''بدعتی کے معنیٰ ہیں باادب بے ایمان اور وہابی کے معنیٰ ہیں بے ادب باایمان اھ۔

اس سب کی مکمل باحوالہ تفصیل اسی مصباحِ سنّت جلد اوّل میں ایک مستقل عنوان ''گکھڑوی صاحب کی دہری پالیسی (کہ وہ وہابی ہیں بھی نہیں بھی) کا محاسبہ'' کے تحت کر دی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۷۲ تا ۷۵ جس کا آپ نے کوئی جواب نہیں دیا جو آپ کی ایک اور شکست فاش ہے۔

علاوہ ازیں گنگوہی صاحب کے حوالہ سے خود آپ نے بھی وہابی بمعنی متبع سنت لے کر دبی زبان اور ایک خاص انداز میں اپنی وہابیت کا اعتراف کیا ہے ورنہ کیا آپ کا متبع سنت ہونے کا دعویٰ نہیں ہے؟ یا تو آپ کہتے کہ وہابی متبع سنت نہیں ہوتے تو کوئی بات تھی۔ اس مقام پر تھانوی

کے اپنے متعلق یہ الفاظ بھی ملحوظ رکھیں جوانہوں نے اپنے کلمہ اور درود پڑھنے والے ایک مرید کو لکھے تھے کہ ''اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہووہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔ ملاحظہ ہو[الامداد صفحہ ۳۵]

اب بتائیں علم کے پتلے اور ٹھیکیدار صاحب' آپ کے ''بقول شما'' کے معنیٰ کی تہہ تلک ہم پہنچے ہیں یانہیں؟

باقی ''ھو اذن'' والی مثال انتہائی غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ردّ فرماتے ہوئے اسے ''اُذُنُ خَیۡرٍ'' کے الفاظ سے بیان فرمایا ہے پس اتنی غلط بات کہنے کے باوجود الٹا' جہالت کا منہ بولتا ثبوت کے الفاظ بھی ہمارے متعلق' بولنا پرلے درجے کی حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟ ولنعم ما قالہ امام اہل السنۃ

وہابی گرچہ اخفاء میکند بغض نبی لیکن
نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

اعتراف کذب نیز شکست فاش:-

فقیر نے مصباحِ سنّت کے صفحہ ۳۰ پر یہ عنوان دیا: ''مؤلف کی جہالت' خیانت' تلبیس و تحریف اور کذب بیانی کے نمونے'' پھر ان میں سے ہر شق کو مدلل بیان کیا اور اس عنوان کے آخر میں ''کذب بیانی کے زیرِ عنوان لکھا تھا کہ:-

''موصوف کی کذب بیانی کی بطور نمونہ ایک عمدہ مثال یہ بھی ہے کہ انہوں نے انگریز کے دشمنانِ ازلی' اکابر علماء اہلِ سنّت خصوصاً امام اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت رحمہم اللہ پر یہ سخت جھوٹ بولا ہے کہ وہ معاذ اللہ انگریز کے حامی تھے اور انہیں انگریز نے گکھڑوی صاحب کے اکابر کو کافر و مرتد قرار دینے کے لیے خریدا تھا۔ ملاحظہ ہو (راہِ سنّت صفحہ ۷ سطر نمبر ۱ تا ۹) جو محض اپنا جرم دوسروں کے سر منڈھتے ہوئے ان کی اپنے اکابر کی انگریز نوازی پر پردہ ڈالنے کی مذموم سازش ہے جس کا حقیقت سے کچھ بھی تعلق نہیں اور اس کے جھوٹ ہونے کے لیے اتنا بھی کافی ہے کہ انہوں نے اتنا بڑا دعویٰ تو کر دیا ہے مگر وہ اس کے ثبوت میں کوئی ایک بھی صحیح اور معیاری دلیل پیش نہیں کر سکے

اور نہ ہی آئندہ پیش کر سکتے ہیں۔ بے شک طبع آزمائی کر کے دیکھ لیں۔ ع ہمیں
گوی وہمیں میداں

علاوہ ازیں اس دعویٰ کے جھوٹ اور مضحکہ خیز ہونے کی ایک اور دلیل یہ بھی ہے کہ انگریز کو علماء دیوبند کی ان دین دشمن، ایمان سوز، باطل افروز گستاخانہ عبارات کا باقی رکھنا ہی مفید تھا نہ کہ ان کے خلاف فتوے صادر کرانا کیونکہ وہ عبارات ہی اس کی مؤید تھیں اور ہیں نہ کہ ان کے خلاف دیئے گئے فتوے۔ جب کہ ان عبارات کا ثابت نیز گستاخانہ ہونا بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے الخ''۔ ملاحظہ ہو [مصباحِ سنّت جلد ا صفحہ ۳۶،۳۵]

اقول:۔ گکھڑوی صاحب کی جانب سے اس کا جواب تو کجا، اس مقام پر اس کی جانب کوئی ہلکا سا اشارہ بھی نہیں کیا گیا۔ جب کہ معرض بیان میں سکوت اس الزام کو مان لینے، یا کم از کم اس کے جواب سے عجز کو مستلزم ہے۔ پس اس سے موصوف نے لزومی طور پر مان لیا ہے کہ ہمارا ان پر ''کذب بیانی کا الزام رکھنا کچھ بے اصل اور بے بنیاد نہیں بلکہ سوفی صد درست اور بجا ہے۔ نیز ان کی یہ خاموشی ان کی شکست فاش کی بھی دلیل ہے۔ (**وهو المقصود والحمد لله المعبود**)۔

کتاب راہِ سنّت کے نام کی بحث:۔

تفصیل اعتراض:۔

مصباحِ سنّت میں راہِ سنّت کے نام پر اٹھائے گئے ہمارے اعتراضات کے جو، جوابات گکھڑوی صاحب کی جانب سے دیئے گئے ہیں ان کی صحیح پوزیشن کو سمجھنے کے لیے ہمارے ان اعتراضات کو ذہن میں تازہ کرنا ضروری ہے سو ان کی تفصیل حسب ذیل ہے (ہم نے مصباحِ سنّت جلد ا میں لکھا تھا کہ):۔

''کتاب کا مکمل نام اس طرح ہے ''المنہاج الواضح یعنی راہِ سنّت'' جو خود اس کے مؤلف (جناب مولوی سرفراز خان صاحب صفدر گکھڑوی بالقابہ) کا اپنا تجویز کردہ ہے''۔ ملاحظہ ہو (اس کا ٹائیٹل پیج نیز صفحہ ۹)

فاقول وباللہ التوفیق۔ یہ نام گکھڑوی صاحب کے خود اسی کتاب میں مقرر کردہ ضابطہ کے مطابق بدعت سیئہ (اور بالکل وہی بدعت) ہے جس کی تردید میں انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر

کے اپنی یہ کتاب مرتب کی ہے کیونکہ اپنے عنوان کتاب کے ان الفاظ میں انہوں نے ''المنہاج الواضح'' کا معنیٰ راہ سنت کیا ہے جیسا کہ ان دونوں کے درمیان یعنی کے لایعنی کلمہ سے ظاہر ہے۔ دوسرے لفظوں میں راہِ سنت کے لیۓ انہوں نے المنہاج الواضح کے الفاظ کا انتخاب کیا ہے جب کہ وہ ان کے طور پر رسول اللہ ﷺ سے قطعاً ثابت نہیں ورنہ وہ کسی صحیح مرفوع حدیث کے مطلوبہ معیار کے حوالہ سے بتائیں کہ آپ ﷺ نے اپنی سنتِ کریمہ کے لیۓ بعینہٖ اور بہ ہیئت کذائیہ یہ لفظ کب اور کہاں استعمال فرمائے تھے؟ ہے حوالہ تو پیش کریں۔ نہیں ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ہرگز نہیں ہے تو اس سے یہ امر روزِ روشن کی طرح کھل کر سامنے آ جاتا ہے کہ موصوف نے سنّت نبویّہ علیٰ صاحبہا التحیۃ کے لیے المنہاج الواضح کے الفاظ تجویز بلکہ وضع کر کے حسب اصول خود بدعتِ سیئہ کا ارتکاب کیا ہے اور بقلم خود مذموم بدعتی قرار پائے ہیں (وھوالمقصود) جب کہ انہوں نے خود ہی یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ ان کے نزدیک پیش نظر بحث میں سنت سے مراد (ان کے اپنے لفظوں میں) انحضرت ﷺ کا قول و عمل ہے''۔ ملاحظہ ہو [راہِ سنت صفحہ ۱۴۵ مطبوعہ ۱۹۸۱ء]

نیز یہ نظریہ بھی انہی کا ہے کہ ان کے نزدیک ہر وہ دینی امر جو بہ ہیئتِ کذائیہ بعینہٖ اور ہو بہو صریحاً آپ ﷺ سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے جیسا کہ ان کی اس کتاب کے دیگر مقامات کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ اس کے باب چہارم سے بھی ظاہر ہے جسے انہوں نے صرف اپنے اسی عندیہ کے اثبات کے لیے مختص کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (راہ سنت صفحہ ۱۱۸ تا ۱۴۵ وغیرہا) اھ بلفظہٖ

ملاحظہ ہو [مصباحِ سنّت جلد ۱ صفحہ ۳۷، ۳۸]

گکھڑوی جواب کاتر کی بہ ترکی ردّ بلیغ:-

ہمارے ان اعتراضات کے گکھڑوی صاحب کی جانب سے جو جوابات دیۓ گۓ ہیں ان کا ترکی بہ ترکی ردّ بلیغ حسبِ ذیل ہے:-

قولہ:- اگر مفتی صاحب کو راہِ سنّت بنظر انصاف پڑھنے کا حوصلہ نہیں ہوا الخ [ایضاحِ سنّت جلد ۱ صفحہ ۵]

اقول:- ماشاءَ اللہ شور مچانے کا فن آپ کو بہت آتا ہے۔ ہم نے کون سی بات خلاف انصاف کی ہے، پھر حواس ٹھکانے پر آپ کے نہیں ہیں اور اوسان خطا آپ کے ہوئے ہیں، حوصلہ

ہمیں نہیں؟ ع برعکس نہند نام زنگی کافور

قولہٗ:- دیگر قارئین کرام نے ضرور راہِ سنت میں پڑھا ہوگا کہ (الیٰ) یہ نو ایجاد چیز کو بدعت نہیں کہا بلکہ انہوں نے دین میں نئی چیز ایجاد کرنے کو بدعت سیّئہ قرار دیا ہے'' [ایضاح سنت جلد ۱ صفحہ ۳۵]

اقولُ:- یعنی ''راہِ سنت'' کتاب کا لکھنا' اس کا یہ نام رکھنا اور اسے شائع کرنا سب دین سے ہٹ کر ہیں؟ پھر تو اس کے سیئہ ہونے میں کچھ شبہ نہ رہا اور اگر دین سے ہیں تو نو ایجاد ہونے کے باعث آپ کے حسب نظریہ بدعت ہوئے۔

قولہٗ:- دین میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس چیز کو فرض' واجب' سنت یا کم از کم مستحب کا درجہ دیا جائے یا اس کے تارک پر کفر و ضلالت کا فتویٰ لگایا جائے' یا اس کے ترک پر طعن کیا جائے۔ [ایضاحِ سنّت جلد ۱ صفحہ ۳۵]

اقولُ:- یہ تعریف کی ہے یا جزئیات گنا دیئے ہیں بہر صورت یہ مخدوش ہے کیونکہ تعریف میں یا۔ یا (کلمہ تشکیک و تخییر) نہیں آتا جب کہ بیان اقسام کا بہانہ بھی بے کار ہے پھر یہ دعویٰ ہے جو دلیل کے لیئے گکھڑوی صاحب کا منہ تک رہا ہے۔ اور اگر یہ صحیح ہے تو اس کے ضمن میں یہ مان لیا گیا ہے کہ بدعت دراصل کسی امر کی شرعی حیثیت کو بدل کر اس کو مطابق شرع سمجھنے کا نام ہے جو بعینہٖ ہمارا موقف ہے اور گکھڑوی نظریہ کے لیے پیغام موت۔ علاوہ ازیں اس چیز کو حرام مکروہ تحریمی اساءت مکروہ تنزیہی اور کم از کم خلاف اولیٰ کا درجہ دینا یا اس کے کرنے پر طعن کرنا یا کرنے والے کو مشرک و بدعتی اور گمراہ کہنا بھی دین سمجھنا ہے یا نہیں؟ بصورت اوّل آپ نے یہ کیوں نہیں لکھا اور بصورت ثانی کیا احکام صرف جانب فعل میں ہوتے ہیں' جانب ترک میں نہیں ہوتے؟ نیز اگر کوئی کسی چیز کو فرض واجب سنت اور مستحب کا درجہ نہ دے صرف جائز سمجھے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

قولہٗ:- جیسا کہ اہلِ بدعت نے جو چیزیں ثواب سمجھ کر ایجاد کی ہیں وہ ان چیزوں کی لوگوں کو اس انداز سے ترغیب دیتے ہیں جیسا کہ کسی فرض یا واجب کی ہوتی ہے اور ان کے ترک پر ناک چڑھانا اور وہابی کا طعن دینا اور بزعم خویش ایسے لوگوں کو اہل سنت سے خارج سمجھنا تو کسی

سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ [ایضاحِ سنت جلد اصفحہ ۳۵]

اقولُ:۔ ایسی کوئی ایک بھی چیز لکھ دی ہوتی تا کہ ہم چیک کرتے کہ وہ گناہ ہے جسے اہلِ سنّت ثواب سمجھ کر کرتے ہیں یا وہ ہم ہی میں ہے تم میں نہیں نیز یہ دیکھا جا سکتا کہ موصوف کے اس بیان میں کتنی صداقت ہے؟ ابھی یہ بتانا موصوف کے ذمہ ہے کہ ان چیزوں سے لوگوں کو اس طرح سے روکنا جیسے کسی حرام یا مکروہ تحریمی سے روکنے کا انداز ہوتا ہے اور کرنے والوں پر تیوری بدلنا اور منہ بسورنا بھی اس مد میں آئے گا یا نہیں؟ باقی رہا اہلِ سنّت کا انہیں وہابی کہنا اور خارج از اہلِ سنّت سمجھنا؟ تو یہ بلا وجہ نہیں جس کی کچھ تفصیل ابھی گزری مزید مصباح میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ باقی اہلِ سنّت کو اہلِ تنقیص کا اہلِ بدعت کہنا کوئی نئی یا ڈھکی چھپی بات نہیں۔

قولہٗ:۔ ایسی نو ایجاد چیزوں سے مفتی صاحب اور ان کے ہمنوا بدعت ہونے کا اطلاق قطعاً ختم نہیں کر سکے۔ [ایضاحِ سنت جلد اصفحہ ۳۵]

اقولُ:۔ آپ نے ان چیزوں کا نام لیا ہوتا اور ہم حسب مقتضا خدمت بجا نہ لاتے تو آپ کی شکایت درست ہوتی اور اس میں اچھے بھی لگتے۔ اس کے بغیر اس کی حیثیت محض فضول واویلا کی ہے۔

قولہٗ:۔ ''ہر نو ایجاد کو بدعت کے زمرہ میں شمار کرنے کا بہتان باندھ کر اپنے عوام کو خوش رکھنے کا بے کار سہارا لیتے رہتے ہیں''۔ [ایضاحِ سنّت صفحہ ۳۵]

اقولُ:۔ اس کی بھی آپ نے کوئی مثال پیش نہیں کی اس کے بغیر آپ کی یہ بات بذات خود بہتان قرار پا رہی اور عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے۔ اس وقت آپ کے خصم ہم ہیں لہٰذا خصوصیت کے ساتھ مصباحِ سنّت کو سامنے رکھنا نہ بھولیے گا۔

قولہٗ:۔ ''راہِ سنّت جو ایک کتاب کا نام رکھا گیا ہے تو نہ تو اس نام کو فرض یا واجب یا سنت یا مستحب کہا گیا ہے اور نہ ہی اس کے ترک پر کسی کو طعن دیا گیا ہے بلکہ سنت کے ثبوت اور اس کی اہمیت کے دلائل اور بدعت کی قباحت اور مروجہ بدعات میں سے بعض کے دلائل کے رد کے موضوع پر ایک محقق مجموعہ کا یہ نام رکھا گیا ہے تا کہ اس مجموعہ کے شائقین اس نام سے اس کو حاصل کر سکیں اس لیے اس نام کو نہ دین کا حصہ قرار دیا گیا ہے اور نہ ہی اس کو بدعت سیئہ کے زمرہ میں

شمار کیا جاسکتا ہے'' اھ بلفظہٖ [ایضاحِ سنّت صفحہ ۳۵،۳٦]

اقول:- یہ تو آپ نے یہ بتایا ہے کہ یہ نام آپ نے یہ یہ سمجھ کر نہیں رکھا یہ بھی تو بتائیں نہ کہ آخر یہ نام آپ نے کیا سمجھ کر رکھا ہے؟ نہیں تو ہمیں تو تبصرہ کا حق ہے ہی۔ پس سنیئے: ظاہر ہے کہ حرام، مکروہ، اساءت یا خلاف اولیٰ سمجھتے ہوئے تو یہ نام آپ نے تجویز نہیں کیا ہوگا فرض، واجب، سنت اور مستحب سمجھ کر رکھنے کی نفی آپ نے خود کردی ہے تو باقی جائز اور مباح ہی رہ گیا۔ جب کہ آپ خود لکھ چکے ہیں کہ جو چیز رسول اللہ ﷺ کے قول وعمل سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے۔(راہِ سنّت صفحہ ۱۴۵) تو آپ کی اس تصریح کی رو سے یہ نام قطعی طور پر بدعت ہوا۔

بالفاظ دیگر یہ نام درست ہے یا نہیں؟ نہیں درست تو آپ نے رکھا کیوں؟ درست ہے تو آپ کا بیان کردہ قاعدہ جس پر آپ نے راہِ سنّت کے ورق کے ورق صرف کیے ہیں اور ایضاح میں بھی اسے لائے ہیں (صفحہ ۲۵،۲٦) یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کسی امر کو نہ کرنا یا ترک فرمانا مطلقاً اس کے عدم جواز اور کراہت کو مستلزم ہے۔ پس آپ ﷺ نے جب یہ نام نہیں رکھا اور نہ ہی صراحت کے ساتھ اس کے رکھنے کا جواز آپ سے ثابت ہے تو یہ آپ ہی کے بیان کی رُو سے بدعت ہوا یا پھر اسے آپ علیہ السلام سے حسب اصول خود، ثابت کر کے دکھائیں۔

وبطریق آخر:-

فرض، واجب، سنت، مستحب نہ ہونے کے باوجود بھی اسے درست مان کر آپ نے مسکوت عنہ کے جواز کو تسلیم کرلیا ہے جو آپ سے مطلوب تھی۔ سبحان اللہ والفضل ماشهدت به الاعداء۔

وبطریق آخر:-

آپ نے مان لیا ہے کہ ثبوت کے جواز کے لیے فرض اور واجب کجا سنت اور مستحب ہونا بھی لازم نہیں۔

وبطریق آخر:-

آپ نے اس سنّی کلیہ کو نہایت سادگی کے ساتھ تسلیم کرلیا ہے کہ جب کسی چیز کے بارے میں نفیاً اثباتاً احکام شرعیہ میں سے کچھ صریحاً وارد نہ ہو تو اس صورت میں لامحالہ جواز ہی کا قول کیا جائے گا۔

اس سے آپ کی پوری راہِ سنّت کا محرک اور داعیہ کے باوجود ترک والا پروپیگنڈہ خاک میں مل گیا اور اس کے ساتھ راہِ سنّت بھی کیونکہ جب بنیاد نہ رہی تو اس کے سہارے قائم کردہ دیوار خود بخود زمین بوس اور پیوند خاک ہوگئی۔ الغرض راہِ سنّت کے نام پر ہمارا اعتراض خود گکھڑوی اصول پر مبنی درست اور بجا ہے جو تا حال جوں کا توں جواب کے لیۓ گکھڑوی صاحب کا منہ تک رہا ہے۔ لہٰذا ان کا یہ کہنا قطعاً صحیح نہیں کہ ''نہ ہی اس کو بدعت سیّہ کے زمرہ میں شمار کیا جاسکتا ہے'' کما مرّ۔

باقی رہی راہِ سنّت کی تعریف؟ تو یہ خود ساختہ اور اپنے منہ میاں مٹھو بننے والی بات ہے جسے حقائق نے بالکل ردّ کر دیا ہے اور وہ اپنے موقف میں قطعاً ناکام ہے جس کے لیے ''مصباح سنت'' کا بنظر غائر مطالعہ ضروری ہے۔

سنّتِ نبویّہ کے لیے ''المنہاج الواضح'' کے الفاظ کی بحث :-

سنّتِ نبویّہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لیے المنہاج الواضح کے الفاظ کے متعلق اس وقت جاری بحث میں ہمارا سوال یہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے حسب اصول گکھڑوی قطعاً ثابت نہیں جب کہ ان کا اصول یہ ہے کہ جب تک بہ ہیئتِ کذائیہ اور بعینہٖ ثبوت نہ ہو حکم بدعت عائد ہوگا جیسا کہ ہمارے سؤال میں یہ وضاحت موجود ہے نیز گکھڑوی صاحب کے پیش رو مولوی خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی صاحب نے بھی اسی پر زور دیا ہے چنانچہ ان کے لفظ ہیں ''کلام ہیئت کذائیہ مندرجہ ذیل سوال میں ہے نہ نفس ذکر مولود میں'' اھ (براہین قاطعہ صفحہ ۴۹) اس حوالہ سے ان کا یہ عنوان قطعی طور پر بدعت سیّہ ہوا۔ اور اس سے ہماری غرض یہ تھی کہ بہ ہیئت کذائیہ ثبوت نہ ہونے سے جب کہ اصل ثابت ہو نیز عنوان کے بدلنے سے معنون پر عدم جواز کا حکم (جیسا کہ گکھڑوی جماعت لگاتی ہے) صحیح ہے یا نہیں؟ بصورت اول سنت نبویّہ علیٰ صاحبہا السلام کے لیۓ المنہاج الواضح کا عنوان کیونکر درست ہوگا اور بصورت ثانی اس بناء پر معمولات اہلِ سنّت کو کیوں ناجائز بتایا جاتا ہے؟ المنہاج الواضح کے بعد لکھے ہوۓ ''یعنی'' کے لفظوں کو جو ہم نے لایعنی کہا تھا اس سے مقصود بھی یہی تھا کہ وہ ہمارے مطالبہ پر پورے نہ اترنے کے باعث بے فائدہ ہیں۔ ہمارا سؤال قطعاً یہ نہیں تھا کہ لغوی طور پر کسی لفظ کو کسی اور ملتے جلتے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں یا نہیں؟ مگر گکھڑوی

صاحب نے اصل مدعا سے واضح روگردانی کرتے ہوئے اسے خالص لغوی بحث بنا کر پیش کر دیا اور عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ یہ محض الفاظ معانی کی بحث ہے اور یہ چستی انہوں نے اس لیے دکھائی ہے کہ انہیں معلوم تھا کہ اس کے بغیر ان کی مطلب برآری ممکن نہیں اور اس بھاری پتھر سے سرکنا ان کے بس سے باہر ہے۔ لہٰذا راہ جنت سے شریعت بھی ظاہر اور کھلا عام راستہ لینا پھر شریعت بمعنی سنت لے کر المنہاج الواضح کے لفظوں سے تعبیر کرنا نیز مصباح اللغات سے سنت بمعنی شریعت بیان کرنا اسی طرح لفظ یغنی کے فوائد کے لیے بھری ہوئی کتابیں ذکر کرنا نیز حضرت صدرالافاضل کے تفسیری حاشیہ کا نام لینا انہیں قطعاً مفید نہیں کہ یہ مبحث فیہ سے ہٹ کر ہیں جب کہ مصباح اللغات گکھڑوی صاحب کی اپنے گھر کی کتاب ہے' جس سے یہ امر روزِ روشن کی طرح کھل کر سامنے آ گیا ہے کہ ان کے پاس دلائل شرعیہ میں سے کوئی دلیل نہ تھی ورنہ وہ اسے ضرور پیش کرتے کہ یہ بیان کا موقع ہے اور ہمارا مطالبہ بھی اس پر مستزاد ہے جو ان کی ایک اور شکستِ فاش ہے۔ اس سب کے باوجود آخر میں یہ لفظ بھی انہوں نے ہمارے ہی متعلق استعمال کیے ہیں کہ ''یہ ان کی اصول سے بالکل بے خبری کی علامت ہے'' (ایضاحِ سنّت جلد ا صفحہ ۳۷) جسے ان کے لفظوں میں ان کی خالص ہٹ دھرمی کے سوا اور کیا نام دیا سکتا ہے؟ فرمایئے کیسا رہا پروگرام؟

راہ سنّت کس لفظ کا ترجمہ :-

فقیر نے لکھا تھا: راہ سنت کے الفاظ ''المنہاج الواضح'' کا لغوی اور لفظی ترجمہ بھی نہیں ورنہ گکھڑوی صاحب کسی عربی ڈکشنری سے اس کا مطلوبہ معیاری ثبوت پیش کریں نیز یہ بھی بتائیں کہ سنت کس لفظ کا ترجمہ ہے المنہاج یا الواضح کا؟ [مصباحِ سنّت جلد ا صفحہ ۳۸]

اس کے جواب میں گکھڑوی صاحب کی جانب سے یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ واقعی ان الفاظ میں سے کسی کا ترجمہ نہیں بلکہ یہ ان کی ذاتی اختراعی اصطلاح ہے۔ حیث قال : ''مصنف نے خود بتایا کہ اس سے میری مراد سنت کا راستہ ہے (الیٰ) اس لیے مفتی صاحب موصوف کو کسی عربی ڈکشنری سے المنہاج الواضح کا لغوی یا اصطلاحی معنیٰ راہ سنت تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے''۔ (ایضاحِ سنّت جلد ا صفحہ ۳۸) جس پر ہم انہیں شاباش دیتے ہیں۔

متفرقات بحث ہٰذا:-

ایضاح صفحہ ۳۸ تا ۴۲ بحث ہٰذا کے متفرقات میں گفتگو حسب ذیل ہے:- فقیر نے لکھا تھا:-

''المنہاج الواضح مرکب توصیفی ہے جب کہ راہ سنت مرکب اضافی ہے پس اگر ثانی الذکر اول الذکر کا ترجمہ ہوتا تو اسے بھی مرکب توصیفی ہونا چاہیے تھا جب کہ ایسا نہیں ہے۔ فھٰذا دلیل آخر علیٰ ماقلناہ''۔ [مصباح سنت جلد ا صفحہ ۳۹]

گکھڑوی صاحب کی جانب سے اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ راہ سنت 'المنہاج الواضح' کا معنیٰ نہیں بلکہ مراد ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ جب الفاظ مرکب توصیفی ہوں تو ان کا ترجمہ بھی مرکب توصیفی ہو اور اگر الفاظ مرکب اضافی ہوں تو ان کا ترجمہ بھی مرکب اضافی ہونا چاہیے ایسا دعویٰ تو آج تک کسی نے نہیں کیا اور نہ عقل کی دنیا میں ایسا دعویٰ کیا جا سکتا ہے اس لیے کہ بعض دفعہ الفاظ مرکب اضافی ہوتے ہیں مگر ان کا ترجمہ مرکب توصیفی والا ہوتا ہے۔ اگر مفتی صاحب کو کسی اور پر اعتبار نہیں تو کم از کم اپنے اعلیٰ حضرت پر اعتماد رکھیں اور ان کا ترجمہ دیکھ لیں چنانچہ وہ بھی کئی مقامات میں مرکب اضافی کا ترجمہ مرکب توصیفی والا اور بالعکس کرتے ہیں (اس کے بعد چند مثالیں لکھی ہیں) معمولی علم رکھنے والے پر بھی واضح ہو جائے گا کہ مفتی صاحب کا یہ قاعدہ بالکل من گھڑت' جہالت کا کھلم کھلا اظہار ہے ورنہ ان کے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کے غلط اور پُر جہالت ہونے کا اقرار پہلے کرنا ہوگا اس لیئے کہ وہ ترجمہ راہ سنت کی تحریر سے پہلے لکھا گیا ہے اھ ملخصاً۔ [ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۳۹ تا ۴۰]

اقولُ:- مصباح سنت کے بعض مقامات پر اَلْحَرْبُ خَدْعَۃٌ کے پیش نظر ہمارے کچھ سوالات کچھ اہداف کو حاصل کرنے کے لیے تھے کیونکہ ہمارا پروگرام بہت وسیع ہے جس میں صرف راہ سنت ہی نہیں گکھڑوی صاحب کی اہلِ سنت کے خلاف لکھی گئی دیگر کتب بھی رد کے لیئے شامل ہیں جیسا کہ مصباحِ سنّت کے صفحہ ۲۵ پر ہم اس عزم کا اظہار بھی کر چکے ہیں اور بفضلہ تعالیٰ یہ اہداف من وعن پورے ہو رہے ہیں۔ گکھڑوی صاحب خوش ہیں کہ اس مقام پر انہوں نے ہماری کمزوری پکڑ لی ہے اور کنز الایمان شریف کو بطور حجت پیش کر کے راہِ سنت پر کیے گئے اس اعتراض کا قلع قمع کر دیا ہے لیکن ہمارے ہدف کے مطابق انہوں نے اپنے ہاتھ کٹوا دیئے ہیں اور ایک ہی جنبش

قلم میں پورے کنزالایمان کی صداقت کو مان لیا ہے۔ ہم کہتے تھے کہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے لفظی ترجمہ کا التزام نہیں فرمایا بلکہ عموماً آپ نے مفہومی ترجمہ فرمایا ہے اس کے باوجود گکھڑوی صاحب کی جماعت والے اسے نہیں مانتے تھے بلکہ اس کی تغلیط وتجہیل کرتے ہوئے جومنہ میں آتا کہہ دیتے تھے جن میں خود صاحب موصوف کی کتاب تنقید متین بھی شامل ہے اب انہوں نے مان لیا ہے کہ ایسے اعتراضات غلط اور پُر جہالت ہیں اور پاگل پن۔ واہ خدا تیری شان۔ الغرض عربی کو خصوصاً نظم قرآن کو اردو ترجمہ کا جامہ پہناتے ہوئے بعض مقامات پر بہت پیچیدگیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے البتہ عربی میں مرکب توصیفی کا بدل مرکب توصیفی اور اضافی کا اضافی ہی آئے گا کیونکہ یہ ایک دوسرے کا قسیم ہیں اور دونوں کی تراکیب کے مقاصد بھی بالکل جدا ہیں۔ شرح جامی میں اضافت کی بحث میں عبارت کافیہ ''ولا یضاف موصوف الیٰ صفتہ و صفۃ الی موصوفھا ''کی تشریح وتوجیہ میں فرمایا: ''مع بقاء معنی المفاد بالترکیب الوصفی بحالہ لان لکل من ھیأتی الترکیب الوصفی والاضافی معنی آخر لا یقوم احدھما مقام الآخر''۔

مزید تسلی کے لیے مدرسہ دیوبند ہی کے استاذ اور بزرگ دیوبندی مولوی مہدی حسن صاحب کی سن لیں۔ اس کے تحت شرح جامی کی شرح میں انہوں نے لکھا ہے:- یہاں سے مصنف ایک قاعدہ کلیہ بیان کر رہے ہیں کہتے ہیں کہ موصوف کی اضافت اپنی صفت کی طرف نہیں کی جا سکتی درانحالیکہ اضافۃ کے ساتھ وہ معنیٰ بھی بحالہ ملحوظ رہیں جو ترکیب وصفی سے حاصل ہوتے ہیں اس لیے کہ ترکیب وصفی اور ترکیب اضافی دونوں کے جدا جدا معنی ہیں جب ترکیب اضافی مقصود ہوگی تو ترکیب وصفی مراد نہیں ہوسکتی اور جب ترکیب وصفی ملحوظ ہوگی تو ترکیب اضافی کا تصور نہیں کیا جاسکتا الخ (جلد۲ صفحہ۴۷،۵۵ طبع فاروقی ملتان)

قولہ:- ''مفتی صاحب موصوف نے اگر واقعی افتاء کا کورس کیا ہے تو انہوں نے یہ ضرور پڑھا ہوگا کہ کسی کی کلام میں جہاں تک ہو سکے اس کو درست بنانے کی کوشش کی جاتی ہے خواہ مخواہ کلام کا غلط مفہوم متعین نہیں کرنا چاہیے''[ایضاح سنت جلد ۱ صفحہ ۴۰]

اقول:- خدا کرے اپنی باری میں بھی آپ کو یہ کورس یاد رہے۔

قولہٗ:- راہ سنت کو مرکب توصیفی بنایا جاسکتا ہے اس وجہ سے کہ سنت کا معنیٰ الطریق المسلوک بھی کیا گیا ہے جیسا کہ علامہ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں والسنۃ ھی الطریق المسلوک الخ [ایضاح صفحہ ۴۰]

اقول:- ع جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

قولہٗ:- مفتی صاحب کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ فارسی زبان میں ......زیر...... موصوف صفت کے درمیان بھی آتی ہے جیسے آبِ خنک الخ [ایضاح صفحہ ۴۱]

اقولُ:- یہ معلومات آپ سے کس نے طلب کی ہیں جب کہ آبِ خنک قطعاً مرکب توصیفی ہے اور راہِ سنّت کی ترکیب کو وصفی کہنا بہ تکلف بارد ہے۔

☆ ''راہِ سنّت'' کی ترکیب اضافی کے حوالہ سے فقیر نے لکھا تھا کہ باعتبار اصل اضافت مغائرت کے لیے ہوتی ہے جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ اس میں راہ اور چیز ہے اور سنت شئے آخر ہے جیسے راہِ خدا نیز عام بول چال ملتان روڈ لاہور روڈ وغیرہا ترکیبات میں یا فرض کریں کسی سڑک کا نام گکھڑوی روڈ ہو تو ان تمام مثالوں میں دونوں جزو ایک دوسرے سے قطعاً متبائن اور الگ الگ ہیں ملخصاً [صفحہ ۳۹، ۴۰]

اس کے جواب میں گکھڑوی صاحب کی جانب سے رأس زید اور عظم الساق کی مثالیں دے کر کہا گیا ہے کہ بعض دفعہ مغائرت صرف اعتباری ہوتی ہے اور مضاف مضاف الیہ کا آپس میں تعلق جزء اور کل والا بھی ہوتا ہے (ملخصاً) [ایضاح صفحہ ۴۱]

اقولُ:- یہ مثالیں ''راہِ سنّت'' پر فٹ کرنا ظلم ہے کیونکہ گکھڑوی صاحب نے جن امور کو معمولات اہلِ سنّت پر دانت پیستے ہوئے سنت کہا ہے ان کا سرے سے سنت سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ جس کی طرف ہم اس مقام پر مصباح میں پہلے بھی اشارہ کر آئے ہیں (صفحہ ۴۰)۔ ہاں اگر راہ سے مراد گکھڑوی راہ ہو اور سنت سے مراد بھی گکھڑوی سنت ہو تو پھر یہ تاویل شاید چل جائے۔

قولہٗ:- (ہم نے راہِ سنت پر تبصرہ میں کہا تھا کہ ''ضروری نہیں کہ کوئی راہ چلنے یا کسی روڈ کے اختیار کرنے والا منزل مقصود کو پہنچ بھی جائے بلکہ راستہ ہی میں رہ جانا یا اس سے ادھر ادھر بھٹک

جانا بھی عین ممکن بلکہ بعض اوقات واقع بھی ہوتا ہے۔ خصوصاً جب کہ وہ اجنبی ہو اور اسے مطلوبہ معیار کا رہبر بھی میسر نہ ہو الخ (مصباح صفحہ ۴۰) اس کے جواب میں گکھڑوی صاحب کی جانب سے کہا گیا ہے کہ) ''ہزاروں کی تعداد میں راہ سنت کا مطالعہ کرنے والے حضرات بدعات ورسومات باطلہ سے تائب ہو کر سنت پر عمل پیرا ہوئے اور ہو رہے ہیں پھر وہی اعتراضات تو خود ان کی مصباح سنت نام رکھنے پر بھی ہوتے ہیں مصباح کا معنی چراغ ہے کہ چراغ اور ہے اور سنت اور ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ چراغ میں تیل ہی نہ ہو یا اس میں فتیلہ نہ ہو یا اس کا شیشہ ٹوٹا ہوا ہو تو ایسے چراغ کا کیا فائدہ؟ ایسا چراغ تو بسا اوقات نقصان کا باعث بھی بن جاتا ہے جیسا کہ مفتی صاحب موصوف کی مصباح میں یہ سب چیزیں موجود ہیں اھ ملخصاً۔ [ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۴۲]

اقولُ:۔ راہ سنت کی یہ تعریف اپنے منہ میاں مٹھو والا معاملہ ہے جو مطابق واقعہ نہیں۔ کچھ بے وقوف اگر تبدیل ہو گئے ہوں تو یہ ان کی شومئی قسمت ہے۔ اگر اپنے منہ کی تعریف کو دلیل بنا دیا جائے تو تمام فرق باطلہ قادیانی اور یہود بلکہ ہنود کی حد تک اپنی باطل اور گمراہانہ کتابوں کے متعلق یہی تأثرات رکھتے ہیں۔

باقی مصباح سنت پر یہ اعتراضات بالکل غلط ہیں جو محض آپ کے تعصب کا نتیجہ ہیں۔ اور یہ اس وقت لائق سماعت تھے کہ جب آپ نے اس میں کوئی شرعی خرابی ثابت کی ہوتی جیسا کہ ہم نے راہ سنت میں ایسی بے شمار خرابیوں کی نشاندہی کی ہے۔ اس کے بارے میں آپ کے یہ کہنے کہ ''ہوسکتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے''۔ یہ سب فرضی باتیں ہیں آنکھوں سے تعصب کی پٹی کو دور کر کے اسے دیکھیں تو آپ کو اس کے تمام لوازمات صحیح صورت پر نظر آئیں گے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ وہ آپ کے لیے سراسر باعث نقصان ہے اور جس کو آپ نے ممکنہ اندیشہ گردانا ہے وہ حقیقت واقعیہ ہے۔

ہماری اس کتاب کے نام میں لفظ ''مصباح'' قرآن مجید کی سورۂ نور کی آیت نور میں مذکور لفظ مصباح سے مقتبس ہے جو آپ کے ذکر کردہ جملہ نقائص سے پاک ہے۔ اب آپ کی مرضی اس میں تیل کو مفقود کہیں یا فتیلہ کو یا اس کے شیشہ کو ٹوٹا ہوا کہہ کر باعث نقصان قرار دیں ؎

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

قال اللہ تعالیٰ اللہ نور السموت والارض مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانھا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیّۃ ولا غربیۃ یکاد زیتھا یضیء ولو لم تمسسہ نار نور علیٰ نور یھدی اللہ لنورہ من یشاء الایۃ صدق اللہ العظیم وبلغنا رسولہ الکریم ونحن علیٰ ذٰلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العلمین۔

گکھڑوی صاحب کے نام مع القاب کی بحث:۔

راہِ سنت کے متفرق مقامات پر گکھڑوی صاحب کا نام مع القاب وغیرھا حسب ذیل الفاظ سے لکھا ہے ''احقر' احقر الناس' احقر العباد شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خاں صفدر خطیب جامع مسجد نور گکھڑو شیخ الحدیث وصدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ الحنفی مذہباً والحسینی مشرباً فاضل دیوبند'' ملخصاً۔ ملاحظہ ہو (راہِ سنت ٹائیٹل پیج صفحہ ۱۰'۱۱) اب اس پر مصباح سنت پر جو تبصرہ کیا گیا تھا پھر ایضاح سنت میں ان کی طرف سے اس کا جو جواب دیا گیا ہے اور دونوں کے درمیان جو تبادلہ خیال ہوا ہے ذیل میں اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

گکھڑوی صاحب کو ''مولانا'' کہنے یا کہلانے کا مسئلہ:۔

ہم نے مصباح سنت میں لکھا تھا:۔

> ''خود گکھڑوی صاحب نیز ان کے محترم المقام بزرگان کے مقرر کردہ اصول بدعت کے حوالہ سے ان کا نام مع مذکورہ القاب وآداب نیز نسبتیں سب مذموم بدعات بلکہ بعض الفاظ ان کے حسبِ اصول شرک بھی ہیں مثلاً ان کے نام کے ساتھ دیگر کے علاوہ ''مولٰنا'' کے لفظ بھی لکھے ہیں جب کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ایک دعا کے تعلیم فرماتے ہوئے انہیں فرمایا ہے کہ وہ اسے کہیں اَنْتَ مَوْلٰنَا اے اللہ مولٰنا تو ہی ہے۔ ملاحظہ ہو (پ۳ البقرہ آخری آیت) جب کہ ان کے عقیدہ کے مطابق جو لفظ قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے وارد ہوا ہے۔ مخلوق کے لیے بولنا بھی شرک (اور کم از کم ایہام شرک ضرور) ہے جس کی ایک واضح دلیل یہ ہے کہ وہ حضور سید عالم ﷺ کے حق میں حاضر وناظر مختار کل وغیرہ کے الفاظ کو اس لیے شرک

کہتے ہیں کہ ان کے ہاں یہ لفظ اللہ کے لیے ہیں جو محتاج دلیل نہیں کہ ان کے ہر شخص کی زبان پر اس کی برابر کی رٹ ہے پس گکھڑوی صاحب خود کو مولانا کہہ یا کہلا کر اپنے ہی فتوے کی رو سے شرک اکبر کے مرتکب ہو کر بقلم خود مشرک قرار پائے جسے خدا کے غضب کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے'' (**نعوذ باللہ من ذٰلک**) اھ ملاحظہ ہو۔
[مصباح سنت جلد ا صفحہ ۱۴۱]

اقولُ:- اہل سنت و جماعت اللہ تعالیٰ کے محبوب و مقرب بندگان خصوصاً سید الانس والجانّ علیہ صلوات اللہ الرحمٰن کے لیے حاضر ناظر وغیرہ کے الفاظ محض اشتراک اسمی ولفظی کے طور پر بولتے ہیں اشتراک معنوی کے طور پر نہیں نیز ان کے کمالات اللہ تعالیٰ کے فضل وعطاء کا نتیجہ مانتے ہیں از خود اور بتقاضائے ذات نہیں جب کہ شرک' اشتراک لفظی سے نہیں معنوی سے ثابت ہوتا ہے نیز جب کہ وہ الفاظ جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ شرعاً خاص ہیں ان کا اطلاق علی الاطلاق بھی ہم مخلوق کے لیئے درست نہیں سمجھتے چنانچہ اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز اس بارے میں فرماتے ہیں:- ''علم غیب بالذات اللہ عزوجل کے لیئے خاص ہے کفار اپنے معبودانِ باطل وغیرہم کے لیئے مانتے تھے لہٰذا مخلوق کو عالم الغیب کہنا مکروہ اور یوں کوئی حرج نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے امور غیب پر انہیں اطلاع ہے'' اھ۔ ملاحظہ ہو (الامن والعلیٰ ۷۰ طبع لاہور) جب کہ حکم اور اطلاق میں فرق ہونا بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے (الشہاب الثاقب صفحہ ۱۰۵ مؤلفہ مولوی حسین احمد ٹانڈوی صاحب طبع دیوبند)۔

لفظ ''مولانا'' کے حوالہ سے پیش نظر متذکرہ بالا سوال سے مقصود گکھڑوی صاحب سے یہی امر منوانا تھا جو بفضلہٖ تعالیٰ انہوں نے من وعن نہایت سادگی کے ساتھ مان لیا بلکہ مکمل طور پر اس بارے میں اہل سنت کی بولی بولتے ہوئے اس پر متعدد دلائل بھی قائم کر دیئے ہیں۔ پوری عبارت پیش کی جارہی ہے۔ پڑھیئے اور خدا کی قدرت کا نظارہ کیجیئے۔ چنانچہ وہ ہمارے اس سوال کے آگے گھٹنے ٹیکتے ہوئے جوش میں آ کر خامہ فرسائی کرتے ہیں :......

مفتی صاحب موصوف یا تو ہمارا عقیدہ سمجھے ہی نہیں ہیں یا پھر انہوں نے عوام الناس کو مغالطہ دینے کی خاطر جان بوجھ کر ہمارے عقیدہ کو غلط انداز میں پیش کر کے ہماری جانب غلط نسبت

کی ہے۔قارئین کرام ہمارا اور ہمارے اکابر کا عقیدہ جو کتابوں میں مذکور ہے اور جس پر ہم قائم ہیں وہ یہ ہے کہ جو الفاظ وصفات اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کے لیے مختص ہیں ان کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور پر کرنا ناجائز ہے۔ایسے الفاظ وصفات کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی اور کے لیے استعمال کرنا شرک یا کم از کم ایہام شرک ہے اس لیے اس سے بچنا ضروری ہے جیسے عالم الغیب والشہادۃ اور مختار کل ہونا ذات خداوندی کے ساتھ مختص ہیں ان کا اطلاق مخلوق میں سے کسی پر کرنا یقیناً شرک ہے جب کہ جس پر اطلاق کیا گیا ہے اس کے بارہ میں عالم الغیب والشہادۃ یا مختار کل ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے اوز اگر ایسا عقیدہ نہیں رکھتا تو تب بھی ایہام شرک کی وجہ سے اس سے بچنا ضروری ہے اور ایسے الفاظ وصفات جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مختص نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیۓ بھی استعمال ہوتے ہیں اور مخلوق کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں تو ان الفاظ میں اشتراک اسمی ہے مگر حیثیت کا فرق ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایسے الفاظ کا استعمال اس کی شان کے مطابق اور مخلوق پر اس کی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ بھی موجود ہے اور مخلوق بھی موجود ہے اور موجود کا لفظ دونوں پر استعمال ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کا موجود ہونا اس کی شان کے مطابق اور مخلوق کا موجود ہونا اس کی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے۔اس طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے اَلسَّمِيعُ الْبَصِيرُ بھی ہیں اور قرآن میں یہی صفات انسان کی بھی بیان کی گئی ہیں اور ارشاد ہے ''فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا'' (پارہ نمبر ۲۹ سورۃ الدہر آیت نمبر ۲) کہ ہم نے انسان کو سمیع اور بصیر بنایا۔اس طرح اللہ تعالیٰ کی صفات میں رؤف اور رحیم بھی ہیں اور قرآن کریم میں یہی صفات حضور علیہ السلام کی بھی بیان کی گئی ہے۔''بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفٌ رَّحِيمٌ'' (سورۃ التوبہ آخری سے پہلی آیت) کہ حضور ﷺ مومنوں کے حق میں رؤف اور رحیم ہیں۔مگر اللہ تعالیٰ کا سمیع، بصیر، رؤف اور رحیم ہونا اس کی شان کے مطابق ہے اور انسان کا سمیع اور بصیر ہونا اور حضور ﷺ کا رؤف اور رحیم ہونا ان کی شان وحیثیت کے مطابق ہے۔جو الفاظ اشتراک اسمی کے ساتھ پائے جاتے ہیں ان میں حیثیت کا فرق ہوتا ہے ان الفاظ کا استعمال اللہ تعالیٰ کے علاوہ مخلوق کے لیۓ کرنا مطلقاً ممنوع نہیں ہے بلکہ اس وقت ممنوع ہے جب کہ اسی حیثیت سے استعمال کیا جائے جو حیثیت اللہ تعالیٰ کے لیۓ استعمال کی ہے۔اس لیۓ ہم مفتی صاحب موصوف کی

معلومات کے عرض کرتے ہیں کہ عالم الغیب والشہادۃ ہونا اور مختار کل ہونا ذات خداوندی کے ساتھ مختص ہیں اس لیۓ ان کا استعمال مخلوق میں سے کسی کے لیۓ کرنا یقیناً شرک یا کم از کم ایہام شرک ضرور ہے اور لفظ مولانا میں بھی اشتراک اسمی ہے اس لیۓ کہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیۓ بھی استعمال ہوتا ہے اور حضور ﷺ کے لیۓ استعمال ہوتا ہے جیسا کہ درود شریف کے منقول الفاظ میں سے بعض میں الفاظ یوں ہیں ''**اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد**'' اور اس لفظ مولانا کا اطلاق حضور ﷺ نے اپنے ایک صحابی حضرت زید بن حارثہؓ (ﷺ) پر یوں فرمایا ''**انت اخونا و مولنا**'' (بخاری جلد ٢ صفحہ ٦١٠ و مسند احمد ١٠٨ جلد ١) اور مولانا کا لفظ علماء کے لیۓ بھی استعمال ہوتا ہے مگر ہر ایک پر اس کی شان اور حیثیت کے مطابق اس کا استعمال ہوتا ہے۔اھ بلفظہ۔ ملاحظہ ہو [ایضاح سنت جلد ١ صفحہ ٤٤ تا ٤٦]   ع   مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

گنگوہی گکھڑوی تصادم:-

اس عبارت میں گکھڑوی صاحب نے درود شریف ''**اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد**'' کے الفاظ کو منقول کہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ الفاظ حدیث شریف میں وارد ہیں جب کہ موصوف کے پیشرو مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کے بارے میں ہے کہ ان سے ''ایک مرتبہ مولانا ولایت حسین صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت نماز میں درود شریف کے اندر لفظ سیدنا ملانا چاہیے یا نہیں؟ حضرت نے فرمایا ہاں! مولوی صاحب نے عرض کیا کہ کسی روایت میں لفظ سیّدنا نہیں پایا گیا۔ حضرت امام ربانی نے فرمایا اگر چہ جناب رسول اللہ ﷺ نے لفظ سیّدنا نفرمایا ہو مگر ہمیں یہی لائق ہے'' اھ۔ ملاحظہ ہو [تذکرۃ الرشید یہ جلد ٢ صفحہ ٢٩١ طبع کراچی مؤلفہ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی مصدّق المہنّد] جس سے گنگوہی گکھڑوی کے درمیان واضح تصادم کا پتہ چلتا ہے۔

گکھڑوی صاحب کا سخت افتراء اور جھوٹ:-

بحث ہٰذا کے آخر میں لکھا ہے کہ:-

''اگر کوئی بدبخت ان الفاظ کو مخلوق میں سے کسی پر اسی حیثیت میں استعمال کرتا ہے جس حیثیت میں اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر کیا جاتا ہے جیسا کہ اہل بدعت حضور ﷺ

کو عالم ماکان وما یکون جانتے ہوئے ان پر عالم الغیب والشہادۃ کا اطلاق اور ہر چیز پر تصوف کا نظریہ رکھتے ہوئے مختار کل کا اطلاق کرتے ہیں۔اھ [ایضاح سنّت جلد ا صفحہ ۴۶]

اقول:- یہ گکھڑوی صاحب کا اہلِ سنّت پر شدید افتراء، سخت بہتان اور بہت بڑا جھوٹ ہے جس کے جھوٹ اور خلاف واقعہ ہونے کے لیے اتنا بھی کافی ہے کہ وہ ہمارے متعلق اتنا بڑا دعویٰ کرنے کے باوجود اسے ہمارے کسی ذمہ دار قسم کے عالم کی کسی کتاب سے ثابت نہیں کر سکے۔

مزید گکھڑوی صاحب کے اس دعویٰ کے جھوٹے اور بے بنیاد ہونے کی وضاحت امام اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس تصریحی بیان سے بھی ہوتی ہے آپ فرماتے ہیں:-بلا شبہ غیر خدا کا علم معلومات الٰہیہ کو حاوی نہیں ہوسکتا۔ مساوی درکنار تمام اولین وآخرین وانبیاء و مرسلین وملٰئکہ مقربین سب کے علوم مل کر علومِ الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑہا کروڑ سمندروں سے ایک ذراسی بوند کے کروڑویں حصے کو کہ وہ تمام سمندر اور یہ بوند کا کروڑواں حصہ دونوں متناہی ہیں اور متناہی کو متناہی سے نسبت ضرور ہے بخلاف علوم الٰہیہ کہ غیر متناہی در غیر متناہی در غیر متناہی ہیں۔ اور مخلوق کے علوم اگرچہ عرش وفرش، شرق وغرب وجملہ کائنات از روز اوّل تا روز آخر کو محیط ہو جائیں آخر متناہی ہیں کہ عرش وفرش دو حدیں ہیں، شرق وغرب دو حدیں ہیں۔ روز اوّل وروز آخر دو حدیں ہیں اور جو کچھ دو حدوں کے اندر ہو سب متناہی ہے۔ بالفعل غیر متناہی کا علم تفصیلی مخلوق کو مل ہی نہیں سکتا تو جملہ علوم خلق کو علم الٰہی سے اصلاً نسبت ہونی ہی محال قطعی ہے نہ کہ معاذ اللہ توہم مساوات۔اھ۔ ملاحظہ ہو۔ [خالص الاعتقاد صفحہ ۲۳ مؤلفہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ رحمہ اللہ۔ طبع حامد اینڈ کمپنی لاہور]

علاوہ ازیں عالم الغیب والشہادۃ کے اطلاق کے بارے میں الامن والعلیٰ صفحہ ۱۷۰ سے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت ابھی گزری ہے کہ مخلوق پر علی الاطلاق اس کا اطلاق درست نہیں۔

اسی طرح مختار کل کے اطلاق کا مسئلہ ہے کہ ہم کسی بھی فرد مخلوق کو اس حیثیت سے مختار

ہرگز ہرگز نہیں مانتے جس معنیٰ میں اللہ تعالیٰ ہے بلکہ باذن الٰہی اور تحت مشیت الٰہیہ مختار مانتے ہیں جس پر امام اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد بھی شاہدِ عدل ہے : حیث قال ؂
یا خدا تجھ تک ہے سب کا منتہیٰ۔ اولیاء کو حکم نصرت کیجیئے :

؂ یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

ملاحظہ ہو [حدائقِ بخشش جلد۱ صفحہ ۷۴، ۱۷ طبع بشیر سنز لاہور]

ان حوالہ جات سے بھی واضح ہو گیا کہ گکھڑوی صاحب کا ہمارے متعلق مذکورہ بیان ان کا سفید جھوٹ ہے جس کی جتنی مذمت کی جائے اتنی کم ہے۔

چیلنج :-

گکھڑوی صاحب میں اگر ذرہ بھر بھی صداقت اور جرأت ہے تو وہ اپنے اس دعویٰ کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی کسی کتاب سے ثابت کریں ہم انہیں شاباش دینے کے ساتھ ساتھ رائج پاکستانی سکہ کے مطابق فی حوالہ دس ہزار روپے انعام بھی پیش کریں گے جسے بذریعہ عدالت بھی وصول کیا جا سکے گا اور اگر نہ لا سکیں اور ہرگز نہیں لا سکیں گے تو ہمارا ان سے اس کے سوا کچھ مطالبہ نہیں ہے کہ وہ میدان محشر میں خدا کی پیشی سے ڈرتے ہوئے اس جھوٹ سے توبہ کر لیں، اسی میں عافیت ہے اور اسی میں وقار و عزت ہے۔ اب پتہ چلے گا کہ گکھڑوی صاحب جھوٹی انا پر رہتے ہیں یا حقیقی عظمت کو ترجیح دیتے ہیں۔

بحث سلسلۂ بیعت گکھڑوی صاحب :-

فقیر نے مصباح سنت میں لکھا تھا کہ :-

''گکھڑوی صاحب نے خود کو ''الحسینی مشربا'' بھی لکھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سلسلۂ بیعت بھی رکھتے ہیں اور وہ غالباً خود مولوی حسین علی واں بھچروی سے یا ان کی لڑی میں بیعت ہیں جس کی رو سے اپنے حسبِ نظریہ **وما اھل بہ لغیر اللہ** کی زد میں آ کر وہی کچھ قرار پائے جو وہ حضور سیّدنا غوث اعظم اور خواجہ اجمیری اور دیگر اولیاء کرام رحمہم اللہ اجمعین کی پاک نسبتوں کے بارے میں کہا کرتے ہیں۔

علاوہ ازیں ان کے امام اوّل مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب نے ایسی نسبتوں کے بدعت ہونے کا فتویٰ دیتے ہوئے قادری نقشبندی چشتی کہلانے کو ناجائز ہی نہیں کہا اس پر روسیاہ بدعتی مستحق عذاب اور منکر قرآن ہونے کا حکم بھی لگایا ہے جس کے نشانہ پر سب سے زیادہ خود گکھڑوی صاحب آ رہے ہیں۔ اھ ملخّصاً ملاحظہ ہو [مصباح سنّت جلد ا صفحہ ۴۲'۴۳]

اس کے جواب میں گکھڑوی صاحب کی جانب سے یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ وہ واقعی مولوی حسین علی واں بھچروی سے بیعت ہیں بلکہ وہ ان کے خلیفہ مجاز بھی ہیں اور اسی سلسلہ میں بیعت فرماتے بھی ہیں اور اس سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے انہوں نے اپنے کئی علماء کو خلافتیں بھی بانٹتی ہیں جن میں ان کے بیٹے بھی شامل ہیں اس لیے اولیاء کرام کی نسبتوں کی مورد طعن بنانے کا الزام مفتی صاحب موصوف کا بہتان ہے جو انہوں نے اپنے بزرگوں کے طریق کار کے مطابق لگایا ہے وہ کیا ان کے اکابر میں سے بھی کسی نے ان نسبتوں پر چوٹ نہیں کی۔ خود علماء دیوبند تصوف کے چاروں سلسلوں میں بیعت کرتے کراتے چلے آ رہے ہیں یہ نسبتیں غالی غیر مقلدین کے سوا کسی کے نزدیک بھی ممنوع نہیں۔ ہاں ان کی نسبت کر کے بدعات و رسومات باطلہ کی صورت میں اپنے پیٹ کا دھندہ چلانے والوں کے مکروہ چہروں سے نقاب الٹ کر ان کا اصلی چہرہ لوگوں کو دکھانے کا فریضہ انہوں نے اور ان کے اکابر نے ضرور سرانجام دیا ہے۔ مفتی صاحب موصوف پر حیرانگی ہے کہ وہ الحسینی نسبت کو کیسے مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللہ کی زد میں شمار کرتے ہیں وہ بے چارے اس کے مفہوم سے ہی غافل ہیں ورنہ خاندانی یا اعتقادی بزرگوں کی جانب نسبت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۵۰۰ پر ہے عنوان ''باب من انتسب الیٰ آبائه فی الاسلام و الجاهلية'' کے تحت حدیث کے لفظ ہیں ''انا ابن عبدالمطلب'' اس لیے مفتی صاحب کا یہ اعتراض علماء دیوبند کے نظریہ سے ناواقفی یا ان کا تجاہل عارفانہ ہے۔ باقی شاہ اسمٰعیل صاحب کی عبارت انہوں نے ادھوری پیش کر کے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے جس سے انہوں نے اپنے بزرگوں سے ورثہ میں ملا ہوا چسکہ پورا کیا ہے ان کی عبارت میں ان لوگوں پر طعن کیا گیا ہے جو ان نسبتوں سے اپنی وابستگی جتا کر اپنی بدعتیں چمکاتے ہیں نیز شغل برزخ اور تعویذ گنڈے وغیرہ کا کاروبار کرتے ہیں۔ تصوف کی

ان نسبتوں پر وہ کیسے طعن کر سکتے ہیں جب کہ وہ خود حضرت سید احمد شہید کے ہاتھ پر بیعت بھی تھے اور تصوف پر ان کی مستقل کتاب حقیقت تصوف کے نام سے مشہور ہے۔اھ ملخّصا ...... ملاحظہ ہو [ایضاح سنت جلد اصفحہ ۴۶ تا ۵۱]

اقولُ:-ان کی اس تقریر کا تر کی بہ تر کی جواب حسب ذیل ہے:-

فاقول وباللہ التوفیق اس اقرار کے بعد کہ آپ مولوی حسین علی واں بھچروی صاحب کے دست بیعت اور ان کے خلیفہ مجاز ہیں نیز یہ کہ آپ خود بھی پیری مریدی کرتے ہیں اور اس سلسلہ کو بڑھانے کے لیے خلافتیں بھی بانٹتے ہیں' آپ کے پکے کٹے بدعتی ہونے میں کچھ شبہ نہ رہا کیونکہ واں بھچروی صاحب موصوف سخت ترین مبتدعانہ عقائد ونظریات کے حامل تھے جو ان کی کتاب بلغۃ الحیر ان سے واقفیت رکھنے والوں پر کسی طرح مخفی نہیں جس کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ انہوں نے مبتدع اور ضالّ و مضلّ فرقہ معتزلہ کے اس سخت مبتدعانہ عقیدہ کی تائید کرتے ہوئے اسے قرآن وحدیث سے مؤید بتایا ہے کہ اللہ بکل شئی علیم اور علیم بذات الصدور جل مجدہ الکریم کو اس سے پہلے کچھ علم نہیں ہوتا کہ بندے کیا کریں گے بلکہ اسے ان کے کام کر لینے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ کیا کریں گے۔والعیاذ باللہ۔

اسی طرح انبیاء واولیاء کرام علیہم السلام پر لفظ طاغوت کے اطلاق کو جائز قرار دینا وغیرہ بھی ان کے مبتدعانہ عقائد میں سے ہے۔ان سب کے حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو (بلغۃ الحیر ان صفحہ ۱۵۷'۵۸ اوغیرہ طبع لاہور)۔پس ایسے مبتدع پیر کے ایسے عقائد کو جانتے ہوئے اس کی ارادت اور غلامی اختیار کرنے والے کے بدعتی ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے؟ علاوہ ازیں بہ ہیئت کذائیہ پیری مریدی' اذکار واشغال اور سلسلے خود آپ کے حسب اصول بدعت مذمومہ ہیں جس پر راہ سنت کا ورق ورق اور صفحہ صفحہ شاہد عدل ہے ورنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب ایک حلقۂ ذکر پر فتویٰ بدعت والی روایت (جسے آپ نے بڑے طمطراق سے نقل کیا اور اس کے حوالہ سے بزعم خویش اہل بدعت پر خوب برسے ہیں) میں اور مرشد دیوبند کے رسائل ''ضیاء القلوب'' اور ''ارشاد مرشد'' مشمولہ کلیات امدادیہ میں مذکورہ طرق اذکار میں وجہ فرق کیا ہے اور وہ حلقۂ ذکر آپ کے نزدیک بدعت مذمومہ ہے تو صوفیاء کرام کے مقرر کردہ حِلَق ذکر کو آپ فتویٰ بدعت سے کیونکر بچائیں گے؟

پس اس حوالہ سے بھی آپ کے بقلم خود بدعتی ہونے میں کچھ شک نہ رہا۔ اور دیگر علماء دیو بند جو اس میں آپ کے یا آپ ان کے شریک ہیں وہ بھی قطعاً بدعتی قرار پائے اور مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب بھی آپ سے پہلے بدعتی قرار پائے۔

ہمارے اس بیان سے تذکیر الاخوان کی پیش کردہ آپ کی عبارت سے بھی جواب ہو گیا کہ دہلوی صاحب کے نزدیک پیران عظام کے سلسلوں کی نسبتیں واقعی بدعت مذمومہ ہیں کیونکہ ان کے حسبِ اصول یہ سلسلے قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ پھر یہ کہ دنیا جانتی ہے کہ دہلوی صاحب ابن عبدالوہاب نجدی کی نجدی وہابی تحریک کے ہندوستان میں ستونِ اوّل ہیں جب کہ نجدی موصوف کے حسبِ عقیدہ اور ان کے اخلاف واتباع کی بے شمار تصریحات کے مطابق صوفیاء کرام کے اشغال واذکار اور ان کے سلسلے نیز پیری مریدی اور خلافتیں بانٹنے کے سب امور بدعت سیئہ ہیں جسے خود آپ نے بھی اپنے اس ارشاد میں تسلیم کیا ہے کہ "یہ نسبتیں غالی غیر مقلدین کے سوا کسی کے نزدیک بھی ممنوع نہیں" کیونکہ ان غالی غیر مقلدین نے بھی انہی نجدیوں ہی سے سیکھا ہے۔ لہٰذا ان کا پیری مریدی اپنا لینا اور تصوف کے حق میں کتاب لکھ دینا یقیناً کسی سیاسی مفاد کی غرض سے تھا جو وہابی نجدی دیو بندی سیاست کا بنیادی عنصر اور خاصہ ہے جو سب کے سامنے ہے کہ ہمیشہ ہر دور میں ان حضرات کے تاحال دو دو گروپ رہے ہیں اور ہیں۔ ایک موافق اور ایک مخالف تا کہ دونوں طرفوں سے خوب مفادات اٹھائے جاسکیں۔ موجودہ سیاست کو دیکھ لیں ایک گروپ اپوزیشن میں اور ایک حزب اقتدار میں ہے بلکہ اب تو مسائل میں بھی دو دو گروپ ہیں۔ کچھ دیو بندی نماز جنازہ کے بعد دعا مانگتے لیتے اور ختم درود پڑھ لیتے ہیں اور کچھ ڈنڈا اٹھا کر ان امور کی مخالفت میں رہتے ہیں تا کہ دونوں طرح سے قوم کو لوٹا جاسکے۔ صدر ضیاء الحق صاحب کی نماز جنازہ کے بعد بالکل اہل سنت کے طریقے کے مطابق مولوی عبدالمالک صاحب کاندھلوی دیو بندی نے بالا بتہال ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرائی تھی جو ٹی وی پر بھی پوری قوم کو دکھائی گئی بلکہ آپ پچھلے دنوں یہاں رحیم یار خان جس جامعہ قادریہ میں دعوت پر آئے تھے ان کی پالیسی بھی یہی ہے کہ جہاں انہیں چندے کا مفاد نظر آئے امور بالا میں سے سب کچھ کر لیتے ہیں۔ پس اگر اسمٰعیل دہلوی صاحب نے بے چارے سید احمد صاحب جو بالکل ان پڑھ تھے لیکن حلقہ اور اثر ورسوخ خاصا رکھتے تھے" سے مفادات لینے نیز

خانقاہ سے وابستہ ہو کر دیگر متوسلین میں اپنا اثر پھیلانے کی غرض سے بیعت کر لی ہو تو کچھ اچنبھے کی بات نہیں بناء بریں تصوف پر کتاب لکھ دینا بھی کچھ بعید نہیں۔

پھر جب اپنے اصولوں سے انحراف کر کے یہ سب کچھ آپ اور آپ کے علماء و پیشوایان مذہب نے کیا ہے تو پیٹ کا دھندہ چلانے والے ''محبوب'' اور ''حسین'' چہرے بھی آپ ہی لوگوں کے ہوئے جن سے نقاب الٹ کر آپ کے لفظوں میں ہم نے ان کی اصل کھول کر رکھ دی ہے۔

پھر جب در پردہ آپ ان نسبتوں کے ہیں ہی منکر تو پیش کردہ بخاری شریف والا حوالہ آپ کو کچھ مفید نہ رہا۔ علاوہ ازیں اسے آپ کے دعویٰ سے کچھ مطابق بھی نہیں ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی وجہ صحیح کی بناء پر اپنے آباء کا حوالہ دے کر رجزیہ انداز میں ان کا ذکر کرنا اس تعصب کی مد میں نہیں آتا جو منع ہے اس میں پیری مریدی والی نسبت کا کچھ ذکر ہی نہیں جو آپ کے اصول استدلال کے خلاف بھی ہے کہ جب تک بعینہٖ اور صریحاً ذکر نہ ہو آپ دوسروں کے مقابلہ میں اس پر راضی ہی نہیں ہوتے نہ معلوم یہاں کیوں گوارا کر لیا گیا شاید ضرورت ایجاد کی ماں ہے نیز میٹھا ہپ اور کڑوا تھو والا معاملہ ہے۔ پس وما اهل به لغير الله کی زد سے بچنے کے لیے بخاری شریف کے حوالے کا جو بہانہ آپ نے ڈھونڈا تھا وہ بھی غلط نکلا۔ اگر آپ اس میں شامل نہیں ہیں تو آپ صرف حیرانگی ہے کہہ کر آگے کیوں گزر گئے نیز یہ تو آپ نے کہہ دیا کہ ''وہ بے چارے اس کے مفہوم سے ہی غافل ہیں''۔ آپ نے اس کا جامع مانع مفہوم کیوں نہ بیان کیا؟ ایک دبلا سا بے زبان بکرا غیر خدا کے نام سے مشہور ہونے کی بناء پر تو حرام ہو جائے لیکن ایک صحت مند زبان دراز مولوی اپنے پیر کے نام سے منسوب ہو تو اس کی صحت پر کچھ اثر نہ پڑے آخر کیوں؟

آپ کا یہ کہنا کہ دہلوی صاحب نے محض ان چشتی نقشبندی قادری کہلانے والوں کی تردید کی ہے جو شغل برزخ اور تعویذ گنڈے وغیرہ کی بدعات کے چمکانے کے خوگر تھے؟ تو یہ آپ کی مذہبی خودکشی کی بدترین مثال نیز آپ کے بقلم خود بدعتی ہونے کی اٹل اور دوٹوک شہادت ہے کیونکہ آپ کے امام ربانی گنگوہی صاحب نے شغل برزخ کو درست' جائز' با اصل اور مفید قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو [فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۲۴ وغیرہ طبع محمد علی کارخانہ اسلامی کتب کراچی و فاروقی کتب خانہ ملتان]

نیز تعویذ گنڈے کے بارے میں وہ اپنے بعض متوسلین سے مخاطب ہوکر رقم طراز ہیں:-

''حسب تحریر آپ کے پاس ایک ایک تعویذ بھیجتا ہوں (الیٰ) بڑا تعویذ اپنی اہلیہ کے بازو پر باندھ دیں اور چھوٹا اپنے فرزند کے گلے میں ڈالیں۔ (نیز اس سے آگے لکھا ہے) تعویذ ارسال ہیں بڑا تعویذ اپنے بھائی کے بچے کے سامنے کھول کر دکھلا کر اس کے گلے میں ڈال دیجیے''۔ اھ ملاحظہ ہو [فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۰۶ طبع مذکور]

پس جب آپ کے دادا شیخ تذکیر الاخوان نیز آپ کے ارشاد کی روشنی میں بدعتی قرار پائے تو اس سے حصہ بقدر رحبّہ آپ کو بھی ملا یا نہیں؟

مزید یاد کیجیے جناب خود بہ نفس نفیس حکیم الامۃ حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی نور اللہ مرقدہٗ کو مخاطب کر کے اس بارے میں لکھ چکے ہیں کہ:-

''اس کا مختصر جواب تو صرف یہ ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکذبین۔ مفتی صاحب! جب سے راقم نے ہوش سنبھالا ہے اس وقت سے لے کر آج تک جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے کرتا ہے۔ موافق بھی اس کو جانتے ہیں اور مخالف بھی۔ اور کیا موافق و کیا مخالف سبھی مجھ سے تعویذ لے جاتے ہیں اور باقاعدہ جھاڑ پھونک کے لیے آتے ہیں۔ مفتی صاحب! آپ نے اتنا سفید جھوٹ کیوں کہا کہ مولوی صاحب جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے کو شرک کہتے ہیں''۔ اھ بلفظلک۔ ملاحظہ ہو [باب جنت صفحہ ۲۶۹ طبع مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ]

گکھڑوی صاحب! اب تو آپ کے بقلم خود بدعتی ہونے میں کچھ شبہ نہ رہا۔ اور یہ بھی ذہن میں تازہ کر لیں کہ راہِ سنت میں آپ یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ بدعتی ملعون ہوتا ہے لہٰذا اپنے مذکورہ بالا شستہ کلام کے آغاز میں جو ورد آپ نے پڑھا ہے اسے اپنے اوپر ہی پھونک دیں کہ آپ جھاڑ پھونک کے بڑے ماہر ہیں ہو سکے تو اس کا ایک گنڈہ بھی بنا کر گلے میں ڈال لیں یا بازو پر باندھ لیں شاید آپ کے مرض کے لیے شافی علاج بن جائے۔ اسی کو کہتے ہیں آسمان کا تھوکا اپنے منہ پر آنا ہے۔ محسوس مت فرمایئے گا کہ ؎

ایں ہمہ آوردۂ تست جب کہ ''خود کردہ را علاجے نیست''۔

رہا آپ کا یہ کہنا کہ تذکیر الاخوان میں ''جدا جدا'' کے الفاظ تھے جسے میں نے ''جدی جدی'' بنا کر لکھ دیا ہے جو میری غلطی ہے (ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۴۸،۴۹ ملخصًا)؟ تو یہ جناب کی کمال بے خبری کا نتیجہ ہے۔ تذکیر الاخوان میں ایسے ہی ''جدی جدی'' لکھا ہے ملاحظہ ہو [صفحہ ۶۵ طبع میر محمد آرام باغ کراچی] بلکہ تذکیر کے علاوہ تقویۃ الایمان کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ دہلوی صاحب اس لفظ کو یونہی لکھتے اور بولتے تھے۔ ملاحظہ ہو (صفحہ ۲۷ طبع مذکور) پس اپنے کیے کا ہمیں ذمہ دار ٹھہرانے کا سلیقہ آپ نے کہاں سے سیکھا اور کس استاذ سے پڑھا ہے؟

گکھڑوی صاحب کے نام مع القاب پر سؤال:۔

فقیر نے گکھڑوی صاحب کے نام والقاب وغیرہا کے حوالہ سے سؤال کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:۔

اگر گکھڑوی کے منقولہ بالا القاب و آداب مع نام وغیرہا ان کے ضابطہ کے مطابق بدعت نہیں ہیں تو وہ قرآن وحدیث کے معنی کے صحیح معیاری ثبوت سے بتائیں کہ اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ نے ان کی صریح اجازت کب اور کہاں عطا فرمائی ہے اور کہاں فرمایا ہے کہ ابوالزاہد کنیت رکھو۔ سرفراز نام تجویز کرو، خان کہلواؤ، صفدر کا تخلص اختیار کرو۔ نیز شیخ الحدیث اور حضرت کا لیبل بھی لگاؤ، مدرس یا صدر مدرس کے عہدوں کے حوالے دو۔ جامع مسجد کے خطیب کے عنوان سے خود کو معنون کرو۔ اپنی مسجد کا نام ''نور'' اور مدرسہ کا نام ''نصرۃ العلوم'' منتخب کرو؟؟؟

یا کیا رسول اللہ ﷺ کے عمل پاک سے اس کا مطلوبہ معیاری ثبوت فراہم کیا جا سکتا ہے اور اس کا کوئی ایک حوالہ دکھایا جا سکتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے اپنی کنیت ''ابوالزاہد'' نام سرفراز، تخلص صفدر رکھا یا خود کو شیخ الحدیث و خطیب مسجد نبوی کے عنوان سے یاد فرمایا ہو (وغیرہ) علاوہ ازیں گکھڑوی صاحب نے جو اختتام پر انگریزی سن کے حوالے سے ماہ و تواریخ لکھی ہیں سنّت سے ان کا ثبوت کیا ہے؟

واضح رہے کہ اس کے لیۓ قرآن وحدیث کے مختلف مقامات سے متفرق اجزاء کا نقل کر دینا کافی نہیں ہوگا بلکہ حسبِ دعویٰ وضابطہ خود ہیئت ترکیبی کا ثبوت فراہم کرنا ہوگا۔ چنانچہ گکھڑوی صاحب نے اپنے اس ضابطہ کے لیے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے ''اگرچہ تکبیر و تہلیل

اور تسبیح وتحمید کی بہت کچھ فضیلتیں وارد ہوئی ہیں اور وہ محبوب ترین ذکر ہے۔ لیکن اس کا یہ خاص طرز و طریقہ جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ کرام کا بتایا ہوا نہیں ہے بلکہ یہ خود تمہارا ایجاد کردہ ہے۔ لہٰذا یہ بدعت ضلالت بھی ہے اور گمراہی بھی، بدعت عظمٰی بھی ہے اور بدعت ظلماء بھی۔ اھ۔ ملاحظہ ہو [راہ سنت صفحہ ۱۲۴]

پس اپنا یہ اصول ملحوظ خاطر رہے ورنہ یہ ''دیگراں رانصیحت وخود میاں فضیحت'' کا آئینہ دار ہوگا۔ اھ۔ ملاحظہ ہو۔ [مصباح سنت جلد ۱ صفحہ ۴۳، ۴۴]

اقولُ:- گکھڑوی صاحب کی جانب سے اس کے جواب میں پہلا کام یہ کیا گیا ہے کہ ہمارا یہ سؤال مکمل نقل کرنے کی بجائے ہماری پیش نظر عبارت کے الفاظ ''منتخب کرو'' تک ادھوری نقل کی ہے اور اگلا حصہ صاف اڑا گئے ہیں تاکہ قارئین یہ سمجھیں کہ سؤال اتنا ہی تھا اور یہ کہ وہ ہمارے سؤال سے بآسانی کنی کترا جائیں **فیا للعجب** جوتا حال ہمارا ان کے ذمہ واجب الادا قرض ہے باقی رہی سہی کسر ہمیں گالیاں سنا کر پوری کر دی ہے فرماتے ہیں ''مفتی صاحب کا اعتراض بے عقلی کا ثبوت ہے'' ''واہی تباہی کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں''۔ **فالی اللہ المشتکی۔**

پھر جتنا نقل کر کے اس کا جواب دینے کی کوشش کی ہے وہ بھی قابل دید اور لائق داد ہے۔ سنیئے اور سر دھنیے! فرماتے ہیں: ''مفتی صاحب موصوف کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ بدعت کی تعریف جو راہِ سنت میں کی گئی ہے اسی کو ملحوظ رکھ کر اعتراض کریں خود ساختہ مفہوم ہمارے ذمہ لگا کر اعتراض کرنا عقل مندی کی بات نہیں ہے۔ اھ بلفظہٖ [ایضاح سنت جلد ۱ صفحہ ۵۱]

اقولُ:- ہم نے یہ اعتراض راہِ سنت کی روشنی میں کیا ہے ہمارا پورا سؤال دوبارہ پڑھیں اس میں سؤال کی نوعیت کی وضاحت میں راہِ سنت ہی کی عبارت پیش کی گئی ہے۔ مزید راہِ سنت صفحہ ۱۴۵ یہ عبارت تازہ کر کے اس کے ساتھ ملا لیں ''سنت جو آنحضرت ﷺ کا قول وعمل ہے''۔ اھ بلفظہٖ

پس ہم نے کوئی خود ساختہ مفہوم آپ کے ذمہ نہیں لگایا جو کچھ کہا ہے آپ ہی کی تحریرات کے پیش نظر کہا ہے اس کے باوجود اسے ہمارا خود ساختہ قرار دینا ہوش وحواس کے اپنے ٹھکانے پر نہ ہونے کی علامت ہے جس کی ایک دلیل یہ ہے کہ آپ نے اس جواب کے شروع میں یہ لفظ لکھے

ہیں کہ ''مفتی صاحب موصوف کی معلومات کے لیے عرض ہے'' حالانکہ یہاں معلومات والی کوئی بات ہی نہیں ہے اور نہ ہی آپ نے کوئی معلومات والی بات آگے بیان کی ہے ہاں دخل در معقولات والی باتیں ضرور کی ہیں۔

رہا اس مقام پر آپ کا یہ کہنا کہ دین میں نئی ایجاد بدعت ہے اور جس چیز کا داعیہ حضور ﷺ کے زمانہ میں تھا اس داعیہ کے باوجود آپ ﷺ کا کسی کام کو ترک کرنے کی حالت کو برقرار رکھتے ہوئے اس کا ترک کرنا سنت اور اس کی خلاف ورزی بدعت ہے''۔اھ بلفظک ؟ [ایضاح جلد ا صفحہ ۵۲٬۵۱]

تو اس میں ''داعیہ'' کی قید بذات خود محتاج دلیل اور آپ کی بدعت ہے جس کا کوئی صحیح شرعی ماخذ پیش کرنے میں آپ قطعاً ناکام رہے ہیں جس کی مکمل مع مالہ وما علیہ تفصیل ہم نے مصباح سنت جلد دوم میں کر دی ہے اگر آپ نے اسے پڑھا ہوتا تو اس کو آپ کبھی منہ پر نہ لاتے۔ **من لم یذق لم یدر۔**

لہٰذا اس کی بنیاد پر آپ نے یہاں جو صلوٰۃ وسلام عندالاذان نیز تیجہ ساتواں اور دعا بعد نماز جنازہ کو بدعت کہا ہے وہ خود بخود غلط ہو گیا۔

علاوہ ازیں صلوٰۃ وسلام عندالاذان کو علامہ شامی علامہ سخاوی وغیرہما علماء اسلام نے (ردالمحتار اور القول البدیع وغیرہما میں) نیز آپ کے مسلک کے رہنما مولوی زکریا سہارنپوری صاحب نے تبلیغی نصاب میں نیز آپ کے ہم عقیدہ بزرگ مولوی عبدالرحمٰن اشرفی آف لاہور نے بھی جائز بلکہ مستحسن و مستحب قرار دیا ہے۔ پس یہ بدعت کا فتویٰ ان پر بھی عائد ہو گا یا نہیں؟

علاوہ ازیں ربوہ میں دیوبندی مساجد میں اذان کے ساتھ ختم نبوت والی آیت پڑھی جاتی ہے جب کہ عہد رسالت علیٰ صاحبہا السلام میں اس اس کا داعیہ موجود تھا کہ بعض کذابوں نے خود آپ ﷺ کے زمانہ میں اور آپ کی موجودگی میں نبوت کے جھوٹے دعوے کیے مگر آپ نے اذان کے ساتھ آیت ختم نبوت کے پڑھنے کا حکم نہیں دیا تھا پس آپ کے حسب اصول ربوہ کے دیوبندی بدعتی ہوئے یا نہ؟

جب کہ دعا بعد نماز جنازہ کو مدرسہ دیوبند کے مفتی اوّل مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی

پانی پتی دیوبندی نے فتاویٰ دیوبند میں نیز دیوبند کے شیخ التفسیر اور آپ کی راہِ سنّت کے آپ کے پسندیدہ مقرّظ مولوی شمس الحق افغانی دیوبندی نے اپنے ایک رسالہ میں نیز دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مفتی صاحب نے کچھ عرصہ قبل اپنے ایک فتویٰ میں (جس کی کاپی فقیر کے پاس ریکارڈ پر محفوظ ہے) بلا کراہت جائز قرار دیا ہے۔ تو کیا داعیہ کے باوجود ترک کے آپ کے اس فلسفہ کی روشنی میں آپ کے یہ علماء بھی بدعتی ہوئے یا نہیں؟

رہا اس مقام پر آپ کا یہ کہنا کہ نام کنیت اور تخلص اور تحدیث نعمت کے طور پر علمی فضل کے اظہار کی کوئی ممانعت نہیں ہے اور نہ ہی ان کو دین کا حصہ سمجھ کر کیا گیا ہے (الیٰ) حضور علیہ السلام نے اچھے نام رکھنے کی اور برے ناموں سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اچھا نام رکھنا شریعت میں جائز ہے تو مفتی صاحب کو محمد سرفراز نام میں کیا قباحت نظر آئی کیا یہ نام غلط ہے یا اس کا مفہوم غلط ہے۔ جب نام عقلاً وشرعاً درست ہے تو مفتی صاحب کا اعتراض بے عقلی کا ثبوت ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نے خود اپنے صاحبزادے کی جانب نسبت کرتے ہوئے اپنی کنیت ابوالقاسم رکھی اور کئی صحابہ کی کنیتیں ان کے بیٹوں کی جانب نسبت کرتے ہوئے کتب احادیث میں موجود ہیں تو اگر (الیٰ) اپنے بڑے بیٹے کی جانب نسبت کرتے ہوئے اپنی کنیت 'ابوالزاہد رکھی ہے تو مفتی صاحب کو اس میں اعتراض کی کون سی بات محسوس ہوئی ہے۔ اھ بلفظہٖ ملخصاً ملاحظہ ہو [ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۵۲]؟

تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کچھ ٹھیک ہو رہے ہیں آپ نے اپنی اس تقریر میں عموم سے خصوص پر استدلال کیا ہے جو آپ کے مطابق خالصتاً بریلوی طرز استدلال ہے۔ نیز یہ کہنا کہ ممانعت نہیں کوئی شرعی قباحت نہیں اس لیئے درست ہے یہ بھی بریلوی طریق استدلال ہے جس کے خلاف آپ نے راہِ سنّت والا سارا طوفان کھڑا کیا ہے۔ تو اب یہ سب کچھ مان لینے کے بعد آپ کی شکست ہوئی یا نہ؟ جب کہ ہمارے حسبِ مطالبہ کوئی خصوصی دلیل آپ یہاں قائم نہیں کر سکے؟ پھر یہ کہہ کر اور لکھ کر کہ "حضور علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے کی جانب نسبت کرتے ہوئے اپنی کنیت ابوالقاسم رکھی اور کئی صحابہ کی کنیتیں ان کے بیٹوں کی جانب نسبت کرتے ہوئے کتب احادیث میں موجود ہیں"۔ آپ کا یہ کہنا کہ اپنے بڑے بیٹے کی جانب نسبت کرتے ہوئے اپنی کنیت الخ سنتِ نبویہ علیٰ صاحبہا

الصلوٰۃ والسلام سے کھلی بغاوت ہے ورنہ آپ بھی اپنی کنیت ابوالقاسم یا کم از کم کسی صحابی کی کنیت پر رکھتے۔ یا کیا کوئی خاص حدیث وارد ہوئی ہے کہ اپنی کنیت اپنے بڑے بیٹے کے نام سے ''ابوالزاہد'' تجویز کیجیے گا۔

الغرض آپ کا یہ جواب آپ کے سخت عجز اور شکست فاش کا دوٹوک ثبوت ہے۔ اس سے آپ کے اس آخری جملہ کا بھی جواب ہوگیا کہ ''مفتی صاحب کے انداز سے ظاہر ہوتا ہے کہ راہِ سنّت سے ان کو خاصہ دھچکا لگا ہے جس کی وجہ سے وہ خود پر کنٹرول نہیں رکھ سکتے اور ہوائی گھوڑے پر سوار ہو کر واہی تباہی کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں'' (صفحہ ۵۲،۵۳) جو پورے کا پورا آپ ہی پر فِٹ آ رہا ہے کیونکہ راہِ سنّت کوئی آفت ہوتی تو ہم اس سے گھبرا کر اس کے مؤقف کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے جب کہ بڑی سادگی اور شرافت کے ساتھ آپ مصباح سنت کے مؤقف کو ماننے چلے گئے ہیں پس اب یہ حقیقت کھل کر سامنے آ گئی ہے کہ مصباح سنت سے آپ کو دھچکے ہی نہیں لگے اس نے آپ کا پورا نظام ایسا الٹ پلٹ کر کے رکھ دیا ہے کہ جناب کی قوۃ فیصلہ بھی رخصت ہو گئی ہے ساتھ ہی توازن بھی کہ سب کچھ اپنے خلاف لکھ کر دینے کے باوجود خود پر کنٹرول نہ رکھ سکنے اور واہی تباہی بکنے کا الزام بھی آپ ہم ہی پر رکھ رہے ہیں جس کے بعد کسی پاگل کو بھی آپ کی اس کیفیت پر شک نہیں ہو سکتا ______

❀

''احقر العباد گکھڑوی'' کی بحث:-

مصباح سنت میں ہم ''احقریت مؤلف پر ان سے ایک سوال'' کے زیرِ عنوان لکھا تھا کہ:-

گکھڑوی صاحب نے خود کو احقر، احقر الناس اور احقر العباد کے لفظوں سے بھی یاد کیا ہے جیسا کہ ان کی منقولہ بالا عبارات سے ظاہر ہے جس کے معنیٰ ہیں ''ظاہر و باطن کے اعتبار سے تمام انسانوں بلکہ تمام افرادِ خلق سے بہت حقیر اور بدصورت (کما لا یخفیٰ علی واحد من اهل العلم) پس بہتر ہوگا کہ اس کی وضاحت خود گکھڑوی صاحب سے کرالی جائے کہ اگر ان کے یہ لفظ بیانِ حقیقت، مطابق واقعہ حقیقت پر مبنی ہیں تو وہ کیونکر اور اس کی نوعیت کیا ہے؟ اور اگر خلاف واقعہ ہیں تو اس حوالہ سے ان پر جو کذب بیانی کا الزام عائد ہو رہا ہے، ان کی طرف سے اس کا دفعیہ

کیونکر ہوگا؟ جب کہ اسے تواضع پر بھی محمول نہیں کیا جاسکتا کیونکہ وہ اپنی بعض دیگر تالیفات میں اس قسم کی روش کو جھوٹ پر محمول کرتے ہوئے نظر آتے ہیں (وللتفصیل موضع آخر) جلد ارشاد فرمائیں تا کہ ان کے ارشادات کو انہیں کے ارشادات کے جواب کے طور پر زینت قرطاس بنایا جا سکے ع جلا کر راکھ نہ کروں تو داغ نام نہیں اھ ملاحظہ ہو [مصباح سنت جلد ا صفحہ ۴۴]

اس سؤال سے ہمارا مقصود گکھڑوی صاحب سے ان کا رڈ انہی کے قلم کے طور پر یہ منوانا اور لکھوانا تھا کہ کلمات تواضع کو خلاف واقعہ کہنا درست نہیں کیونکہ آیت کریمہ "یوم یجمع الله الرسل فیقول ما ذا اجبتم قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب" کو بعض ائمہ تفسیر اور علماء اہل سنت نے تواضع پر محمول فرمایا تھا جسے گکھڑوی صاحب نے ان الفاظ سے رڈ کیا کہ ____

"پھر یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ کیا تادب مع اللہ اور تواضع اسی پہلو سے پورا ہوگا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام دیدہ دانستہ خلاف واقعہ بات فرمائیں؟"

اھ بلفظہٖ۔ ملاحظہ ہو [ازالۃ الریب صفحہ ۱۹۷، ۱۹۸ مطبوعہ گوجرانوالہ طبع سوم ۱۴۰۶ھ]

گکھڑوی صاحب اپنی تحریرات سے بھی غافل ہیں ہم نے اپنے الفاظ "جب کہ اسے تواضع پر محمول نہیں کیا جاسکتا (آخر تک) سے ان کی اسی کتاب کی اسی عبارت کی طرف واضح اشارہ کیا تھا جسے انہوں نے صاف اڑا دیا اور ہماری عبارت "دفعیہ کیونکر ہوگا"؟ تک نقل کی پھر خدا کی قدرت دیکھئے کہ جو کچھ ہم ان سے منوانا اور لکھوانا چاہتے تھے سیدھے طریقہ سے اسے مانتے چلے گئے بلکہ لکھ چھاپ کر دستاویز کے طور پر ہمیں مہیا بھی کر دیا۔ سبحان اللہ ایک دو مباحث اور بھی اس مسلک میں پیدا ہو جائیں تو دیوبند کا خدا حافظ ہے اور ہمیں کچھ لکھنے کی زحمت اٹھانے کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ سنیئے اور سر دھنیے۔ فرماتے ہیں:

"الجواب: قارئین کرام! مفتی صاحب موصوف کی پست ذہنیت کا اندازہ فرمائیں کہ وہ تعصب میں کس حد تک پہنچ گئے ہیں ورنہ یہ بات کسی اہل علم سے مخفی نہیں کہ علماء اور بزرگان دین کسر نفسی کرتے ہوئے اپنے ناموں کے ساتھ ایسے الفاظ لکھ دیتے ہیں۔ اہل لغت نے احقر اور احقر العباد کے لفظی معانی کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ کسر نفسی کا کلمہ ہے (فرہنگ فارسی صفحہ ۳۴) اور یہ بھی لکھا ہے کہ بعض لوگ انکسار سے

اپنی بابت یہ لفظ استعمال کرتے ہیں اور عموماً انکسار کے طور پر متکلم اپنے لیے استعمال کرتا ہے (فیروز اللغات اردو صفحہ ۹۴۷) اور مفتی صاحب کی معلومات کے لیۓ عرض ہے کہ جو الفاظ محاورات میں استعمال ہوتے ہیں ان میں بسا اوقات لفظی معنیٰ ملحوظ نہیں ہوتا اس لیۓ آپ کا یہ کہنا کہ حقیقت ہے یا خلاف واقعہ ہے۔ اگر خلاف واقعہ تو کذب بیانی کا الزام عائد ہوتا ہے یہ سب آپ کے بیمار ذہن کی عکاسی ہے"۔اھ بلفظہٖ ملاحظہ ہو۔ [ایضاح سنت جلد اصفحہ ۵۳'۵۴]

دیکھا آپ نے؟ گکھڑوی صاحب نے اپنی بیخ کنی کرتے ہوۓ ذہنی مریضوں والا کام خود کیا ہے پھر بھی "پست ذہنیت" اور "بیمار ذہن کی عکاسی" کے الفاظ وہ ہم ہی پر بولے جارہے ہیں تو کیا اب بھی ان کے اس بیماری میں مبتلا ہونے پر کسی کو کچھ شک ہوسکتا ہے؟

باقی اس مقام پر انہوں نے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ اور راقم الحروف کے نام کے ساتھ لفظ فقیر لکھا دیکھ کر جو بدزبانی کی ہے اس کی قطعاً حاجت بلکہ انہیں کچھ اجازت نہ تھی کیونکہ ہم فلسفۂ تواضع کے قائل ہی نہیں سرتوڑ حامی بھی ہیں جب کہ خود یہ سؤال بھی گکھڑوی صاحب سے اس کے منوانے ہی کی غرض سے تھا۔

لہٰذا اب انہیں اپنا لکھا ہوا یہ شعر بار بار دہرانا چاہیۓ کہ

اے چشم اشک بار ذرا دیکھنے تو دے
ہوتا ہے جو خراب وہ تیرا ہی گھر نہ ہو

❁

گکھڑوی صاحب کے ترک تسمیہ وتحمید کی بدعت کے ارتکاب کی بحث:-

گکھڑوی صاحب نے اپنی کتاب "راہِ سنّت" کے آغاز میں نہ تو بسم اللہ شریف لکھی ہے نہ الحمد للہ اور نہ ہی صلوٰۃ وسلام علی النبی ﷺ لکھا ہے اس پر فقیر نے مصباح سنت میں لکھا تھا کہ:-

"صلوٰۃ علی النبی ﷺ تو گکھڑوی صاحب کے مزاج شریف سے جوڑ نہیں کھاتا تھا اس لیے وہ اسے چھوڑ گئے مگر غضب کی بات یہ بھی ہے کہ انہوں نے موحدّیت کے بلند بانگ دعویٰ کے باوجود اپنی اس "کتاب مستطاب" کے آغاز میں نہ تو تسمیہ لکھی

ہے اور نہ ہی اس کے شروع میں الفاظ حمد تحریر کیے ہیں جو ان کے اپنے اصول واقوال کی رو سے ان کی ایک اور بدعت مذمومہ ہے کیونکہ کئی احادیث نبویّہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ میں ہر مہتم بالشان امر کی ابتداء میں تسمیہ، حمد اور صلوٰۃ کے لانے کے مطلوب شرع ہونے کا بیان ہے (اس کے بعد الجامع الصغیر للامام السیوطی کے حوالہ سے وہ روایات درج ہیں) کیونکہ سنت خود ان کے لفظوں میں آنحضرت ﷺ کا قول وعمل ہے۔ گکھڑوی صاحب یہاں یہ بہانا بھی نہیں بنا سکتے کہ انہوں نے باب اوّل کے آغاز میں بسم اللہ شریف لکھ دی ہے کیونکہ کتاب کے کئی عنوانات اس سے قبل بھی ہیں یعنی کتاب باب اوّل سے شروع نہیں ہوئی بلکہ اس سے پہلے شروع ہوئی ہے پھر اسمیں بھی درود شریف شروع میں نہیں ہے پھر ہر باب کے آغاز میں اس سے مانع شرعی کیا تھا۔ علاوہ ازیں جو کلمات حمد وسلام بہ ہیئت ترکیبیہ لکھے ہیں ان کا صریحاً کوئی ثبوت نہیں۔ نیز یہ بہانہ بھی نہیں چلے گا کہ عرض حال کا عنوان انہوں نے بعد میں رکھا تھا۔ اگر زبانی پڑھ لینے کا کہیں تو حلفیہ بیان کریں نیز حمد باللسان اور بالقلم دو قسمیں ہونے کو حدیث صحیح سے ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ ان دونوں میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے کے اختیار ہونے کا بھی ثبوت دیں ورنہ دعویٰ خاص اور دلیل عام ہوں گے جسے وہ صحیح نہیں مانتے (کمافی راہ سنت صفحہ ۱۳۳، ۱۳۵) یا آپ ﷺ سے کسی دینی تحریر کے شروع میں حمد باللسان ثابت کر دیں جب کہ صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۵ پر ہے کہ آپ ﷺ نے بعض ملوک کو تحریر دعوت دیتے ہوئے شروع میں بسم اللہ شریف لکھوائی۔ اگر وہ مکتوب اور کتاب کا فرق کریں تو یہ راہِ سنّت کی تحریر کے بدعت ہوگا اقرار ہوگا"۔ اھ ملخصاً ملاحظہ ہو [مصباح سنت صفحہ ۴۵ تا ۴۹]

گکھڑوی جواب:۔

اس کے جواب میں گکھڑوی صاحب کی جانب سے مان لینے کی بجائے بحث برائے بحث کی گئی ہے یہ ہیں اللہ والے۔ پس اس سلسلہ میں ان کی طرف سے جو کچھ کہا گیا ہے مع الجواب اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

جواب ندارد:-

چنانچہ بعض باتوں کا سرے سے انہوں نے جواب ہی نہیں دیا جیسے راہِ سنّت کی عبارات جو ان کی شکست فاش کی دلیل ہے۔

گالیاں:-

اس میں حسبِ عادت کریمہ' فقیر کو گالیاں بھی دی گئی ہیں بالکل آغاز جواب میں لکھا ہے: مفتی صاحب موصوف کی آنکھوں پر تعصب کی پٹی بندھی ہوئی ہے (صفحہ ۵۴'۵۵) آگے چل کر لکھا ہے: مفتی صاحب کا اعتراض نری جہالت ہے۔ (صفحہ ۵۶) ان کی کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی زبان کے اوّل الذکر جملہ کا معنیٰ ہوتا ہے اندھا ہونا۔ اگر ہم یہ الفاظ ان کو کہتے جو ان کی عمر کے تقاضوں کے مطابق ہونے کے باعث ظاہراً بھی بالکل سیٹ تھے تو ان کو کتنی تکلیف ہوتی لیکن ہم انہیں اس میں مجبور سمجھتے ہوئے اس پر صبر کرتے ہیں کیونکہ اس کے بغیر وہ اپنے جہلاء کو خوش نہیں کر سکتے جب کہ گالی سے بات کرنے والا جاہل طبقہ کے ہاں بڑا معتبر اور بحث میں جیتا ہوا سمجھا جاتا ہے کہ آخر کوئی بات تھی تو حضرت اتنے غصے میں تھے۔

عدم ذکر کو ذکر عدم گرداننا:-

علاوہ ازیں اس سے آگے لکھا ہے کہ: حضور ﷺ کے زمانے سے آج تک (الیٰ) اپنی دلیل میں پیش کی جانے والی آیات سے پہلے نہ تعوذ ہے اور نہ تسمیہ ہے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف سمیت حدیث کی کتابوں میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں اس طرح فقہ کی کتابوں میں فقہاء کرام کا یہی طریقہ رہا ہے"۔اھ بلفظہٖ [ایضاح سنت جلد ۱ صفحہ ۵۵]

گویا وہ ذکر نہ ہونے کو کچھ حکم نہ ہونا قرار دے رہے ہیں جب کہ اگر انہوں نے اصول پڑھایا پڑھ کر بھول نہیں گئے ہیں تو انہیں معلوم ہوگا کہ عدم ذکر ذکر کو مستلزم نہیں پس یہ ان کا جاہلانہ طرز استدلال ہے جو کسی خادم اصول پر مخفی نہیں ولا یحتاج الیٰ بیان قطعاً۔

اعلیٰ حضرت کے حوالہ جات:-

نیز تھوڑا سا آگے "فتاویٰ افریقہ" اور "فتاویٰ رضویہ" کے بعض مقامات سے ادھورے حوالوں کے طور پر بعض آیات کو نقل کر کے کہا ہے کہ "ان میں سے کسی مقام میں بھی مفتی صاحب

کے اعلیٰ حضرت نے آیات سے پہلے تعوذ تسمیہ نہیں لکھی" وغیرہ وغیرہ نیز مصباح سنت کا ٹائیٹل بھی اس سے خالی ہے۔ ملاحظہ ہو (صفحہ ۵۵) (پھر کہا) "تو راہ سنت...... پر مفتی صاحب کا اعتراض نری جہالت ہے" (صفحہ ۵۶)۔

تو یہ بلاوجہ ہیں جن کا انہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کیونکہ ہمارے اور گکھڑوی صاحب کے اصولوں میں زمین و آسمان سے بھی زیادہ فرق ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ عموم واطلاق سے استدلال کے قائل ہیں جب کہ حمد و تسمیہ باللسان بھی عموم واطلاق کا حصہ ہے اس لیے کوئی اعتراض نہیں اس مقام پر وہ اپنی اس تحریر کو ذہن میں تازہ کریں کہ مفتی صاحب ...... بدعت کی تعریف جو راہِ سنّت میں کی گئی ہے اس کو ملحوظ رکھ کر اعتراض کریں (ایضاح سنّت) "دیگراں را نصیحت خود اندرونِ فضیحت" اسی کو کہتے ہیں اور اب وہ کم از کم اس حوالہ سے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرتے ہوئے زبان درازی سے احتیاط برتیں گے۔

منشاء سوال اور گکھڑوی صاحب کی قلابازیاں نیز اعذار لنگ:۔

اس مقام پر سوال سے ہماری اصل منشاء گکھڑوی صاحب کو اس پر لانا تھا کہ جب کسی نص میں الفاظ کی پابندی نہ ہو تو ہر صیغہ کام دے جاتا ہے جیسے صلوٰۃ وسلام کے صیغے جن پر گکھڑوی جماعت کو اعتراض ہے۔ اس طرح سے عموم واطلاق سے استدلال بھی بے بنیاد نہیں بلکہ ازروئے شرع ایک ایسا درست امر ہے جس سے انکار کی گنجائش نہیں لہٰذا تسمیہ وتحمید وغیرہما سے آغاز جس طرح تحریراً صحیح ہے باللسان بھی درست ہے گکھڑوی صاحب نے اڑتی دیکھی تھیں پھنستی نہ دیکھی تھیں خود کو بہت ہوشیار سمجھنے کے باوجود یہاں بھی پھنس گئے اور جو ہم ان سے منوانا چاہتے تھے بفضلہٖ تعالیٰ اسے مانتے چلے گئے اور سارا کچھ لکھ کر ہمیں دے دیا۔ اس سلسلہ میں انہوں نے جو اعذار لنگ پیش کیے ہیں اور قلابازیاں کھائی ہیں انہیں ملاحظہ فرمائیں اور خدا کی قدرت کا نظارہ کریں چنانچہ اپنے اقدام کو تحفظ فراہم کرنے کی غرض سے ایک تأویل انہوں نے یہ پیش کی ہے کہ:

❁ "بیرونی ٹائیٹل ناشرین چھاپتے ہیں عموماً مصنف کا اس میں عمل دخل نہیں ہوتا اس میں ناشرین بسم اللہ اور الحمد للہ وغیرہ نہیں لکھتے"۔

[ایضاح سنت جلد ۱ صفحہ ۵۶]

اقول:- یہ عذر لنگ ہے کیونکہ یہ کتاب کا سب سے اہم حصہ ہوتا ہے کہ ہر ایک کی پہلی نظر اسی پر پڑتی ہے تو مصنف کا اس میں بڑا عمل دخل ہوتا ہے یا پھر اس کے وکلاء اس کے ذمہ دار ہوتے ہیں جو خود ان کے لفظ ''عموماً'' سے بھی ظاہر ہے۔

❁ مزید فرماتے ہیں ''کتاب پر تصدیقات بھی کتاب کا حصہ ہیں (الیٰ) ان کی فہرست سے بھی مقدم رکھا ہے اور ان تصدیقات میں سے پہلی تصدیق حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جس کی ابتداء میں بسم اللہ اور الحمد للہ کے ساتھ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ کے الفاظ سے انبیاء کرام پر سلام بھی ہے اس لیے مفتی صاحب موصوف کا آغاز بسم اللہ اور الحمد للہ کے بغیر کرنے کا الزام بالکل غلط ہے جس کو راہِ سنّت کا مطالعہ کرنے والا ہر قاری اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے۔اھ بلفظہٖ۔ [ایضاح سنّت جلد ا صفحہ ۵۷]

اقول:- یعنی یہ سنت کفایہ ہے جو بعض کے تحریر کر لینے سے دوسروں کے سر سے بھی اتر جاتی ہے نیز انڈیا میں بیٹھے ہوئے قاری طیب صاحب نے بلا توکیل وکالت کے فرائض سرانجام دے دیئے پھر کیا انہوں نے کہا تھا کہ میری تقریظ کو سب سے پہلے رکھیں تا کہ جو تسمیہ وتحمید تم نے ترک کیا ہے' یہ اس کا کام دے جائے یا تقریظ میں انہوں نے نیت کر لی تھی؟ سچ ہے خوئے بدرا بہانہ بسیار۔ ورنہ یہ بھی درست ہوگا کہ انڈیا والا نیت کرلے اور پاکستان والا نماز پڑھ لے۔

❁ نیز لکھتے ہیں ''اور تصدیقات آنے سے پہلے کتاب کا آغاز دیباچہ سے کیا گیا تھا جس کی ابتداء ان الفاظ سے ہے ''اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے پھر اس کے بعد عرض حال کا عنوان ہے جس کی ابتداء ان الفاظ سے ہے خدا تعالیٰ کا وہ پسندیدہ اور پیارا دین جو سب ادیان و مذاہب کا ناسخ اور قیامت تک عوام عالم کے لیے راہنما ہے۔الخ'' بلفظہٖ [ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۵۷]

اقول:- کیا اس وقت نیت کر لی تھی' قرآن پر ہاتھ رکھ کر بتاؤ؟ اور کیا حدیث میں حمد کی بجائے شکر کے لفظ ہیں پھر اس سے بسم اللہ شریف کی ادائیگی کیونکر ہوگئی اور کیا کسی حدیث میں ہے کہ عربی الفاظ کو عجمی زبان میں ادا کرنے سے مقصد پورا ہو جائے گا؟ پھر امام اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے قصیدہ سلامیہ وغیرہ ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' پر بدعت کے

فتوے کیوں دیتے ہو؟ خدارا انصاف۔

❁ آگے لکھتے ہیں ''اگر مفتی صاحب موصوف اپنی آنکھوں سے تعصب کی عینک اتار کر دیکھیں تو ان کو راہِ سنّت کا آغاز اللہ تعالیٰ کے مبارک نام اور اس کے بعد اگلی سطر میں صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضور علیہ السلام پر درود وسلام کے ساتھ نظر آئے گا۔اھ [ایضاح سنت جلد اصفحہ ۵۷]

اقولُ:- بینائی سلامت ہو تو اوپر دیکھیں کچھ تبصرہ ابھی گزرا ہے جس کے بعد اس عذر لنگ کی ضرورت نہیں رہے گی پھر یہ بھی بہت خوب کہا کہ اگلی سطر میں الخ۔ کیا آغاز کا معنیٰ اگلی سطر میں رکھنا ہوتا ہے۔ پھر صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ کے الفاظ درود ابراہیمی تو نہیں ہیں جب کہ تم غیر درود ابراہیمی کو عدم ورود کے باعث بدعت کہتے ہو اب وہ بدعت کیونکر سنت کا کام دے گئی۔ اس قدر رنگ بدلتے اور پلٹے کھاتے ہوئے کچھ کسی کا لحاظ بھی آتا ہے؟

❁ مزید ہماری معلومات میں اضافہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ : پھر مفتی صاحب کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ شروع کرنا صرف عربی زبان میں تسمیہ کے الفاظ کے ساتھ ہی مختص نہیں ہے بلکہ جس زبان میں بھی ہو مقصد حاصل ہو جاتا ہے اھ بلفظہٖ [ایضاح جلد اصفحہ ۵۷'۵۸]

اقولُ:- یہ آپ کا دعویٰ ہے جس پر آپ نے دلیل قائم کی (نہیں) پس ہماری معلومات میں آپ نے کون سا اضافہ کیا ہے؟ اگر یہ درست ہے اور اس پر قائم ہو تو آئندہ قرآن پر ہاتھ رکھ کر حلف دو کہ اس قسم کے اوچھے اعتراض اردو زبان ء الے صیغ درود و سلام وغیرہا پر کبھی نہیں کروگے۔ کرو تو خدا تمہیں ایسا ویسا کرے۔

مزید گوہر فشانی:-

مزید فرماتے ہیں کہ ''آپ کے اعلیٰ حضرت (الیٰ) نے ترجمہ قرآن کریم کا آغاز عربی میں بسم اللہ کے الفاظ سے نہیں کیا ...... تو اعتراض نہیں ...... راہ سنت کا آغاز اردو زبان میں خدا تعالیٰ کے نام کے ساتھ کیا ہے تو مفتی صاحب کو اعتراض کی کیا سوجھی؟'' ملخصاً بلفظہٖ ملاحظہ ہو [ایضاح سنت جلد اصفحہ ۵۸]

اقولُ:۔ یہ طریقہ اعلیٰ حضرت کے اصولوں کے عین مطابق ہے کیونکہ وہ عموم واطلاق سے استدلال کے قائل اور حامی ہیں اس لیے ان پر کوئی اعتراض نہیں۔ آپ کا یہ اصول نہیں بلکہ آپ اس کے صریحاً خلاف بھی ہیں جس کی راہ سنت میں جگہ جگہ صراحتیں موجود ہیں۔ پس آپ کا یہ رویہ یقیناً قابل اعتراض ہے اور ہمارا اعتراض بالکل بجا ہے۔ معلوم نہیں یہ حقائق آپ کو اپنی باری میں کیوں سوجھائی نہیں دیتے؟ لہٰذا ''فما هو جوابكم فهو جوابنا'' کے الفاظ سراسر بے محل ہیں۔

گکھڑوی صاحب کا منفی رویہ:۔

گکھڑوی صاحب کی جانب سے ''مفتی صاحب کا غیر مفتیانہ انداز'' کا عنوان دے کر لکھا ہے کہ: ''مفتی صاحب کے صدرالافاضل مراد آبادی صاحب نے اپنے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن کریم پر جو تفسیری حاشیہ لکھا ہے اس میں لکھتے ہیں ہر مباح کا بسم اللہ سے شروع کرنا مستحب ہے (ترجمہ قرآن کریم صفحہ۲) اب مفتی صاحب اپنے اس استاد کا نام تو ہمیں بتا دیں جس نے ان کو پڑھایا ہے کہ مستحب کا ترک بدعت ہوتا ہے یا فتاویٰ جات میں سے کسی فقیہ کا قول ہی ایسا دکھا دیں کہ مستحب کا ترک بدعت ہوتا ہے ورنہ کم از کم اپنے اس غیر منصفانہ انداز پر غور ضرور کریں''۔ اھ بلفظہٖ [ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۵۸،۵۹]

اقولُ:۔ تم خود ہی لکھ کر دے چکے ہو کہ سنت آنحضرت ﷺ کا قول وعمل ہے'' (راہِ سنّت صفحہ ۱۴۵) پس جب مہتم بالشان امور کے آغاز میں قولاً عملاً آپ ﷺ سے تسمیہ وتحمید صریحاً ثابت ہے تو کسی فقیہ کے قول کو فتاویٰ جات میں تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر جب اس کا سنّت ہونا ثابت ہے تو آپ کے اصول کے مطابق کیا اس کی خلاف ورزی بدعت نہیں ہے۔ پھر مستحب کہنا اس کے خلاف کب ہے یا کیا سنت صرف وہی ہے جو مؤکدہ ہو۔ سنت مستحب نہیں ہوتی؟ آپ نے اپنے لکھے سے انحراف کیا، حدیث شریف سے روگردانی کی، اس کے بدلے قول کی طرف بھاگنے کی سوچی، مستحب کہہ کر ٹالنے کی کوشش کی۔ ہمارے اساتذہ کرام نے ہمیں جو اصول دیئے ہیں ہم تو بفضلہٖ تعالیٰ ان پر قائم ہیں ان کے اسماء گرامی بھی مصباح سنت جلد ا پر ''شرف انتساب'' کے زیر عنوان آفتاب نصف النہار کی طرح واضح لکھے ہوئے موجود ہیں معلوم نہیں آپ نے اپنے اس استاد کے نام کو کیوں ظاہر نہیں کیا جس نے اپنی پوری محنت سے اپنے یہ

قیمتی گر آپ کی طرف منتقل کیے ہیں

آپ ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

آخری گکھڑوی حربہ (حدیث ضعیف ہے):۔

گکھڑوی صاحب کی جانب سے آخری حربہ کے طور پر لکھا ہے کہ :۔

''پھر مفتی صاحب نے علامہ سیوطی سے جو روایات نقل کی ہیں کہ اگر مہتم بالشان کام کی ابتداء تسمیہ اور تحمید سے نہ کی جائے تو وہ بے برکت ہوتا ہے۔ مفتی صاحب نے علامہ سیوطی کے حوالہ سے یہ روایات تو نقل کر دی ہیں مگر افسوس کہ خود علامہ سیوطی نے جلد ۲ صفحہ ۱۶۴) میں ضؔ کی علامت سے ان کے ضیف ہونے کا جو اشارہ کیا ہے یا تو اس کو مفتی صاحب ہی نہیں سمجھ سکے یا عوام الناس کو مغالطہ دینے کے لیے جان بوجھ کر انہوں نے اس کو ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھا کہ کہیں کوئی یہ نہ پوچھ لے کہ مفتی صاحب تم نے واقعی اگر افتاء کا کورس کیا ہوا ہے تو کیا آپ کوئی اصول ایسا بتا سکتے ہیں جس سے واضح ہو کہ ضعیف احادیث کے ترک پر بدعت کا فتویٰ جاری کیا جا سکتا ہے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین ......'' اھ بلفظہٖ ملاحظہ ہو۔ [الیضاحِ سنت جلد ۱ صفحہ ۵۹]

اقول:۔ گکھڑوی صاحب نے ڈینگیں مارنے اور شیخیاں بکھارنے کا فن بھی کسی ماہر استاد سے حاصل کیا ہے۔ بات بات کے ساتھ کہتے ہیں مفتی صاحب کی معلومات کے لیے عرض ہے کبھی کہتے ہیں ان کو سمجھ ہی نہیں وغیرہ وغیرہ جیسے کوئی بڑے پڑھا کو ہوں مگر خیر سے ہر بات ان کی اپنی ہی غلط اور خلاف علم نکلتی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ محض ''ہمچو ما دیگرے نیست'' کے خبط میں مبتلا اور گھمنڈ کا شکار اور جہل مرکب کے دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں جو خالصۃً وسوسۂ عزازیل کا نتیجہ ہے (نعوذ باللہ منہ) گکھڑوی صاحب کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ جامع صغیر کے اس نسخہ میں حرف ''ص'' ان تمام روایات کے ساتھ نہیں بلکہ صرف تسمیہ والی روایت کے ساتھ لکھا ہے جیسا کہ آپ نے دھوکہ کیا یا دیا ہے جب کہ تحمید والی روایت کے ساتھ ''ح'' لکھا ہے جس کا

مطلب ہے کہ یہ حدیث حسن ہے ملاحظہ ہو [الجامع الصغیر جلد ۲ صفحہ ۱۹ طبع سمندری]

جب کہ الجامع الصغیر کے مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً کے مطبوعہ نسخہ میں جو علامہ عزیزی کی شرح السراج المنیر کے ساتھ ہے تسمیہ والی روایت کے ساتھ بھی تصریحاً لکھا ہوا ہے "باسناد حسن" یعنی اس کی سند حسن ہے (ضعیف نہیں) جب کہ حدیث حسن بھی حدیث صحیح کی طرح احکام میں حجت ہوتی ہے۔ اور کوئی کتاب دیکھنے کی صلاحیت نہ ہو تو مبتدیوں کے لیے لکھا ہوا حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ ہی (جو مقدمۃ الشیخ کے نام سے معروف اور مشکوٰۃ شریف عربی کے ساتھ شامل طباعت و دستیاب ہے) کو دیکھ لیں۔

علاوہ ازیں ہزاروں نہیں لاکھوں کروڑوں ائمہ و علماء اسلام نے انہیں عملاً قبول فرما کر اپنی اپنی تصانیف و تو الیف کا آغاز تسمیہ و حمد سے فرمایا ہے جب کہ حدیث ضعیف بھی ہو تو تلقی علماء بالقبول سے قوی ہو جاتی ہے۔ امام ترمذی جگہ جگہ فرماتے ہیں حدیث ضعیف ہے مگر کئی اہل علم کی معمول بہ اس کا مطالعہ کریں نیز اپنی کتاب خزائن السنن (تقریرات ترمذی) کو بھی تازہ کر لیں۔

مزید سنیئے صلوٰۃ التسبیح کے بارے میں امام بیہقی فرماتے ہیں " کان عبداللہ بن المبارک یصلیها و تداولها الصالحون بعضهم عن بعض وفی ذلک تقویة للحدیث المرفوع "یعنی امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ صلوٰۃ التسبیح پڑھتے تھے اور دیگر صالحین کا بھی ہر دور میں معمول رہا ہے۔ ان کا یہ عمل صلوٰۃ التسبیح کے بارے میں وارد حدیث مرفوع کے قوی ہونے کی دلیل ہے۔ ملاحظہ ہو: [التعقبات علی الموضوعات للامام السیوطی صفحہ ۱۳ طبع سانگلہ ہل]

اس سے قطع نظر حدیث ضعیف مطلقاً قابل رد نہیں ہوتی بلکہ اسے اس وقت ایک طرف کیا جاتا ہے جب اس کے مقابلہ میں صحیح حدیث ہو۔ وغیرہ۔ جس کی بے شمار مثالیں دی جاسکتی ہیں مثلاً چالیس احادیث کے ذریعہ امت کی حفاظت والی حدیث بالاتفاق ضعیف ہے مگر اس کے باوجود تمام علماء ائمہ اسلام بلکہ خود گکھڑوی صاحب کے مسلم اکابر علماء و پیشوایان مذہب اور ہم عقیدہ حضرات بھی اس کے قائل و فاعل ہیں۔ علامہ نووی فرماتے ہیں "طرقه کلها ضعیفة ولیس بثابت "یعنی اس کی کوئی بھی سند صحیح ثابت نہیں۔ امام بیہقی نے فرمایا "هو متن مشهور ولیس له اسناد صحیح "یعنی اس کا متن تو زبان زد عام و خواص ہے لیکن اس کی سند صحیح نہیں۔ علامہ

طاہر پٹنی رقم طراز ہیں کہ ہمارے شیخ (ابن حجر) نے فرمایا **جمعت طرقه فی جزء لیس فیها طریق تسلم من علة قادحة** میں نے اس کے تمام طرق ایک مستقل رسالہ میں جمع کیے ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی طریق ایسا نہیں جس پر کوئی نہ کوئی وقیع اعتراض نہ ہوتا ہو۔ اھ۔ ملاحظہ ہو [تذکرۃ الموضوعات صفحہ ۷۲ طبع ملتان]

اس کے باوجود علامہ نووی نے اس پر عمل کرتے ہوئے چالیس احادیث پر مشتمل رسالہ تحریر فرمایا ہے جو اربعین نووی کے نام سے معروف اور مدارس عربیہ کے نصاب کا حصہ ہے۔ اربعین نووی کے مقدمہ میں ہے ''**اتفق الحفاظ علی انه حدیث ضعیف (الیٰ) وقد اتفق العلماء علیٰ جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال**'' یعنی حفاظ حدیث کا اس حدیث کے ضعیف ہونے نیز حدیث ضعیف کے فضائل اعمال میں مقبول ہونے پر علماء کا اتفاق ہے۔

گکھڑوی صاحب کے ہم عقیدہ بزرگ دیوبندی مولوی عاشق الٰہی بلند شہری نے اردو میں اربعین نووی کی شرح لکھی ہے جو اس کی توثیق ہے جب کہ اندر کے صفحات میں اس کی تردید بھی نہیں۔ نیز اس کے مقدمہ میں مشہور دیوبندی عالم مولوی حبیب الرحمٰن اعظمی صاحب نے لکھا ہے کہ: اس کے تمام طرق کو حافظ ابن حجر نے ایک رسالہ میں جمع کر دیا ہے۔ لیکن اس کا کوئی طریق ضعف اور علت سے خالی نہیں ہے اسی لیے ملاّ کاتب چلپی نے لکھا ہے۔ **واتفقوا علی انه حدیث ضعیف وان کثرت طرقه** ملاحظہ ہو (کشف الظنون صفحہ ۶۷ جلداوّل) محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اگر چہ وہ بہت سے طریقوں سے مروی ہے اور امام بیہقی نے فرمایا **هو متن مشهور ولیس له اسناد صحیح** (اس حدیث کا متن مشہور ہے مگر اس کی کوئی اسناد صحیح نہیں ہے) اور امام نووی نے فرمایا ''**طرقه کلها ضعیفة ولیس ثبابت**'' اور حافظ ابن حجر نے فرمایا **جمعت طرقه فی جزء لیس فیها طریق تسلم من علّة قادحة** (میں نے اس کے طرق ایک جزء میں جمع کر دیے ہیں مگر اس میں کوئی طریق علت قادحہ سے خالی نہیں ہے)۔

بایں ہمہ یہ حدیث بالکل جعلی اور موضوع نہیں ہے بلکہ صرف ضعیف الاسناد ہے اور

چونکہ اس کا تعلق کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے سے نہیں ہے۔ بلکہ ایک ایسے کام کا ذکر اس میں ہے جو کو کیجیے تو ثواب نہ کیجیے تو گناہ نہیں۔ اس لیے محدثین کے اس اصول کی بناء پر فضائل اعمال میں ضعیف حدیث بھی قبول کی جاسکتی ہے۔ ائمہ وحفاظ محدثین نے اربعین کے نام سے کتابیں لکھیں۔ ملاحظہ ہو۔ [شرح اربعین نووی مؤلفہ مولوی عاشق الٰہی بلند شہری دیوبندی طبع مکتبہ دارالاشاعت کراچی]

اس سلسلہ میں ابن امیر الحاج مکی مالکی کا واقعہ بھی بہت اہمیت رکھتا ہے۔ انہوں نے بدھ کے دن ناخن کٹوانے کی ممانعت کی روایت میں پڑھا کہ اس سے برص کی بیماری پیدا ہوتی ہے لیکن یہ سمجھ کر کہ یہ روایت ضعیف ہے اس کی خلاف ورزی کی فوراً برص میں مبتلا ہو گئے پریشانی لازمی امر تھی رات کو رؤیا میں زیارت اقدس ﷺ سے مشرف ہوئے اپنی بیماری کے شاکی ہوئے تنبیہ ہوئی کہ تم نے ہماری حدیث کی خلاف ورزی کیوں کی؟ عرض کی محض یہ سمجھا تھا کہ صحیح ثابت نہیں ہے اس لیے عمل ضروری نہیں۔ فرمایا تم نے اس کی نسبت کی قدر کیوں نہ کی؟ اس کے بعد حضرت نے دست مبارک ان کے جسم کے متاثرہ حصہ پر پھیرا تو بیماری سے فوراً نجات ملی (**کما فی نسیم الریاض للعلامۃ الخفاجی الحنفی وحاشیۃ الدرالمختار للعلامۃ السید الطحطاوی رحمهما اللہ**)۔

اس سلسلہ میں خود مبحث فیہ حدیث کے بارے میں امام علّامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عمومی بیان بھی لائق مطالعہ ہے حیث قال: "**وصنۃ عما تفرد بہ وضاع او کذاب**" یعنی میں نے اپنی اس کتاب کو موضوع ومتروک قسم کی روایات سے پاک رکھا ہے یعنی اس میں کوئی روایت بھی ایسی نہیں رکھی جو قابل عمل نہ ہو۔ [الجامع الصغیر جلد ۱ صفحہ ۲ طبع پاکستان، جلد ۱ صفحہ ۵ طبع مدینہ طیبہ مع الشرح]

پھر بھی یقین نہ آئے تو اپنے امام ربانی مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کی سن لیں، ان سے وضو کی دعاؤں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے اس کے جواب میں لکھا:-

"جو وضو کے اندر ہر ہر عضو پر اذکار پڑھتے ہیں ان کی کوئی سند صحیح نہیں ہے لیکن روایات قابل عمل ہیں"۔ اھ [فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۲۰۰ طبع محمد علی کراچی]

ڈم ڈم مفت است :-

بعض الفاظ مدح متضمن ذمّ کے طور پر بولے جاتے ہیں یعنی بظاہر تعریفی کلمات ہوتے ہیں لیکن مراد ہٹ کرنا ہوتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے کہ ملٰئکہ کرام کفار کو سزا دیتے وقت کہیں گے ذُقْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْکَرِیْمُ مزا چکھیئے جناب بلاشبہ آپ تو بہت معزز بہت بزرگ ہیں۔ نیز عرف میں ہیرا پھیری کے ماہر کو بڑا استاد کہتے ہیں۔ اسی نہج پر فقیر نے راہِ سنّت کو شروع میں بسم اللہ شریف کلماتِ حمد اور صیغ صلٰوۃ وسلام سے خالی پا کر تعریضاً ''کتاب مستطاب'' لکھا تھا۔ ملاحظہ ہو (مصباحِ سنّت جلد اصفحہ ۴۵) اس کو گکھڑوی صاحب لے اڑے اور با قاعدہ ''خدا کی شان'' کا عنوان دے کر خوشی سے پھول کر لکھ دیا کہ :-

''مثل مشہور ہے کہ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ اللہ تعالٰی کی شان دیکھیں کہ اس نے کس طرح مفتی صاحب موصوف کی قلم سے راہِ سنت کو کتابِ مستطاب لکھوا دیا جس کا معنٰی نے بہترین کتاب۔ سچ ہے

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے گی جس کی حفاظت خدا کرے

اھ۔ ملاحظہ ہو۔ [ایضاحِ سنّت جلد اصفحہ ۵۹]

اقول :- اس پر ''ڈم ڈم مفت'' والا قصہ صادق آتا ہے۔ کہتے ہیں ایک فارسی زبان بولنے والا بدعقل اور کم فہم شخص کسی دوسرے ملک میں سیر وتفریح کی غرض سے گیا وہاں ایک مٹھائی والے کے پاس بہت **سی** مٹھائی کھا کر بل ادا کیے بغیر چلتا بنا۔ نہ اسے سمجھ نہ کسی کی بولی سمجھے۔ اہل شہر نے اسے یہ سزا دی کہ گدھے پر بٹھا کر شہر کا اسے چکر لگوایا ساتھ ہی ڈھولکی والے کو بلوا کر ڈھولکی پٹوائی۔ تماشا کا سماں بن گیا چھوٹے چھوٹے بچوں کا بھی میلہ لگ گیا جو اسے دیکھ کر ہنستے اور تالیاں بجاتے۔ وہ بھی یہ سمجھے ہوئے بہت خوش تھا کہ اہل شہر اجتماعی صورت میں اسے اعزاز دے رہے ہیں۔ واپس ہوا تو رفقاء نے حالات دریافت کرتے ہوئے پوچھا ''چگونہ ملک بود'' فرمایئے وہ ملک **کیسا** تھا؟ جواب دیا۔ بسیار خوب بسیار خوب کہ آنجا جلوہ خوردن مفت است'' سواری خر مفت است ڈم دم مفت است وفوج طفلاں ہم مفت است......

یہ ہے قصہ راہِ سنت کے ''کتاب مستطاب'' ہونے کا جس کا معنیٰ انہوں نے بہترین کتاب کیا ہے۔ جس سے جناب کی کمال علمیت بھی مترشح ہو رہی ہے۔ ع
بریں عقل و دانش بباید گریست۔ **اسے کیا کہیئے:** فقیر نے کہا تھا کہ گکھڑی صاحب راہِ سنت کے باب اوّل میں لکھے ہوئے تسمیہ کو آغاز کتاب میں ہونے کی دلیل نہیں بنا سکتے کہ کتاب کا دیباچہ وغیرہ بھی ہے نیز باب اول کے آغاز میں بھی صلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں لکھا پھر اگر باب کی حیثیت مستقل تھی تو چاہیئے تھا کہ ہر باب کے شروع میں تسمیہ وحمد کو لاتے ملخصاً (مصباح سنت جلد ا صفحہ ۴۶) پہلی شق کا یہ جواب ان کی طرف سے دیا گیا ہے کہ باب اوّل کے خطبہ میں ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وازواجہٖ وجمیع امتہ وسلم'' کے لفظ لکھے ہیں جب کہ مفتی صاحب کے اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں کہ تحریر میں اس کی بجا آوری نام اقدس کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے میں تھی (فتاویٰ افریقہ صفحہ ۶۱) تو مفتی صاحب کا اعتراض ان کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ [الیضاح سنت جلد ا صفحہ ۶۰]

اقولُ:- یہ الفاظِ درود' کتاب کے آغاز میں لانے کی غرض سے نہیں بلکہ اسم کریم علیٰ صاحبہ التسلیم کے حوالہ سے ہیں۔ فتاویٰ افریقہ کے حوالہ کا تعلق بھی بر تقدیر تسلیم نام اقدس کے ساتھ لکھے جانے والے صیغۂ درود اور سے صلم صللم ص ع م کے لکھنے کی تردید سے ہے جیسا کہ خود اس کی عبارت کے الفاظ سے ظاہر ہے جسے آپ نے نقل نہیں کیا۔ تحریر میں اس کی بجا آوری نام اقدس کے ساتھ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھنے میں تھی اسے بدل کر صلم صللم ص ح م کر لیا جو کچھ معنیٰ ہی نہیں رکھتا۔ کیا اس پر نزول عذاب کا خوف نہیں کرتے (افریقہ صفحہ ۶۱) علاوہ ازیں یہ الفاظ درود ابراہیمی کے نہیں جن کے اصولی طور پر گکھڑوی جماعت والے قائل بھی نہیں ہیں لہٰذا یہ صحیح جواب کی بجائے صریح مغالطہ ہے جسے جواب کہنا خود ان کی جہالت کا واضح ثبوت ہے۔ اس کا پیشگی جواب مصباح سنت میں بھی دے دیا گیا ہے جسے موصوف نے چھوا تک نہیں۔ [صفحہ ۴۶، ۴۷]

اس پر کچھ بحث چند سطور قبل بھی گزری ہے۔ فمن شاء الاطلاع علیه فلیرجع الیه

آمدم برسر مطلب! دوسری شق کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ ''احناف کے نزدیک تو

بسم اللہ ہر سورت کی بھی جزء نہیں۔ ہر باب کی ابتداء میں تو بسم اللہ امام بخاری سمیت محدثین کرام میں سے کسی نے بھی نہیں لکھی اس لیئے یہ اعتراض بالکل احمقانہ حرکت ہے۔ ملخصاً۔ [ایضاح سنت جلد اصفحہ ۶۱٬۶۰]

جس کا جواب یہ ہے کہ یہاں یہ بحث ہی نہیں ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جزء ہے یا نہیں؟ جب کہ امام بخاری سمیت محدثین کرام میں سے کوئی بھی حوالہ کے لیئے اور دلیل کے لیے گکھڑوی معیار کا حصہ نہیں ہیں۔ پھر جب یہ محدثین ائمۂ احناف پر خواہ مخواہ کی چوٹیں اور جرحیں کرتے ہیں تو کیا وہاں بھی وہ آپ کی دلیل ہوں گے؟ لہٰذا جناب کی یہ طرزِ استدلال پر لے درجہ کی حماقت اور سخت بے وقوفی کی علامت ہے۔

کامل واکمل بدعتی:-

فقیر نے لکھا تھا کہ گکھڑوی صاحب نے فعلاً ترکاً دونوں کو سنت کہا پھر دونوں کی خلاف ورزی بھی کی ہے۔ پس وہ چھوٹے موٹے نہیں کامل واکمل بدعتی ہوئے۔ (مصباح جلد اصفحہ ۵۰) اس کے جواب میں داعیہ اور محرک والے بہانہ کا اعادہ کر کے صلوٰۃ وسلام عندالاذان اور دعا بعد نماز جنازہ پر اعتراض کو دہرایا ہے جس کا جواب ابھی اسی زیر بحث عنوان میں کچھ پہلے گزر چکا ہے اعادہ کی حاجت نہیں اسے وہیں پر دیکھ لیا جائے۔

باقی اس مقام پر انہوں نے جو نازیبا طریق کلام اپنایا ہے وہ ان کی مجبوری ہے کہ اس کے بغیر ان کا کوئی جواب مکمل نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ اس کے بغیر اپنے جاہل عوام کو خوش کر سکتے ہیں (وقد مرّ مراراً)۔

نوٹ:- داعیہ اور محرک کی قید کے بے اصل اور غلط ہونے کی مکمل تفصیل مصباح سنت جلد دوم میں کر دی گئی ہے جو لائق مطالعہ ہے۔

بحث محاسبۂ دیباچہ:-

اس عنوان کے تحت گکھڑوی صاحب کے اپنے منہ آپ کی گئی اپنی قصیدہ خوانیوں کی تردید ہم نے کی تھی اور ان کے اصل علمی مقام اور حقیقی تحقیقی پوزیشن کے بیان پر مشتمل ان کے جملہ "ورنہ من آنم کہ من دانم" کا ذکر بھی کیا تھا ملاحظہ ہو۔ [مصباح سنت جلد اصفحہ ۵۲٬۵۰]

اس کا مطلوبہ جواب دینے کی بجائے مؤلف راہ سنّت کی مزید خود ساختہ اور بناوٹی قسم کی تعریفیں لکھ دی گئی ہیں کہ انہوں نے اہل بدعت کا ناطقہ بند کر دیا ہے اور نصف صدی سے ان کی کتابوں کے دلائل کا جواب نہ بن سکا نہ بن سکے گا مفتی صاحب موصوف کی طرح بے پر کی ہانکنے کو جواب نہیں کہا جا سکتا (ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۶۳) مزید کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لینے کی گالی بھی دے دی ہے (کتاب مذکور و صفحہ مذکور) جس سے ان کے دلائل کی نوعیت واضح ہو جاتی ہے نیز ہمارے علماء کے ان کو منہ نہ لگانے کی وجہ بھی کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔ دلائل سے جواب نہیں ہوا تو تازہ علاج مصباح سنت کے آنے سے نیندیں کیوں حرام ہو گئی ہیں اور حواس باختہ کیوں ہو گئے ہو اور اتنا بھی تمہیں پتہ نہیں چل رہا کہ کبوتر کی مثال سے خود کیا قرار پائے ہو؟_____

❁

بحث تصدیق مہتمم مدرسہ دیوبند:-

التنقیدات علی التصدیقات کے ذیلی عنوان ''مہتمم مدرسہ دیوبند کی تصدیق کے حوالہ سے محاسبہ'' کے تحت ہم نے کہا تھا کہ گکھڑوی صاحب نے مہتمم مدرسہ دیوبند کی تصدیق لاتے ہوئے ان کے نام کے ساتھ مولٰنا کا لفظ لکھا ہے جب کہ یہ لفظ قرآن میں اللہ تعالٰی کے لیۓ وارد ہوا ہے ہیں۔ نیز ان کا نام ''محمد طیب'' لکھا ہے جو من حیث المجموع بدعت ہے اور لفظ طیّب اللہ تعالٰی کے لیۓ بھی وارد ہوا ہے پس یہ نام شرکیہ بھی ہوا اور گکھڑوی صاحب مشرک اور بدعتی۔ ملخّصاً [مصباح سنت جلد ا صفحہ ۵۳'۵۴]

اس سے ہمارا مقصود ان سے یہ منوانا تھا کہ اشتراک اسمی و لفظی شرک نہیں لہٰذا سید عالم ﷺ کے لیے ''حاضر ناظر'' وغیرہ کے الفاظ بھی شرک نہیں کہ ان میں محض اشتراک اسمی و لفظی ہے' اس کو انہوں نے من وعن تسلیم کر لیا ہے طریقہ سے مان لیا ہے۔

چنانچہ ان کے لفظ ہیں ''اشتراک اسمی میں اللہ تعالٰی کے سوا کسی اور پر اطلاق علی الاطلاق ممنوع نہیں ہے'' (پھر اس کو مزید پختہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں) ''طیّب تو حضور علیہ السلام کے فرزند کا نام بھی تھا اور حضور علیہ السلام کے صفاتی ناموں میں بھی طیّب ہے تو محمد کے ساتھ طیّب ملا کر نام رکھنے میں کسی عقل مند کو تو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا البتہ مفتی صاحب کا معاملہ جدا ہے''۔اھ [ایضاح

سنت جلد اصفحہ ۶۴]

اقول :- یعنی آپ نے مرفوعاً بھی مان لیا ہے کہ اشتراک لفظی واقعی شرک کی بنیاد نہیں ہے پھر بھی بے عقل ہم ہی ہیں؟ ذہنی توازن کی خرابی نہیں تو اور کیا ہے؟

ہم نے لکھا تھا کہ کتاب پر کسی کی تصدیق وتقریظ لینا بھی گکھڑوی اصول کے مطابق بذات خود ایک مستقل بدعت ہے۔ پس اس کا ثبوت بھی گکھڑوی صاحب کے ذمہ ہمارا ایک اور واجب الاداء قرض ہے۔ [مصباح سنت جلد اصفحہ ۵۴]

اس کے جواب میں بھی داعیہ اور محرک والی بحث کا اعادہ کیا گیا ہے جس کا جواب ابھی گزرا ہے اسے ادھر سے ملاحظہ کیا جائے اور تفصیل خافل کے لیے مصباح جلد دوم کا مطالعہ ضروری ہے۔

رہا ان کا یہاں شستہ زبانی سے وایلا کرنا؟ تو یہ ان کی عادت ہے جو کچھ تعجب کی بات نہیں۔

گکھڑوی صاحب کا سخت عجز :-

اس مقام پر ہم نے یہ بھی لکھا تھا کہ :-

> ''اسی طرح ان کا انہیں فخر الاماثل' حضرت' الحاج القاری صاحب دامت برکاتہم اور مہتمم دار العلوم کہنا ان کے حسب اصول سب بدعات شنیعہ ہیں ورنہ وہ اپنے اصول کو مدِ نظر رکھتے ہوئے انہیں قرآن وحدیث اور صحابہ کرام ﷺ سے ثابت کریں (مصباح سنت جلد اصفحہ ۵۳' ۵۴) جس کا جواب دینا تو کجا اس کا ذکر تک نہیں کیا گیا جو ان کے سخت عجز اور شکست فاش کی دلیل ہے۔
>
> اسی طرح ''ارتکاب بدعات پر محاسبہ'' کے عنوان کے تحت ہم نے لکھا تھا کہ قاری طیب صاحب نے بھی گکھڑوی صاحب کی طرح بدعات کے ارتکاب سے اپنی تقریظ کا آغاز واختتام کیا ہے۔ اس کے بعد ان کے معترض علیہ الفاظ لکھ کر موصوف سے اس کے جواب کا مطالبہ کیا ہے کیونکہ انہوں نے راہِ سنت کے دیباچہ طبع نہم میں اس کی ذمہ داری بھی قبول کی تھی۔ ملخصاً (مصباح سنت جلد اصفحہ ۵۴) مطالبہ کے باوجود انہوں نے اس کا بھی کوئی جواب نہیں دیا ہے جو ان کی ایک اور شکست فاش ہے

بحث شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ اور اہل دیوبند:۔

قاری طیب صاحب نے اپنے تقریظی کلمات میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ اہل دیوبند، حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی کی تعلیمات کے امین اور مروّج ہیں۔ فقیر نے لکھا تھا کہ یہ ان کا بے بنیاد دعویٰ ہے جس کے خلاف واقعہ ہونے کے لیے اتنا بھی کافی ہے کہ وہ اس کی مطلوبہ معیاری دلیل کے پیش کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ ان حضرات کے نہیں بلکہ وہ مولوی اسمٰعیل دہلوی مؤلف تقویۃ الایمان کی تعلیمات کے وارث و امین ضرور ہیں جنہوں نے اپنے خاندانی عقیدہ و مذہب کو چھوڑ کر وہابیت اختیار کر لی تھی اور برصغیر میں وہابیہ کے معلم اوّل مانے گئے (ملخصاً)۔ [مصباح سنت جلد ا صفحہ ۵۵]

گکھڑوی صاحب کی جانب سے بھی اس کی کوئی صحیح معیاری دلیل مہیا نہیں کی گئی البتہ گکھڑوی دلیل کے طور پر یہ گالی پیش کی گئی ہے کہ ''مفتی صاحب کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ جو چیز واضح ہو اس کی دلیل ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی (الیٰ) اس کا انکار تو بڑی جہالت ہے''۔ [ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۶۵، ۶۶]

معلوم نہیں اس میں انہوں نے ہماری معلومات میں کون سا اضافہ کیا ہے پھر یہ بھی کیا خوب ہے کہ مجیب اپنے منصب کو نہ نبھا سکے تو بڑی جہالت سائل کی ہوگی۔ اب یوں کہو کہ جس امر کا جھوٹ ہونا واضح ہو اس پر بحث کی ضرورت نہیں ہوتی کہ عیاں راچہ بیاں۔

باقی رہا ان کا یہ کہنا کہ بانئ دیوبند نیز گنگوہی صاحب کی سند مولانا احمد علی سہارنپوری اور شاہ اسحٰق صاحب کے واسطہ سے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سے ہے۔ [ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۶۵]؟

تو یہ کوئی معیاری دلیل نہیں کیونکہ بحث سلسلۂ سند کی نہیں سلسلۂ عقائد و نظریات کی ہے۔ سند حدیث تو اہل سنت کے بیشتر مراکز (جیسے جامعہ انوار العلوم ملتان وغیرہ) کی بھی حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے حوالہ سے حضرت شاہ ولی اللہ سے ہے رحمہما اللہ تعالیٰ لیکن اس میں سہارنپوری صاحب اور شاہ اسحٰق صاحب کا واسطہ نہیں ہے۔

اگلی بات کہ اہل دیوبند مولوی اسمٰعیل صاحب کی تعلیمات کے وارث و امین ہیں

گکھڑوی صاحب کی جانب سے ان لفظوں میں مان لی گئی ہے کہ البتہ شاہ اسمٰعیل صاحب کے توحیدی نظریہ اور شرک کے خلاف نفرت کے انداز کو بھی بانیان دیوبند نے محفوظ رکھا۔ [ایضاح سنت جلد اصفحہ ٦٦] ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

رہا ان کا یہ کہنا کہ ''شاہ اسماعیل شہید پر وہابی ہونے کا الزام بالکل غلط ہے تفصیل کے لیئے عبارات اکابر اور اظہار العیب کا مطالعہ فرمائیں''۔ [ایضاح سنت جلد اصفحہ ٦٦]؟

تو اس کے غلط ہونے کے لیے مولوی اسمٰعیل صاحب کی کتاب تقویۃ الایمان بھی کافی دلیل ہے حقائق کا انکار کرنا اہل عقل کا کام نہیں۔ اس سے قطع نظر بحث صرف یہ ہو رہی ہے کہ اسمٰعیل دہلوی صاحب اپنے خاندانی عقائد ونظریات سے ہٹ گئے تھے پس انہیں وہابی کا نام دیں خواہ نہ دیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ورنہ بتایا جائے کہ دہلوی صاحب موصوف نے جو نظریات اپنی کتاب تقویۃ الایمان نیز صراط مستقیم وغیرہ میں بھرتی کیۓ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہما اللہ تعالیٰ ان کے حامل تھے؟ جیسے ان کا یہ عقیدہ کہ معاذ اللہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے نیز یہ کہ تمام انبیاء اولیاء اللہ کے روبرو ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں نیز حضور سید عالم ﷺ کی تعظیم بڑے بھائی کی سی کیجیے نیز نماز میں سید عالم ﷺ سمیت کسی بھی محبوب ومقرب بندے کا تصور لانا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ والعیاذ باللہ العظیم نقل کفر کفر نباشد) بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہو جانے سے بدتر اور شرک ہے۔ نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے (کمافی یک روزی وتقویۃ الایمان وصراط مستقیم)۔

بتایا جائے کہ یہ عقیدے حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہما کی کس کتاب میں اور کہاں ہیں؟ مکمل تفصیل کے لیئے ملاحظہ ہو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کی کتاب الکوکبۃ الشہابیۃ نیز سبحان السبوح وغیرہما نیز حضرت صدر الافاضل کی کتاب اطیب البیان ردّ تقویۃ الایمان اور رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری کی کتاب زیر وزبر وغیرہا۔ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)

بحث "ضعیف حدیث سے استدلال پر محاسبہ":-

مہتمم دیو بند نے اپنی زیر بحث تقریظ میں ایک ضعیف حدیث سے استدلال بھی کیا جس پر ہم نے لکھا تھا کہ گکھڑوی صاحب ہماری باری میں اس پر دانت پیستے ہیں ملاحظہ ہو (راہِ سنت صفحہ ۲۴۰، ۲۴۳، ۲۴۴) مگر اپنی باری میں وہ سب کچھ بڑی آسانی سے گوارا کرلیا گیا ہے جس پر دانت پیستے ہوئے وہ خود ہی اسے سراسر منافیٔ دین قرار دے چکے ہیں ملخصاً۔ ملاحظہ ہو [مصباح سنت جلد اصفحہ ۵۵، ۵۶]

اس سے ہمارا منشاء ان سے یہ اگلوانا تھا کہ ضعف سند، ضعف متن کو مستلزم نہیں جسے انہوں نے بفضلہٖ تعالیٰ اگل کر رکھ دیا ہے اور اس پر وہ بہت خوش بھی ہیں کہ معرکہ انہوں نے سَر کرلیا ہے انشاء اللہ اس سے ہم راہِ سنّت کے باب ہفتم کے جواب میں پورا پورا استفادہ کریں گے۔ چنانچہ باحوالہ طور سے لکھتے ہوئے اس بارے میں فرماتے ہیں:-

"مفتی صاحب کی معلومات کے لیے عرض ہے (الیٰ) جس روایت کو حضرت قاری صاحب نے پیش کیا ہے اس کی صرف سند ضعیف ہے اُس کے متن کی صحت پر تو امت کا اتفاق ہے اور کوئی مسلمان اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا (الیٰ) حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں فالحاصل ان حدیثه ضعیف اسناده وان کان لاشک فی صحة معناه (مرقاۃ جلد ۴ صفحہ ۳۵۹) (الیٰ) اگر کسی روایت کا متن صحیح ہو تو بے شک اس کی سند کمزور ہو تو وہ روایت قابل احتجاج ہوتی ہے جیسا کہ علامہ طاہر الجزائری فرماتے ہیں...... (توجیہ النظر صفحہ ۵۰) اگر متن پر اتفاق ہے تو محض سند کی کمزوری کی وجہ سے اعتراض نری جہالت اور اصول حدیث سے بے خبری کی علامت ہے (الیٰ)

آنکھیں اگر بند ہوں تو دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا

ملاحظہ ہو [ایضاح سنت جلد اصفحہ ۶۷، ۶۸]

اقول:- نرا جاہل اور ٹامک ٹوئیاں مارنے والا اندھا وہ ہے جو اپنے خصم کی بات کو نہ سمجھ سکے اور اس کے آگے زیر ہو کر سب کچھ مانتا چلا جائے۔ اب بتائیں نقصان کس کا ہوا پھر پڑھیں

اے چشم اشکبار ذرا دیکھنے تو دے
ہوتا ہے جو خراب وہ تیرا ہی گھر نہ ہو

باقی اس ضمن میں انگوٹھے چومنے والی روایت کو جو موضوع کہا گیا اس کی دلیل پیش کرنے کی بجائے اتنا کہہ دیا گیا ہے کہ جس کی تفصیل راہِ سنت میں دیکھی جا سکتی ہے (ایضاح سنت جلد اصفحہ ۶۷،۶۸) تو اس کا ردِ بلیغ بھی مصباح سنت میں اپنے مقام پر دیکھا جا سکتا ہے۔

رہا یہ کہنا کہ " کیا مفتی صاحب موصوف اور ان کے طبقہ کو اس متن سے اختلاف ہے اگر اختلاف ہے تو کھل کر واضح طور پر کہیں کہ قرآن کریم میں نہ تو پہلی اقوام کے واقعات ہیں اور نہ پچھلے لوگوں کی خبریں الخ۔ [ایضاح سنت جلد اصفحہ ۶۸]

تو ہم نے تو اس سے خود تمہارے آئینہ میں تمہیں تمہاری صورت دکھائی ہے۔ ہم تو بفضلہٖ تعالیٰ قرآن مجید کے ہر چیز کے علم کی جامع کتاب ہونے کے قائل ہیں۔ ہیرا پھیری تو آپ لوگ کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ لکھ دینے کے باوجود سید عالم ﷺ کے علم جمیع ماکان ومایکون کے منکر ہو جیسا کہ تھوڑا سا آگے آ رہا ہے۔ آپ بھی سمجھ جائیں اور اپنے اہل حلقہ کو بھی سمجھائیں۔

اسی طرح یہاں پر ان کا بطور معارضہ کہنا کہ حدیث تسمیہ کو علامہ سیوطی نے ضعیف کہا ہے پھر ہمیں اس روایت پر اعتراض کا حق کیسے ہو سکتا ہے؟ [ایضاح سنت جلد اصفحہ ۶۸]

تو یہ ان کی تلبیس ہے کیونکہ الجامع الصغیر کے مدنی نسخہ میں اسے "حسن" لکھا ہے جس کی تفصیل ابھی کچھ پہلے گزری ہے۔ پھر یہ طعنہ اسے دیا جائے جو اس کا قائل نہ ہو ہمیں اس کا قائل بتا کر بھی معارضے کرنا گھڑو ی اصول کا خاصہ ہے۔ ع

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں مے کنند۔

بحث مہتمم دیوبند کی تلبیس اور بدزبانی کی:۔

ہم نے مہتمم دیوبند قاری طیب صاحب کے حوالہ سے لکھا تھا کہ انہوں نے اپنی اس تقریظ میں اہل سنت کو نیچا دکھانے کی غرض سے یہ بھی کہا ہے کہ ان کی دلیل گالی اور دراز دستی ہے جب کہ اہلِ دیوبند کی زبانیں بہت متین کلام مہذب، لب ولہجہ صادق اور انداز حلم واناءۃ کا ہے مگر اس پر ٹھہر نہ سکے اور اس کے فوراً بعد انہوں نے اہل سنت کے بارے میں بدتہذیبی، ناشائستگی،

جہالت اور خرافات کے لفظ بول دیتے ہیں۔ خرافات کا معنیٰ بکواسات ہے پس ع خود ہی قتل کرے ہے خود ہی لے ثواب الٹا [مصباح سنت جلد ۱ صفحہ ۵۷]

گکھڑوی صاحب کی جانب سے اس کے جواب میں قاری صاحب موصوف کی سبّ و شتم سے بھرپور عبارت کو پورا نقل کیا اور اس کی توثیق کردی ہے کہ ان کے بڑے واقعی تلبیس اور بدزبانی کے بہت ماہر ہیں اس کے ساتھ ہی یہ ہیرا پھیری بھی کردی کہ انہوں نے یہ عمومی بات کی ہے جسے مفتی صاحب نے اپنے متعلق سمجھ لیا ہے اور اس ضمن میں اپنے طالب علمی کے سہانے دور کے بعض عجیب لوگوں کی چھیڑ چھاڑ کا قصہ بھی سنادیا ہے۔ اس سے ان کی ہیرا پھیری کی وجہ ظاہر ہے کہ جب راہ سنت' معمولات اہل سنت کے خلاف لکھی گئی ہے اور اس میں ان کے مخاطب دور حاضر ہی کے اہلِ سنت ہیں جنہیں وہ اپنے لفظوں میں اہل بدعت کا نام دیتے ہیں اور یہ تقریظ قاری صاحب موصوف نے اسی کتاب کے حوالہ سے لکھی ہے تو ان کی گالیاں اہلِ سنت سے متعلق کیسے نہیں ہیں؟ اس سے قطع نظر کیا عمومی گالیوں کی توجیہ سے اپنی زبانوں کے متین ومہذب ہونے کا دعویٰ مخدوش نہیں ہوگا؟ بلکہ یہ تو اور بھی بہت سخت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ گالیاں انہوں نے صرف دور حاضر کے اہلِ سنت کو نہیں دیں ہر دور کے اہلِ سنّت کو سنائی ہیں جو "فر من المطر واستقر تحت المیزاب" کا مصداق ہے کہ بارش سے بھاگا اور پرنالے کے نیچے آ کھڑا ہوا کہ اس سے یہ بے وقوف اپنے کپڑوں کو بچا رہا ہے۔ ع

شرم تم کو مگر نہیں آتی ______

بحث اقرار علم غیب للنبی ﷺ :-

فقیر نے یہاں پر مہتمم دیوبند موصوف کے حوالہ سے لکھا تھا کہ وہ:-

اپنی اس تقریظ میں حضور ﷺ کے خداداد علم غیب کا اقرار بھی کر گئے ہیں جس سے امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی ان پر علمی دھاک کا پتہ چلتا ہے چنانچہ اس حقیقت کو ڈنکے کی چوٹ پر تسلیم کرتے ہوئے کہ آپ ﷺ کو چودہ سو سال بعد رونما ہونے والے فتنات کا علم پہلے سے تھا' لکھا ہے کہ "حضور ﷺ کی یہ پیش گوئی اہل بدعات کے حق میں سر کی آنکھوں سے مشاہدہ میں آ رہی ہے۔ ملاحظہ ہو (راہِ سنّت صفحہ ل) اھ [مصباح سنت جلد ۱ صفحہ ۵۷]

اس سے ہمارا مقصود گکھڑوی صاحب کی تصریحی تصدیق لینا تھی تا کہ ان کی کتاب ازالۃ الریب کے جواب میں اسے پیش کیا جا سکے سو وہ انہوں نے پورا کرتے ہوئے لکھ دیا ہے کہ:

''مفتی صاحب موصوف کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ حضور ﷺ نے قیامت' آخرت کے احوال' امت کے بگاڑ کے احوال سے متعلق جو پیش گوئیاں ثابت ہیں ان کا نہ کوئی دیوبندی منکر ہے اور نہ ہی ان سے اہل بدعت کا علم غیب کلی کا نظریہ ثابت ہوتا ہے ...... اور نہ ہی مفتی صاحب موصوف کے لیے خوشی سے بغلیں بجانے کی بجائے کوئی گنجائش ہے اھ ملاحظہ ہو [ایضاح سنت جلد ۱ صفحہ ۱۷]

اقول:۔ معلومات کے فراہم فرمانے کا شکریہ! اس سے کم از کم بعض علم غیب تو آپ علم غیب کے اطلاق کی صحت کے ساتھ مان گئے ہیں۔ آپ کے یہ الفاظ آیات نفی کے جواب میں تو کام دیں گے کہ جب بعض علم غیب کے تم خود بھی قائل ہو تو نفی کے محمل کی ذمہ داری تم پر پڑ گئی اور استثناء کا اثبات بھی تمہارے کھاتے میں پڑ گیا۔ بہر حال اس میں تفصیلی ملاقات ازالۃ الریب کے اڈے پر ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ اب تمہیں چاہیے کہ تم اس پر ماتم کرو اور سر پیٹو۔ ع جیسی کہو ویسی سنو۔

❁

گکھڑوی معیار بدعت کے قلع قمع کی بحث:۔

ہم نے لکھا تھا کہ قاری طیب صاحب مہتمم دیوبند نے گکھڑوی صاحب کو تقریظ ہی کیا دی ہے ان کے مقرر کردہ معیار کو ملیا میٹ کر کے رکھ دیا ہے۔ کیونکہ ان کے حسب اصول بدعت کا کسی چیز کی ہیئت ترکیبیہ ہے جب کہ قاری صاحب موصوف نے تبدیلِ مصداق حیثیت کو معیار بنایا ہے جو بعینہ اہل سنت کا موقف ہے پھر اس پر انہوں نے حدیث بھی پیش کی ہے جس کے بعد وہ اسے بدل بھی نہیں سکتے نتیجہ واضح ہے کہ اہل سنت کا موقف حدیث کے مطابق اور گکھڑوی صاحب کا معیار اس کے برخلاف ہے۔ ملخصاً۔[مصباحِ سنت جلد ۱ صفحہ ۵۸'۵۹]

گکھڑوی صاحب سے اس کا جواب نہیں بن پڑا اس لیے خانہ پری کرتے اور کام چلاتے ہوئے ایک تو انہوں نے اپنی داعیہ اور محرک والی تعریف کے اعادہ کی کوشش کی ہے جو بے جان اور بے سود ہے جس کا جواب گزشتہ سطور میں ہم دے آئے ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ فتاویٰ افریقہ

کی دوعبارتیں نقل کر کے انہیں ہمارے بیان کردہ تبدیل حیثیت والے مذکورہ معیار کے برخلاف قرار دیا ہے جوان کی نافہمی یافریب دہی کانتیجہ ہے۔ تفصیل حسب ذیل ہے۔فرماتے ہیں:-

''مفتی صاحب موصوف نے اپنے طبقہ کا جونظریہ بیان کیا ہے وہ نظریہ ان کے اعلیٰ حضرت کی عبارات سے ثابت شدہ مفہوم کے مخالف ہے چنانچہ ان کے اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں خطبہ میں عربی کے سوااور زبان کاملانا مکروہ وخلاف سنت ہے لانـه علىٰ خـلاف الـمتوارث من لدن الصحابة رضى الله عنهم (فتاویٰ افریقہ صفحہ ۴۹) اس لیے کہ یہ صحابہ کرام ﷺ سے چلے آئے طریقہ کے خلاف ہے (الیٰ) ان کے اعلیٰ حضرت نے صحابہٴ کرام سے چلے طریقہ کی مخالفت کوخلاف سنت قرار دیا ہے (الیٰ) اس انداز کو باقی رکھنا سنت اوراس کے خلاف کرنا بدعت ہے اھ بلفظہٖ ملخصاً ملاحظہ ہو۔[ایضاحِ سنت جلد اصفحہ ۲۷]

اقولُ:-لفظ ''متوارث'' عمل اورسنت صریحہ کوظاہر کرتا ہے اس لیئے یہ ہمارے عین مطابق ہے کہ اسے چھوڑنے سے پہلے موجود عمل کی تبدیلی لازم آئے گی۔آپ کو ہرگز مفید نہیں کہ آپ سے کلام امورمتروکہ اورمسکوت عنہامیں ہے نہ کہ امورمنصوصہ میں۔**فافهم ولاتكن من المغالطين۔**

مزید لکھا ہے کہ:-

''مفتی صاحب موصوف کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ اپنے اعلیٰ حضرت کی یہ عبارت بھی ملحوظ خاطر رکھیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں اوراگروہ مقصود جوبعض جاہل عورتوں میں دستور ہے کہ بچے کے سرپربعض اولیاء کرام کے نام کی چوٹی رکھتی ہیں اوراس کی کچھ میعاد مقرر کرتی ہیں اس میعاد تک کتنے ہی بار بچے کا سرمنڈے وہ چوٹی برقرار رکھتی ہیں پھر میعاد گزار کر مزار پرلے جاکروہ بال اتارتی ہیں تو یہ ضرور محض بے اصل و بدعت ہے واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ افریقہ) اب مفتی صاحب گریباں میں منہ ڈال کر سوچیں کہ اگر جاہل عورتوں کا ازخود ایک میعاد مقرر کر کے بچوں کے سرپر چوٹی باقی رکھنا بدعت ہے تو جن اعمال کوحضور ﷺ نے کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں کیا ازخود ان کو مقید کرنا کیونکر بدعت نہیں۔اگراعلیٰ حضرت اس دنیا میں زندہ ہوتے تو ہم

ان سے پوچھتے مگر وہ تو اس دنیا سے چلے گئے اس لیے ہم مفتی صاحب موصوف سے پوچھتے ہیں کہ جب جاہل عورتوں کا بچوں کے سر پر چوٹی رکھنے کے لیے میعاد مقرر کرنا بدعت ہے تو اس سے کس امر شرعی کو بدلا گیا ہے (الیٰ) اس لیے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں بچوں کے سر منڈوائے جاتے تھے مگر سر پر چوٹی نہیں رکھی جاتی تھی اس لیے اس طریقہ کی مخالفت کو بدعت ہی کہنا چاہیے جب کہ وہ عورتیں اس چوٹی رکھنے کو شرعی حیثیت دے کر رکھتی ہوں اھ ملخصاً بلفظہٖ ملاحظہ ہو [ایضاحِ سنت جلد ۱ صفحہ ۷۳]

اقول:- یقیناً اس میں شرعی حیثیت کو بدلنے کا مفہوم پایا جاتا ہے کیونکہ احادیث صحیحہ کثیرہ میں خصوصیت کے ساتھ بچے کے سر کے کچھ بالوں کو مونڈنے اور کچھ کو باقی رہنے دینے کی ممانعت وارد ہوئی ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ ایسا کرنا درست نہیں جب کہ ان عورتوں کا عمل اس کے برعکس اسے درست سمجھنا ہے جو قطعاً اس کی شرعی حیثیت کو بدلنا ہے لہٰذا امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کے اس فتویٰ میں ان کے اس عمل کو شرعی حیثیت کے بدلنے کی بناء پر ہی بدعت قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے فرمایا:

"**ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی عن القزع** یعنی رسول اللہ ﷺ نے قَزَع سے منع فرمایا۔ [صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۷۷ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۰۳ مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۳۸۰]

اس کے ایک طریق میں اس طرح ہے **سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم ینهیٰ عن القزع** یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ کو قزع سے منع فرماتے ہوئے سنا۔ ملاحظہ ہو **[صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۷۷، مشکوۃ صفحہ ۳۸۰ نحوہ]**

قَزَع کی تفسیر کے بارے میں حضرت نافع مولیٰ ابن عمر (وغیرہ) سے منقول ہے: **اذا حلق الصبی ترک ههنا شعر وههنا ههنا فاشارلنا عبید الله الی ناصیة وجانبی راسه** یعنی عبیداللہ نے اپنی پیشانی اور اپنے سر کی دونوں سائیڈوں کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ بچے کے سر کے کچھ بالوں کا مونڈ دینا اور کچھ کو چھوڑ دینا قَزَع ہے۔ ملاحظہ ہو [صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۷۷]

صحیح مسلم میں یہ لفظ ہیں: **یحلق بعض رأس الصبی و تیرک بعض** "[جلد ۲

صفحہ۲۰۳] نیز ملاحظہ ہو [مشکوٰۃ صفحہ۳۸۰]

علامہ نووی پھر حافظ ابن حجر نے فرمایا: الاصح ان القزع ما فسره به نافع و هو حلق بعض رأس الصبی مطلقاً ومنهم من قال هو حلق مواضع متفرقة و الصحيح الاول لانه تفسير الراوی وهو غير مخالف للظاهر فوجب العمل به یعنی بعض نے قزع کا مطلب بیان کیا بچے کے سر کے متفرق حصوں میں جگہ جگہ سے بال مونڈ دینا لیکن اس کی اصح تفسیر وہ ہے جو حضرت نافع نے بیان فرمائی ہے یعنی مطلقاً بچے کے سر کے کچھ بال مونڈ دینا اور کچھ چھوڑ دینا کیونکہ یہ خود راوی حدیث کی بیان کردہ تفسیر ہے جو مطابق ظاہر ہے پس اس پر عمل ضروری ہے۔ [نووی شرح مسلم جلد۲ صفحہ۲۰۲'۲۰۳' فتح الباری جلد۱۰ صفحہ۳۷۸]

اقول: اس معنی کی تائید حسب ذیل احادیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے:۔

چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ان النبی صلی الله علیه وسلم رأی صبيا قد حلق رأسه وترک بعضه منها هم عن ذلک وقال احلقوا اوذروا کله یعنی نبی ﷺ نے ایک چھوٹا بچہ دیکھا جس کے سر کے کچھ بال مونڈے ہوئے اور کچھ باقی تھے تو آپ ﷺ نے لوگوں کو ایسا کرنے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا تو سارے بال مونڈا کرو یا سارے چھوڑ دیا کرو۔اھ ملاحظہ ہو [فتح الباری جلد۱۰ صفحہ۳۷۸ بحوالہ نسائی' ابوداؤد' نیز مشکوٰۃ ۳۸۰ بحوالہ مسلم]

نیز حجاج بن حسان کا بیان ہے کہ انہیں ان کے بچپن میں حضرت انس ﷺ کی خدمت میں لایا گیا جب کہ ان کے اس وقت سر پر بالوں کی دو لٹیں تھے۔اس پر حضرت انس نے فرمایا! احلقوا هذين او قصوهما فان هذا زی الیهود یعنی انہیں مونڈ یا کاٹ دو کیونکہ اس طرح کے بال یہودی کٹ وٹ ہیں اھ ملاحظہ ہو [مشکوٰۃ صفحہ۳۸۴ بحوالہ سنن ابی داؤد]

الحمدللہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی غلامی میں آپ کے فتویٰ کی صحیح توجیہ ہم نے بیان کردی اور اس میں بیان کردہ حکم کا ماخذ بھی واضح اور ثابت کردیا۔ گکھڑوی صاحب ابھی زندہ موجود ہیں اس لیئے ہم ان سے پوچھنے کا حق رکھتے ہیں اور جواب دیتے وقت وہ اپنی قبر کی طرف جھانکتے ہوئے قیامت کی پیشی کو پیش نظر رکھیں کہ یہ تو کہہ نہیں سکتے کہ یہ حدیثیں انہوں نے نہ پڑھی ہوں ورنہ شیخ الحدیثیت کے عنوان پر حرف آئے گا پس انہوں نے ان احادیث کا علم ہونے

کے باوجود خواہ مخواہ حق کو چھپانے کی کوشش کیوں اور کس حکمت کی بناء پر کی؟؟؟
ہمارے اس بیان سے گکھڑوی صاحب کے اس جملہ کا جواب بھی ہو گیا کہ ''تو جن اعمال کو حضور ﷺ نے کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں کیا از خود ان کو مقید کرنا کیونکر بدعت نہیں'' (ایضاح سنت صفحہ ۷۳) کیونکہ اس کی بنیاد امام اہل سنت کے فتویٰ میں مذکور تعیین میعاد کے بدعت قرار دینے پر ہے جب وہ ختم ہوگئی تو اس کے سہارے قائم کیا گیا استدلال خود بخود غلط ہو گیا۔ پس اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فتویٰ ہمارے ''تبدیل حیثیت'' والے موقف کے ہرگز خلاف نہیں اور اسے اس کے خلاف سمجھنا بدفہمی کا نتیجہ ہے۔ البتہ آپ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ عدم فعل' عدم جواز کی دلیل ہوتا ہے' آپ کے کئی بزرگوں کے متعدد فتووں کے سراسر خلاف ہے جس بیسیوں مثالیں مصباح سنت کے جلد دوم میں ہم نے درج کر دی ہیں' تفصیل ادھر دیکھیں' سردست بطور نمونہ ایک آدھ مثال پیش خدمت ہے۔ واللہ الھادی۔

آپ کے حکیم الامت تھانوی صاحب نے لکھا ہے:-

بعد نماز عیدین کے (یا بعد خطبہ) دعا مانگنا گو نبی ﷺ اور ان کے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول نہیں مگر چونکہ ہر نماز کے بعد دعا مانگنا مسنون ہے اس لیے بعد نماز عیدین بھی دعا مانگنا مسنون ہوگا۔ اھ ملاحظہ ہو [بہشتی زیور صفحہ ۹۳۷ طبع دارالاشاعت کراچی]

اسی طرح آپ کے مدرسہ دیوبند کے مفتی اوّل مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی دیوبندی صاحب نے بھی فتاویٰ دیوبند میں لکھا ہے اس سے آپ کے داعیہ اور محرک والے فارمولے کا جواب بھی ہو جاتا ہے۔ فافھم۔

بہشتی زیور اور فتاویٰ دیوبند کے منقولہ بالا حوالہ سے گکھڑوی صاحب کے کیے گئے اگلے اعتراض کا بھی جواب ہو گیا جس میں انہوں نے حدیث ''مااحدث قوم بدعۃ الارفع مثلھا من السنۃ'' سے جان چھڑاتے ہوئے کہا ہے کہ سنت سے مراد عدم فعل ہے کیونکہ تھانوی صاحب اور مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے ترک' عدم فعل اور عدم نقل کی تصریح کے باوجود دعا بعد نماز عیدین کو مسنون کہا ہے لہٰذا اس سلسلہ میں قاعدہ اور معیار بدعت وہی صحیح ہے جو اہل سنت کا ہے۔ پس اس

لکھتے ہیں:

''ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جو اسماء اللہ کی ذات کے ساتھ مختص نہیں بلکہ اوروں پر بھی ان کا اطلاق ہوا ہے تو ان اسماء میں اشتراک لفظی ہے درود شریف کے منقولہ الفاظ میں سے یہ الفاظ بھی ہیں ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا '' اس میں سید کا اطلاق حضور ﷺ پر کیا گیا ہے اور پھر حضور ﷺ نے حضرت حسن کو'' ابنی هذا سید'' فرمایا۔ [بخاری جلد ا صفحہ ۵۳۰]

اور حضرت ابوہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ آپ نے حضرت حسن کو سید فرمایا ہے۔ (مسند ابی یعلی جلد ۶ صفحہ ۹۱، مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۷۸) جب سید کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے علاوہ پر بھی ہوا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص نہیں اس لیے اس میں اشتراک لفظی ہے جس کا مطلب ہر ذات کی شان کے مطابق متعین ہوگا۔اھ بلفظہ ملاحظہ ہو۔ [ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۶۷۵ ۷]

گنگوہی گکھڑوی تصادم:۔

درود شریف میں سیدنا کے الفاظ کے منقول یا غیر منقول ہونے کے متعلق گنگوہی گکھڑوی تصادم کا ذکر گزشتہ سطور میں پہلے ہو چکا ہے ......اسے ادھر ہی ملاحظہ کیا جائے ——

ایک حقیقت جو ہوا چاہتی ہے آشکار:۔

امام اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضلِ بریلوی قدس سرّہ العزیز کا نام حق کا علامتی نشان اور رفض وخروج ہمہ قسم کے لیئے پیغام موت ہے۔آپ کا ایک امتیازی وصف بطور غلبہ یہ ہے کہ آپ صحیح معنیٰ میں سراپا عشق رسالت تھے اور اللہ کے محبوب ﷺ سے نسبت رکھنے والوں کے کماحقہٗ قدردان۔اسی حوالہ سے آپ کو سادات کرام' سید عالم ﷺ کی آل پاک سے جو والہانہ محبت تھی اس میں آپ ضرب المثل تھے بلکہ آپ کا پورا خاندان اس رنگ میں رنگا ہوا تھا بناء بریں ان کے خاندان کے بیشتر افراد کے اسماء گرامی ائمہ اہلِ بیت کی پاک نسبتوں سے ان کے مقدس ناموں پر ہیں مثلاً خود آپ کے نام میں لفظ رضا نیز والد گرامی کا اسم کریم علامہ نقی علی خان' جد امجد کا نام نامی علامہ مولانا رضا علی خاں اور ایک برادر گرامی کا اسم گرامی علامہ حسن رضا خاں (رحمہم اللہ اجمعین)۔

تردید رفض وہابیہ میں آپ کے بے شمار فتاویٰ کے علاوہ متعدد رسائل خصوصاً رسالہ مبارکہ ردّ الرفضہ خاص طور پر لائق ذکر ہے مگر بُرا ہو تعصب وعناد کا کہ یار لوگوں نے آپ کے خاندان کے ان ناموں کے ذریعہ اپنے جہلاء کو یہ پٹی پڑھائی ہے کہ وہ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ولعنۃ اللہ علی الکذبین) شیعہ نواز تھے جیسے مولوی احسان الٰہی ظہیر غیر مقلد کی کتاب البریلویہ وغیرہ میں یہ بدزبانی کی گئی ہے۔ ہم نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے معارضہ بالقلب کے طور پر اس مقام پر گکھڑوی صاحب کے مصدق (مبحث فیہ) کے نام "مہدی حسن" کے حوالہ سے جال پھینکتے ہوتے لکھا تھا کہ:

"علاوہ ازیں ان کے صدر موصوف کا نام بھی ان کے حسب نظریہ بدعت سیئہ ہونے کے علاوہ شیعیت کا ترجمان بھی ہے" اھ (مصباح سنت جلد ا صفحہ ۵۹) گکھڑوی صاحب کی جانب سے اس کی بدعت والی شق کے متعلق وہی داعیہ اور محرک والی تقریر دہرادی ہے جس کا گزشتہ سطور میں بارہا جواب دیا جا چکا ہے اسے وہاں ملاحظہ کریں۔ دوسری شق کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے وہ سب کچھ لکھ دیا ہے جو ہم ان سے کہلوانا چاہتے تھے۔ فرماتے ہیں ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ مفتی صاحب موصوف اپنی ناسمجھی یا تجاہل عارفانہ یا عوام الناس کو مغالطہ دینے کی خاطر...... اعتراضات کی توپ چلا رہے ہیں...... پھر مفتی صاحب موصوف نے مہدی حسن نام کو شیعیت کا ترجمان کہا ہے تو ان سے ہماری گزارش ہے کہ انہوں نے شیعت کی ترجمانی کا دروازہ کھولا ہے تو اس دروازہ سے اپنے اعلیٰ حضرت کے والد گرامی نقی علی خاں کو بھی گزاریں اور پھر انصاف پسند عوام الناس سے پوچھیں کہ ان ناموں میں سے کون سا نام شیعیت کا ترجمان ہے"۔ اھ [ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۷۶،۷۷]

اقول:- سب انصاف پسند یہی کہیں گے کہ حبّ اہلِ بیت کی بناء پر خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے اسماء گرامی کو رفض نوازی سے تعبیر کرنا خوارج کی بدترین سازش کا نتیجہ ہے لیکن وہ جب کہیں جناب نے ابھی سے مان لیا ہے کہ اعلیٰ حضرت پر اس قسم کے اعتراض کرنیوالے ناسمجھ جاہل یا متجاہل ہیں جو محض اپنی مطلب برآری اور اپنا الو سیدھا کرنے کی غرض سے عوام کی آنکھوں

میں دھول جھونکنے والے ہیں۔ اس طرح سے جناب کی سب جستیاں یہاں خاک میں مل گئی ہیں۔ (وھوالمقصود)۔

الصلٰوۃ والسلام علیک یارسول اللہ کا جواز بھی مان گئے (دوہری پالیسی یا بہتان؟):-

اس مقام پر ہم نے گکھڑوی صاحب سے "**الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ**" وغیرہ کا جواز منوانے کی غرض سے سؤال کیا تھا کہ: گکھڑوی صاحب کے صدر مفتی موصوف نے بھی اپنی بسم اللہ ارتکاب بدعت سے فرمائی ہے چنانچہ انہوں نے جو خطبہ پڑھا ہے اس کے لفظ کچھ اس طرح ہیں: **بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ' ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم۔** ملاحظہ ہو (راہِ سنّت صفحہ۲)۔ بتایا جائے کہ بہئیت موجودیہ خطبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہٗ کرام سے کہاں ثابت ہے۔ اس سلسلہ میں اپنا اثباتی اصول ملحوظ رہے۔ پھر اس میں رسول اللہ ﷺ پر سلام کا تو نشان ہی نہیں اور ونصلّی علیٰ الکریم کہہ کر جو درود پڑھا گیا ہے وہ درود ابراہیمی نہیں جب کہ سارا زور اسی پر صرف کیا جاتا ہے کہ درود ابراہیمی ہی پڑھا جاسکتا ہے اور کوئی درود ہے ہی نہیں' اس کے جواز کی بات تو بعد کی چیز ہے اھ ملاحظہ ہو [مصباح سنّت جلد ا صفحہ ۶۰]

اس کے جواب میں ہمارے حسب دل خواہ ہمیں دستاویز مہیا کرتے ہوئے دوٹوک الفاظ میں لکھتے ہیں:

> "یہ مفتی صاحب موصوف کا ہم پر اور ہمارے اکابر پر کھلا بہتان ہے کہ وہ صرف درود ابراہیمی کو ہی درود سمجھتے ہیں۔ اس لیے کہ ہمارے اکابر نے درود ابراہیمی کو بہتر اور درود شریف کے دیگر منقولہ الفاظ سے درود شریف پڑھنے کو بھی جائز کہا ہے۔ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کی فضائل درود شریف میں اور اسی طرح دیگر کئی بزرگوں کی کتابوں میں درود شریف کے کئی انداز سے الفاظ نقل کیے گئے ہیں حتی کہ اگر کوئی آدمی دور سے الصلٰوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کے الفاظ سے بھی درود شریف پڑھتا ہے جب کہ یارسول اللہ سے حضور ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ نہیں رکھتا تو یہ بھی جائز ہے"۔ (اس کے بعد اپنے ایک رسالہ "درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ صفحہ۷۵" کے حوالہ سے لکھا ہے کہ) "ہم اور ہمارے تمام اکابر

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کو بطور درود شریف پڑھنے کے جواز کے قائل ہیں کیونکہ یہ بھی فی الجملہ اور مختصر طریقہ سے درود شریف کے الفاظ ہیں۔ ہاں البتہ حرف خطاب اور حرف یا سے حاضر و ناظر مراد لینا کفر ہے اھ بلفظہٖ ملاحظہ ہو [ایضاح سنّت جلد ا صفحہ ۷۷]

اقولُ:۔ جب آپ لوگوں کا اصول یہ ہے کہ غیر منقول بدعت ہے تو یہ آپ پر ہمارا بہتان کیونکر ہوا پس اب یا تو اس اصول سے توبہ کر دیا ''الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ'' کے الفاظ کا دلائل شرعیہ صریحہ سے منقول ہونا ثابت کرو۔ نہ کر سکو تو یہ آپ لوگوں کی دوہری پالیسی ہے اور آپ اپنے اکابر سمیت اپنے منہ آپ پکے بدعتی ہو۔

رہا آپ کا حاضر و ناظر کے عقیدہ سے پڑھنے کو مطلقاً کفر کہنا؟ تو سنیے آپ کے کئی اکابر نے سید عالم ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کو کئی طرح سے درست تسلیم کیا ہے پس اس میں اگر آپ سچے ہیں تو آپ کے وہ اکابر اور اگر وہ سچے ہیں تو آپ خود ہی وہی کچھ قرار پائے جو آپ نے قائلین حاضر و ناظر کو کہا ہے۔ حاضر ناظر کے ثبوت کے لیے ملاحظہ ہو تحذیر الناس مؤلفہ بانی دیو بند۔ براہین قاطعہ مؤلفہ مولوی خلیل احمد سہارنپوری بامر شد خود گنگوہی صاحب امداد السلوک مؤلفہ گنگوہی صاحب الشہاب الثاقب مؤلفہ مولوی حسین احمد ٹانڈوی (وغیرہا) ______

جملہ حوالہ جات مع عبارات کی تفصیل آنکھوں کی ٹھنڈک کے جواب میں ہے۔

عقیدہ نفع ونقصان از غیر اللہ:۔

مصدق راہِ سنّت صدر مفتی دیو بند نے راہِ سنّت کے متعلق یہ لفظ لکھے تھے کہ وہ ''ہر ایک عامی و خاصی کے لیے مفید ہے''۔ (راہِ سنّت صفحہ ح)۔

اسی طرح مقرظ سوم شیخ التفسیر دیو بند مولوی شمس الحق افغانی نے یہ لکھا تھا کہ ''عوام و خواص دونوں کے لیے بے حد نافع ہے''۔ (راہِ سنّت صفحہ ح)

ہم نے مصباحِ سنّت میں اس پر یہ رقم کیا تھا کہ یہ: دیو بندی گکھڑوی اصول کے مطابق کفر بواح اور شرک اکبر ہے کیونکہ نفع ونقصان دینا اور مفید و نافع ہونا ان کے ہاں محض اللہ کی شان ہے جسے غیر خدا سے نسبت دینا جائز نہیں یا پھر ان کی کتاب غیر خدا کے زمرہ میں ہونے سے

باہر ہوگی؟ کچھ تو بولیں اھ (مصباح سنت جلد اصفحہ ۶۰، ۶۲)

اس سوال سے بھی ہمارا مقصود ان سے شانِ نبوت وولایت سے متعلق دستاویزی کلمات کا لکھوانا تھا جسے حسب عادت گالیاں سنانے کے ساتھ کافی حد تک انہوں نے تسلیم کر کے لکھ دیا ہے۔ کہتے ہیں:

''مفتی صاحب موصوف کی حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدا خوفی کو خیر باد کہہ چکے ہیں اس لیے ہم قارئین کے سامنے...... نظریہ نافع اور ضار...... اپنی عبارت سے ہی واضح کرتے ہیں تا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ...... مفتی صاحب موصوف **فـی ایّ وادیھیم** ''۔ (اس کے بعد اپنی کتاب گلدستہ توحید صفحہ ۱۱۱ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ) غیر اللہ کو مافوق الاسباب طریقہ پر حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر مصیبت کے وقت پکارنا شرک ہے اور یہی مشرکین عرب کا شرک تھا۔ یہ یاد رہے کہ پیاس کے وقت اپنے نوکر کو پانی کے لیے پکارنا بیماری میں علاج کے لیے حکیم اور ڈاکٹر کو بلانا کسی اور ایسی ہی تکلیف اور مصیبت میں کسی دوست عزیز اور رشتہ دار یا عام انسان کی توجہ اپنی طرف منعطف کرنا نہ تو شرک ہے اور نہ ہی اس سے ڈاکٹر یا حکیم وغیرہ کو الٰہ بنانا لازم آتا ہے کیونکہ یہ سب کچھ سلسلہ اسباب کے تحت ہیں'' ...... اس نظریہ کی روشنی میں...... راہِ سنّت کو جو مفید کہا ہے تو وہ مافوق الاسباب درجہ میں نہیں...... اس لیے مفتی صاحب موصوف کا اعتراض نری جہالت یا عوام الناس کو دھوکہ دینے کی مذموم کوشش ہے'' اھ [ایضاح سنت جلد اصفحہ ۷۸، ۷۹]۔

اقولُ:۔ گکھڑوی صاحب نے اپنی ''راہ'' کو بچانے کے لیے سب کچھ مان لیا ہے صرف ایک دعویٰ مزید کیا ہے اور وہ ہے آیات واحادیث کو درجہ مافوق الاسباب سے خاص اور مقید کرنا جس کا اثبات ان کے ذمہ ہے۔ اسے ثابت کر دیں ٹھیک ورنہ اس کا واضح مطلب یہ ہوگا کہ وہ اپنے لفظوں میں نرے جاہل ہیں جو عوام الناس کو دھوکہ دینے کی مذموم کوشش ہی نہیں کر رہے بلکہ خدا خوفی کو خیر باد بھی کہہ چکے ہیں اور نہ معلوم **فی ای قعر قد سقط**۔ بہر حال اتنا تو وہ ابھی سے مان چکے ہیں کہ غیر اللہ کو ماتحت الاسباب طریق پر حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر مصیبت کے وقت

پکارنا شرک نہیں بلکہ اس معنیٰ میں نوکر، حکیم، ڈاکٹر، دوست، عزیز، رشتہ دار بلکہ عام انسان بھی واقع میں حاجت روا اور مشکل کشا ہیں بلکہ اپنے ہاتھوں کی گھڑی ہوئی کتابیں بھی یہ مقام رکھتی ہیں۔

واضح رہے کہ مافوق الاسباب میں اسباب سے مراد عادیہ ہیں یا غیر عادیہ یا دونوں؟ اس کی وضاحت بھی مع الدلائل گکھڑوی صاحب کے ذمہ ابھی باقی ہے۔

نیز یہ بھی مخفی نہ رہے کہ گکھڑوی صاحب کی محولہ بالا کتاب ''گلدستہ توحید'' ان کے پٹے ہوئے مہروں میں سے ہے۔ حضرت جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والاصول شیر اہل سنت، شیخ العلماء مناظر اعظم حضرت قبلہ مولانا علاّمہ محمد اشرف صاحب سیالوی مدّ اللہ ظلہ العالی اپنی ضخیم اور لاجواب کتاب ''گلشن توحید و رسالت'' کی شکل میں اس کا مسکت و محقق جواب دے کر اس کی خوب درگت بنا چکے ہیں ______

جواب ندارد:۔

اس مقام پر ہم نے گکھڑوی صاحب کے مدرسہ دیوبند کے صدر مفتی صاحب کے بارے میں لکھا تھا کہ :۔علاوہ ازیں انہوں نے اپنے اس خطبہ میں رسول اللہ ﷺ کو ''رسولہ الکریم'' کہہ کر حسب ضابطۂ خود ایک اور شرک کا ارتکاب کیا ہے کیونکہ قرآن وحدیث میں یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے وارد ہوا ہے حیث قال تعالیٰ ''یایھا الانسان ما غرک بربک الکریم ''۔اگر وہ کہیں کہ یہ لفظ مخلوق خصوصاً حضور سید الخلق ﷺ کے لیے بھی قرآن وسنت میں وارد ہیں؟ تو اوّلاً وہ ان آیات و احادیث کی نشاندہی کریں۔ ثانیاً پھر اس کی بھی وضاحت کریں کہ جب ان کے طور پر کلیہ شرعیہ یہ ہے کہ جو لفظ اللہ کے لیے وارد ہو مخلوق کے لیے اسے بولنا شرک وکفر ہے تو ان کے اس کلیہ کا کیا بنے گا؟'' اھ ملاحظہ ہو۔ [مصباح سنت جلد ا صفحہ ۶۰، ۶۱]

مگر گکھڑوی صاحب کی جانب سے اس کا جواب دینا تو کجا، اسے چھوا تک نہیں گیا جو ان کی ایک بار پھر شکست فاش کی دلیل ہے۔

بحث تصدیق نمبر۳ از شیخ التفسیر دیوبند کا محاسبہ:۔

ایضاً جواب ندارد:۔ ''تصدیق نمبر۳ از شیخ التفسیر دیوبند کا محاسبہ'' کے زیر عنوان ہم نے آغاز کلام میں گکھڑوی صاحب پر جو اعتراض کیا تھا ان کی طرف سے اس کا بھی کوئی جواب نہیں دیا

گیا اور وہ ان کے تیسرے مقرظ کے نام "شمس الحق" وغیرہ کے حوالہ سے تھا کہ انہیں قرآن وسنت اور صحابہ کرام سے ثابت کیا جائے جو تا حال ان کا منہ تک رہا اور ان کی شکست فاش کی علامت بنا ہوا ہے۔ مکمل عبارت حسب ذیل ہے:-

کتاب کے تیسرے مقرظ بھی گکھڑوی صاحب کے اہم بزرگوں میں سے ہیں جن کا نام انہوں نے یوں لکھا ہے: حضرت مولٰنا شمس الحق صاحب افغانی دامت برکاتہم سابق وزیر معارف شرعیہ ریاست ہائے متحدہ بلوچستان، شیخ التفسیر دار العلوم دیوبند و شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل" اھ۔ ملاحظہ ہو۔ [راہِ سنّت صفحہ ح]

اقولُ:- موصوف کے القاب وآداب کے حوالہ سے یہاں پر بھی گکھڑوی صاحب سے وہی سوالات ہیں جو تصدیق نمبر ا نمبر ۲ پر کلام کے ضمن میں گزرے ہیں ورنہ کیا صحابۂ کرام، رسول کریم ﷺ کے نامِ نامی اسم گرامی کے ساتھ "دامت برکاتہم" کے لفظ استعمال کرتے تھے؟ حسب ضابطۂ خود اس کا صریح ثبوت پیش کیا جائے اھ۔ ملاحظہ ہو [مصباح سنت جلد ا صفحہ ۶۱] ______

ایضاً جواب ندارد:-

"ترک تسمیہ وحمد وصلٰوۃ" کے زیرعنوان ان پر ہمارا مزید ایک اور سؤال بھی تھا جسے چھوا تک نہیں گیا۔ پوری عبارت یہ ہے:-

"افغانی صاحب موصوف نے سرے سے نہ تو تسمیہ لکھی ہے اور نہ ہی حمد وصلٰوۃ تا کہ اس بحث کی سرے سے نوبت ہی نہ آنے پائے کہ اس کی کنڈیشن کیا ہے سنت یا بدعت؟ (وغیرہ)۔ گکھڑوی صاحب نے بھی اپنی کتاب کا یہی حال لکھا ہے، نا معلوم انہوں نے افغانی صاحب موصوف کا پس خوردہ کھایا تھا یا افغانی صاحب پر ان کی اس رنگ کی اس پہلی کتاب کا رنگ چڑھ گیا ہے اھ"۔ ملاحظہ ہو [مصباح سنت جلد ا صفحہ ۶۱، ۶۲]

"گکھڑوی صاحب کی بدفہمی" بجواب "مفتی صاحب کی ناسمجھی"

اس مقام پر "تسلیم صداقت اہل سنت" کے زیرعنوان مصباحِ سنّت میں ہم نے لکھا تھا کہ: افغانی صاحب موصوف نے اپنی اس تقریظ میں کتاب اور اس کے مندرجات خصوصیت کے

ساتھ اس میں بیان کیے گئے کلیہ بدعت کو بھی سراہا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ بہ ہیئت کذائیہ قیام مدارس دینیہ' سالانہ امتحان نصاب تعلیم اور اشغال صوفیہ کے جائز اور درست ہونے کی تصریح کر گئے ہیں جس سے یا تو انہوں نے گکھڑوی اصول کی نفی کر کے اصول اہل سنت کا حق ہونا تسلیم کر لیا ہے یا پھر اپنے بدعتی ہونے پر صاد کر دیا ہے۔اھ ملاحظہ ہو [مصباحِ سنّت جلد اصفحہ ۶۲]

اس کے جواب میں گکھڑوی صاحب کی جانب سے ''مفتی صاحب کی نا سمجھی'' کا عنوان دے کر لکھا ہے کہ'' قارئین کرام سے گزارش ہے کہ غور فرمائیں کہ حضرت افغانی تو واضح الفاظ میں راہِ سنّت میں بدعت شرعیہ کے حدود کو متعین کرنے کی تاکید کر رہے ہیں اور مفتی صاحب موصوف اس کو گکھڑوی صاحب کی مخالفت اور اپنی حمایت سمجھ رہے ہیں ۔ بریں عقل و دانش بباید گریست'' اھ ملاحظہ ہو۔[ایضاح سنت جلد اصفحہ ۷۹'۸۰]

اقول:- قارئین کرام! ہم نے اس سے انکار نہیں کیا کہ افغانی صاحب چلے تو تھے راہِ سنّت کی تعریف اور حمایت میں۔ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ خدا کے کرنے سے ان کے قلم سے راہِ سنّت کی بیخ کنی ہو گئی اور اہل سنّت کی تائید کیونکہ واضح بات ہے کہ راہِ سنّت لکھی ہی گئی ہے غیر منقول' عدم فعل اور بہ ہیئت کذائیہ کسی امر غیر ثابت کو بدعت شرعیہ قرار دینے کے بارے میں لیکن افغانی صاحب اس کے برعکس ان غیر منقول امور کو جائز اور درست لکھ گئے ہیں۔انہوں نے اپنی اس تقریظ میں بہ ہیئت کذائیہ مدارس کے قیام' ان میں سالانہ امتحانات' نصاب تعلیم اور اشغال صوفیاء کو درست مانا ہے جب کہ ان چیزوں کا گکھڑوی صاحب کے حسب اصول ثابت نہ ہونا ایک ناقابل تردید حقیقت ہے لہٰذا افغانی صاحب ان کو جائز لکھ کر یقیناً راہِ سنّت کی نفی اور اہل سنت کی تائید کر بیٹھے ہیں۔مگر گکھڑوی صاحب اتنی سیدھی سی بات کو بھی نہیں سمجھ پائے ہیں جو ان کی بد فہمی ہے۔سچ ہے ع

خدا جب عقل لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے

پس ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

ایضاً جواب ندارد:-

انما الاعمال بالخواتیم کے پیش نظر ہر چیز کا اعتبار اس کے انجام سے ہوتا ہے۔ ''التنقیدات علی التصدیقات'' کا آخری عنوان ہم نے لکھ کر گکھڑوی صاحب سے جو بات پوچھی تھی اس کا بھی جواب تو کجا انہوں نے اس کی جانب ہلکا سا اشارہ بھی نہیں کیا جس کا صاف صاف مطلب یہ ہوا کہ گکھڑوی انجام بفضلہٖ تعالیٰ ان کی شکست ہی ہے۔

چنانچہ ''لطیفہ بابت علمیہ گکھڑوی صاحب'' کے زیرِعنوان مصباحِ سنّت میں ہم نے لکھا تھا کہ :

> ''اوراب آخر میں یہ لطیفہ کہ گکھڑوی صاحب نے اپنے ان علماء میں سے اوّل الذکر دو حضرات کے تصدیقی کلمات پر ''تصدیقات'' کا عنوان (بصیغۂ جمع) قائم کیا ہے اور آخرالذکر کو الگ کر کے ان کے تصدیقی کلمات کو تقریظ کے عنوان سے معنون کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (راہِ سنّت صفحہ ب،ج) جو ان کی کمال علمیت پر دالّ ہے۔ ع
>
> جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے۔

(تمت التنقیدات علی التصدیقات بفضل اللہ تعالیٰ وکرم رسولہ علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات)

اھ ملاحظہ ہو [مصباحِ سنّت جلد اصفحہ ۶۲، ۶۳]

فقط والحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ الامین ﷺ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ و تبعہ وعلینا منھم اجمعین الیٰ یوم الدین ۔

بحث ''مندرجات ٹائیٹل پیج کا محاسبہ'':-

جواب ندارد:- راہِ سنّت کے ٹائیٹل پیج کے مندرجات پر مصباح سنت میں پہلا اعتراض یہ کیا گیا تھا کہ اس پر سورۂ حشر کی آیت نمبر ۷ کا ایک ٹکڑا پھر حدیث **مَنْ اَحْدَثَ فی امرنا ھذا** الخ مع اردو ترجمہ اس کے بعد سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۴۸ کا ایک ٹکڑا درج ہے جو ''گکھڑوی صاحب کے طور پر بالکل وہی بدعت ہے جس کی شدید مذمت شریعتِ مطہرہ میں وارد ہوئی ہے

ورنہ وہ بتائیں کہ ''اس ہیئت ترکیبیہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ یا آپ کے صحابۂ کرام میں سے کس نے کب اور کہاں اور کس کتاب میں اس طرز پر یہ قرآنی الفاظ اور حدیث درج فرمائی تھی۔ دلیل پیش کرتے وقت بعینہٖ صریحی ثبوت والا اپنا ضابطہ ملحوظ رہے''۔

اور اس میں ضمنی طور پر یہ بھی ہم نے لکھا تھا کہ چنانچہ تعوذ تسمیہ اور الفاظِ حمد سے آغاز کیے بغیر سب سے پہلے اٹھائیسویں پارہ کی ایک آیت کے یہ الفاظ مع ترجمہ اُس کے بعد ایک حدیث کے یہ لفظ مع ترجمہ پھر چھٹے پارہ کی ایک آیت کے یہ الفاظ مع ترجمہ درج کیے ہیں الخ ملخصاً ملاحظہ ہو۔ [مصباح سنت جلد ا صفحہ ۶۳، ۶۴]

گکھڑوی صاحب کی طرف سے اس کا کوئی جواب دینا تو کجا اس کی جانب کوئی ہلکا سا اشارہ بھی نہیں کیا گیا البتہ ہمارے ضمنی الفاظ ''تعوذ تسمیہ اور الفاظ حمد سے آغاز کیے بغیر'' الخ کو مستقل بحث قرار دے کر اور ہماری عبارت کو بدل کر محض خانہ پُری اور دفع وقتی کی غرض سے خواہ مخواہ بحث چھیڑ دی گئی ہے۔ چنانچہ ہمارے ان الفاظ کو یوں بگاڑا گیا ''مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ گکھڑوی صاحب نے ٹائیٹل پیج پر آیت کے آغاز میں تعوذ اور تسمیہ نہیں لکھا''۔ ملاحظہ ہو [ایضاح سنّت جلد ا صفحہ ۸۰] ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم۔

پھر اس کا جو جواب لکھا ہے وہ بھی سبحان اللہ بس انہی کا حصہ ہے۔ فرماتے ہیں: ''اس کے متعلق بحث ہم پہلے کر چکے ہیں''۔ ملاحظہ ہو (ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۸۰) جب کہ پہلے بھی ان کی کوئی کام کی بحث نہیں کی ہم بھی اس کی تفصیل کر چکے ہیں اسے ادھر ملاحظہ فرمائیں۔ مزید لکھا ہے کہ اسی آیت کے شروع میں خود مفتی صاحب نے بھی تعوذ تسمیہ نہیں لکھا اور اس جرم میں تو وہ خود بھی شریک ہیں (ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۸۰) جو صحیح نہیں کیونکہ ہم نے وہ آیت خطبہ کے ضمن میں نقل کی ہے جب کہ خطبہ میں قال اللہ تعالیٰ کے بعد تعوذ تسمیہ کا مطلب یہ بھی نکلتا ہے کہ اس مقام پر یہ تعوذ تسمیہ بھی قول خدا ہیں۔ جو محل نظر ہے کما فی ردالمحتار المجلد الاوّل وغیرہ علاوہ ازیں خطبہ کے شروع میں تسمیہ موجود ہے (مصباح سنت جلد ا صفحہ ۲۳)۔ اس سے قطع نظر ہمارا بنیادی منشاء و مقصود اس سؤال سے محض گکھڑوی صاحب کے اصولوں پر ان سے گفتگو تھی یعنی جو کام ان کے حسب اصول بدعت بنتا ہے انہوں نے اس کا ارتکاب کیا ہے جس کے بعد ان پر ضروری تھا کہ یا تو وہ اپنا اصول

بدلتے یا اپنے اس جرم سے تائب ہوتے جب کہ ان میں سے انہوں نے کچھ بھی نہیں کیا پس ہمارا سؤال تا حال باقی اور وہ تا حال اس کے جواب سے عاجز و ناکام ہیں جو ان کی ایک بار پھر شکست فاش ہے یعنی جب ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو لگے ہماری تحریر کو دلیل بنانے۔ جس سے ان کی حالتِ زار واضح ہوتی ہے اور یہ بھی انہیں کچھ مفید یا ہمیں کچھ مضر نہیں۔ کیونکہ ہمارے اور ان کے اصول ایک نہیں۔ ہم تو عموم واطلاق سے استدلال کے قائل ہیں اور وہ اس کے منکر ہیں فانی ھو من ھذا؟

لہٰذا آخر بحث میں لاعلمی کے اس مظاہرہ کے باوجود ہمارے اس سؤال کو ''جہالت کے آئینہ دار'' کہنا خود ان کے جہل مرکب یا تجاہل عارفانہ کا مظہر ہے۔

ضمنی بحث صلوٰۃ وسلام عند الاذان:-

دو آیتوں کے درمیان حدیث کو ملا کر لکھ دینے کے حوالہ سے ہم نے گکھڑوی صاحب پر ایک سؤال مزید کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:-

پھر کتنے ظلم کی بات ہے کہ اہل سنت و جماعت عند الاذان صلوٰۃ وسلام محض شرعی گنجائش کی بناء پر پڑھیں تو یہ کہہ کر ان پر جوتیں کی جائیں کہ چونکہ بعینہ اس طرح سے پڑھنا صریحاً ثابت نہیں۔ نیز اذان وغیر اذان کو ملا دینے سے غیر اذان کے اذان کا جزء ہونے کا انہیں خطرہ ہونے لگتا ہے اس لیے اسے ترک کر دینا چاہیے مگر یہاں انہوں نے قرآن وغیر قرآن کو ملا کر لکھ دیا ہے جس سے نہ تو انہیں صریحاً ثبوت والا اپنا مطالبہ یاد رہا اور نہ ہی انہیں جزئیت والا کوئی خطرہ لاحق ہوا۔ اھ ملاحظہ ہو [مصباح سنت جلد ۱ صفحہ ۶۴]

اس کا صحیح جواب تو یہ تھا کہ گکھڑوی صاحب اپنا یہ عمل کسی حدیث میں لکھا دکھا دیتے لیکن یہ ان کے لیے ناممکن تھا اور دوسری صورت یہ تھی کہ وہ اپنا من گھڑت اصول بدل دیتے یا کم از کم اپنے اس کیے پر نادم ہو کر اس سے تائب ہو جاتے مگر یہ ان کے مقدر میں نہ تھا اس لیے اپنی خاص زبان استعمال کرتے ہوئے اس کے جواب میں یوں گویا ہوئے:-

''اگر مفتی صاحب موصوف اپنی آنکھوں سے تعصب کی پٹی اتار کر دیکھیں تو ان کو نظر آئے گا کہ پہلی آیت کے بعد (قرآن) حکیم) اور پھر حدیث ذکر کرنے کے بعد

(متفق علیہ)اور پھر دوسری آیت کے بعد (قرآن کریم) اگر اس سے بھی مفتی صاحب موصوف کو قرآن وغیرہ میں فرق نظر نہیں آتا تو اس کا علاج کسی کے پاس نہیں''اھ۔ [الیضاح سنت جلد اصفحہ ۸۱]

اقول:۔اوّلاً یہ اقرار ہے کہ واقعی انہوں نے قرآن وغیر قرآن کو ملا کر لکھا ہے البتہ وہ کہتے ہیں کہ درمیان میں فلاں فلاں لفظ کے لکھ دینے سے قرآن وغیر قرآن میں فرق ہو گیا ہے جو ہمیں آنکھوں پر تعصب کی پٹی کے ہونے کے باعث نظر نہیں آ رہا؟ تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ اہل سنت بھی تو صلوٰۃ وسلام اور اذان کے درمیان کسی نہ کسی طرح فرق ضرور کرتے ہیں مثلاً طرز کا مختلف ہونا' درمیان میں تھوڑا سا وقفہ ہونا بلکہ بعض اوقات صلوٰۃ کا آواز بلند نہ پڑھنا وغیرہ۔ تو اسوقت آپ کو یہ فروق نظر کیوں نہیں آتے کیا کہا جائے کہ آپ کی آنکھوں پر تعصب کے پردے پڑے ہوتے ہیں۔اس سے قطع نظر جس طریقہ کو آپ نے درمیان میں فرق قرار دیا ہے' خود اس طریقہ کا سنت سے کیا ثبوت ہے جب کہ صحیح حدیث میں قرآن اور غیر قرآن کو ملا کر لکھنے کی ممانعت بھی وارد ہے'' **لا تکتبوا عنّی سوای القرآن** ''جو آپ کے حسب اصول آپ کے اس طریقہ کے بدعت ہونے پر اٹل ہے۔اس کے باوجود بھی اگر آپ اپنے اس خود ساختہ کو مسنون اور غیر بدعت کہنے پر بضد رہیں تو اس کا علاج ہمارے پاس تو کجا شاید حضرت لقمان حکیم کے پاس بھی نہ ہو۔

قولہٗ:۔(اس کے بعد لکھا ہے):۔ باقی رہا اذان سے قبل یا بعد مروجہ طریقہ سے صلوٰۃ وسلام لکھا ہے تو اس کی ممانعت کی وجہ صرف اذان وغیر اذان کا ملانا ہی نہیں بلکہ اس کا بدعت ہونا بھی ہے جو آٹھویں صدی ہجری کی ایجاد ہے اھ [الیضاح سنت جلد اصفحہ ۸۱]۔

اقول:۔بہت خوب ممانعت کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اللہ یا اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا۔ تو جی بسم اللہ پیش کریں ایسی کوئی صریح آیت یا صحیح صریح مرفوع حدیث جس میں اذان سے پہلے یا بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے سے منع فرمایا گیا ہو۔نیز یہ بھی کہ قرآن غیر قرآن کو ملا کر لکھنا اس ممانعت سے مستثنیٰ ہے۔

رہا آپ کا صلوٰۃ وسلام عندالاذان کو آٹھویں صدی ہجری کی ایجاد کہہ کر اسے بدعت

قرار دینا؟ تو یہ آپ کا دعویٰ فعل عدم ہے پس اس کا کیا ثبوت ہے کہ اس سے قبل نہ تھا۔ فرمایئے یہ کس کتاب کے کس جلد میں کس صفحہ پر کس کا قول ہے؟ نیز صلٰوۃ وسلام نہیں تھا یا اس کی ہیئت کذائیہ نہ تھی؟ بصورت اوّل آیت صلٰوۃ وسلام کے الفاظ (یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما) کیا آٹھویں صدی کے بعد اترے تھے؟ نیز صلٰوۃ وسلام کے بلا پابندی وقت و الفاظ بکثرت پڑھنے کے حکموں پر مشتمل احادیث بھی ہیں وہ بھی آٹھویں صدی کے بعد معرض وجود میں آئی تھیں؟ نیز ترویج اشاعت اور ایجاد واختراع مترادف ہیں یا متبائن؟

اس سے قطع نظر اگر بدعت مقید بالزمان ہے تو صلٰوۃ وسلام کے متعلق تو آپ نے اتنا تو مان لیا ہے کہ بہ ہیئت کذائیہ اسے جاری ہوئے صدیاں بیت گئیں ہیں پس ماضی قریب میں رائج ہونے والی آپ کی یہ کتاب راہِ سنّت نیز آپ کا زیر بحث عمل تو یقیناً بدعت ہوا پھر آپ اس کے نہ ماننے پر کیوں مصر ہیں؟

اگر آپ داعیہ اور محرک والی بات کریں تو اتنا مزید بتادیں کہ نماز عیدین کے بعد امام اور مقتدیوں کا ہاتھ اٹھا کر اجتماعی صورت میں اور مل کر دعا کرنا جیسا کہ آپ لوگوں کا بھی معمول ہے اور اس کے جواز اور مسنون ہونے پر بضد بھی ہیں تو یہ کس صدی میں شروع ہوا۔ قرون ثلثہ اولیٰ میں تھا تو اس کا ثبوت؟ بعد میں ہوا تو یہ آپ کے بدعت والے فتوے سے کیوں کر محفوظ؟

ع جلا کر راکھ نہ کر دوں داغ نام نہیں

متفرق آیات والے ختم شریف کا حل:-

اس مقام پر ہم نے بھی یہ لکھا تھا کہ :-

''اسی طرح بعض اہلِ سنّت وجماعت کے ہاں محض شرعی گنجائش کی بناء پر وفات یافتہ مسلمانوں کے ایصالِ ثواب کے لیے متفرق آیات رحمت کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کے حلقہ سے یہ آواز اٹھنی لگتی ہے کہ یہ لوگ قرآن کو کاٹ کاٹ کر پڑھتے ہیں لیکن اس مقام پر خود انہوں نے نہ صرف یہ کہ دو مختلف پاروں اور مختلف سورتوں کی دو آیتوں کے ایک ہی سانس میں دو ٹکڑے پیش کیے ہیں بلکہ ان کی ترتیب بھی برقرار نہیں رکھی۔ چنانچہ پہلا ٹکڑا انہوں نے اٹھائیسویں پارہ کی سورۃ الحشر سے اور اس

کے بعد دوسرا ٹکڑا چھٹے پارہ کی سورہ المائدہ سے لے کر یک جا کر دیا اور کاٹ کاٹ کر پڑھنے کے لاگو کردہ اپنے حکم کو یکسر بھول گئے جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ اہلِ سنّت جو کریں وہ ان کے نزدیک بدعت سیئہ ہے اگرچہ قرآن و سنت سے بھی ثابت کیوں نہ ہو اور جو کچھ وہ خود کرتے جائیں وہ سنت ہی ہے اگرچہ وہ خود بھی اسے بدعت قرار دے چکے ہوں۔ تف ہے اس بھونڈی تقسیم پر۔ ؎

ہم آہ کر بیٹھیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

ملاحظہ ہو [مصباح سنت جلد ۱ صفحہ ۶۴]

اس کے جواب میں گکھڑوی صاحب کی جانب سے اس کے جواز کو اصولی طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔ جو مصباح سنت کی واضح فتح اور راہِ سنت کی کھلی شکست ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:-

''اسی طرح وفات یافتہ مسلمانوں کے لیے متفرق آیات رحمت کی تلاوت علی الاطلاق ممنوع نہیں بلکہ اپنی جانب سے دنوں کی تعیین کر کے اور پھر ان ہی آیات کو ایصال ثواب کا حصہ متعین کر لینے کی وجہ سے اس عمل کو بدعت کہا جاتا ہے'' اھ [ایضاح سنت جلد ۱ صفحہ ۸۱]

اقول:- امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے فتاویٰ اور رسائل (جیسے الحجۃ الفائحہ وغیرہ) میں بیسیوں برس قبل واضح فرما چکے ہیں کہ ہم یہ تعینات محض سہولت کی غرض سے کرتے ہیں اور اس کے تعیین عرفی ہونے کے قائل ہیں۔ یہ تعیین شرعی نہیں کہ اس سے قبل یا بعد اسی طرح ان آیات کے بغیر ایصالِ ثواب ناجائز ہو تو گکھڑوی صاحب نے اصولی طور پر متفرق آیات رحمت والے طریقہ ختم شریف کے جواز کو تسلیم کر لیا ہے جب کہ ہمارے کسی ذمہ دار عالم دین سے ان تعینات کے عرفیہ کی بجائے شرعیہ سمجھنے کا ثبوت بھی وہ نہیں دے سکے اور نہ ہی دے سکتے ہیں۔ نیز اس سے ان کی داعیہ اور محرک والی قید بھی خود بخود بقلم خود اڑ گئی کہ ان کے بقول متفرق آیات سے ختم شریف پڑھنا قرون ثلثہ میں سے کسی سے منقول نہیں جب کہ داعیہ اور محرک بھی موجود تھا کہ اس دور میں بھی وفاتیں ہوئیں مگر اس کے باوجود انہوں نے اسے جائز بھی مان لیا ہے کیونکہ انہوں

نے یہاں متفرق آیات کے پڑھنے کے بدعت ہونے کی وجہ تعیین ایام کو نیز تعیین لایصال الثواب کو بنایا ہے نہ کہ داعیہ اور محرک کو۔ بہر حال اس حوالہ سے بھی ہمارا سوال ان پر تا حال قائم ہے جس کا جواب تا حال ان کے ذمہ ہمارا واجب الادا قرض جس کی ادائیگی ان پر فرض ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بعض تحریرات میں متفرق آیات کے (بغرض ایصالِ ثواب) جواز کا قول فرمایا ہے اس کی اور دیگر متعلقات کی تفصیل مع مالہ وماعلیہ۔ اپنے مقام پر آئے گی **فلیلاحظ ذلک هناک ــــــ والحمد لله علیٰ ذلک۔**

بحث "درج کردہ آیت حشر سے استدلال کا حشر":۔

راہِ سنّت کے ٹائیٹل پیج پر گکھڑوی صاحب نے سورہ حشر کی آیات نمبر ۷ کا یہ ٹکڑا درج کیا **وما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا** پھر اس کا اردو ترجمہ یہ کیا "اور جو چیز تم کو رسول دے اس کو لے لو اور جس چیز سے منع کرے اس سے باز آ جاؤ"۔ (راہِ سنّت ٹائیٹل پیج اندرونی)۔

ہم نے مصباح سنت میں اس پر لکھا تھا کہ آیت کے ان الفاظ کو راہِ سنّت کے موضوع سے جو اہل سنت کو بدعتی ثابت کرنا ہے کچھ مطابقت نہیں بلکہ یہ بے محل اور بے جوڑ ہے کیونکہ بنیادی طور پر اس کا تعلق مال غنیمت کی تقسیم سے ہے جیسا کہ اس کے ابتدائی الفاظ "**ما افاء الله علیٰ رسوله**" سے بھی ظاہر ہے نیز گکھڑوی صاحب نے اپنی بعض دیگر تالیفات میں آیت یا حدیث کو اس کے سیاق وسباق میں بند رکھنے کی باتیں کی ہیں۔ رہا آیت میں لفظ ما کا عموم؟ تو وہ بھی کسی طرح ان کے لیے مفید مدعا نہیں بلکہ ان کے خلاف بھی ہے پھر اس میں اس کی مع الدلائل تفصیل ہے۔ ملاحظہ ہو۔ [مصباح سنت' صفحہ ۶۵ تا ۶۹]

اس کے جواب میں انہوں نے جو گوہر افشانیاں اور گل پاشیاں کی ہیں ان کو ٹھکانے لگانے کی خدمات حسب ذیل ہیں:۔

عموم واطلاق نصوص کی حیثیت کا اقرار از گکھڑوی صاحب:۔

ہم نے متعدد مقامات پر واضح کیا ہے کہ مصباح سنت میں گکھڑوی صاحب پر کیے گئے

اعتراضات سے ہمارے کچھ اہداف ہیں جو من وعن پورے ہورہے ہیں اور گکھڑوی صاحب خود کو پورے برصغیر میں اگر چہ بہت چست اور ہوشیار تصور کرتے ہیں مگر وہ مصباح سنت کے سوالات کی طغیانی میں ایسے پھنسے ہیں کہ ان کو یہ ہوش نہیں رہا کہ وہ جوابی کاروائی کس کے خلاف کررہے ہیں ان کی یہی کیفیت پیش نظرِ مقام پر ہے۔ چنانچہ اس آیت کے حوالہ سے ہم ان سے یہ منوانا چاہتے تھے کہ اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے خصوص سبب کا نہیں نیز یہ کہ عموم واطلاق نصوص حجت ہے جس میں از خود تخصیص وتقیید جائز نہیں جس سے مقصود آیات علم غیب وغیرہ میں الفاظ عموم واطلاق کی طرف انہیں لے جانا تھا۔ بفضلہٖ تعالیٰ گکھڑوی صاحب کی جانب سے اس سبب کو نہ صرف یہ کہ مان لیا گیا ہے بلکہ دلائل کی رو سے اسی کو ہی صحیح قرار دے دیا گیا ہے۔ سنیے اور ان کے کمال فہم کی داد دیجیے اور قدرت کا نظارہ کیجیے۔ فرماتے ہیں:

"مفتی صاحب موصوف کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ اگر چہ یہ آیت غنیمت کی تقسیم سے متعلق ہے مگر حضرات صحابہ کرام واکابرین امت نے اس کو صرف اسی کے ساتھ مختص نہیں رکھا بلکہ ما کے عموم کے پیش نظر اس کو حضور ﷺ کی ہر معاملہ میں اتباع پر محمول کیا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ انہوں نے مسئلہ بیان کیا کہ جو عورتیں اپنے بدن کو گودوا کر رنگ بھرتی ہیں اور چہروں کے بال چنتی ہیں اور جو اپنے دانتوں میں مصنوعی حسن پیدا کرنے کے لیے جھریاں بناتی ہیں ان پر اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے تو ایک عورت نے ان سے کہا کہ میں نے سارا قرآن پڑھا ہے مجھے تو قرآن کریم میں یہ نہیں ملا۔ تو حضرت ابن مسعود نے فرمایا: **لئن قرآتیہ لقد وجدتیہ اما قرأت وما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا! قالت بلیٰ قال فانہ قدنھی عنہ** (بخاری جلد۲ صفحہ۷۲۵ مسلم جلد۲ صفحہ۲۰۵) اگر تو غور سے اس کو پڑھتی تو اس مسئلہ کو ضرور قرآن کریم میں پالیتی۔ کیا تو نے یہ نہیں پڑھا اور جو چیز تمہیں رسول اللہ ﷺ دیں تو اس کو لے لو اور جس سے روکیں اس سے باز رہو۔ وہ عورت کہنے لگی ہاں یہ تو میں نے پڑھا ہے تو حضرت ابن مسعود نے فرمایا بے شک آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ مفتی صاحب غور کریں کہ حضرت

ابن مسعود جیسی شخصیت جو تمام صحابہ کرام میں تفسیر قرآن میں اور فقہی اجتہاد میں اوّل درجہ کے صحابہ میں سے ہیں انہوں نے اس آیت کو صرف غنیمت کے مال کی تقسیم کے ساتھ مختص قرار نہیں دیا۔ اگر مفتی صاحب موصوف کو کسی اور پر اعتبار نہیں تو جب انہوں نے اپنے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ سے اس آیت کا ترجمہ نقل کیا تھا تو ذرا اپنے صدرالافاضل مراد آبادی کے تفسیری حاشیہ کو بھی دیکھ لیتے کہ وہ کیا کہتے ہیں چنانچہ انہوں نے لکھا ہے یا یہ معنی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں جو حکم دیں اس کا اتباع کرو کیونکہ نبی کریم ﷺ کی اطاعت ہر امر میں واجب ہے (تفسیر بر حاشیہ ترجمہ اعلیٰ حضرت صفحہ ۸۷۲)۔ مفتی صاحب کے صدرالافاضل کی اس عبارت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آیت کا معنیٰ صرف غنیمت کے مال کی تقسیم کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ اس سے احکام بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ اھ بلفظہ۔ [ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۸۱ تا ۸۳]

اقول:۔ یعنی صحیح العقیدہ سنی حنفی بریلوی موقف کے ساتھ آپ بالکلیہ اور سوفی صد متفق ہو گئے ہیں۔ شاباش۔ مناظر ہوں تو تم جیسے ہوں۔ پھر اس قدر شکست و ریخت نیز ہاتھ پاؤں کٹوا بیٹھنے کے باوجود الٹا ہمیں لکھتے ہیں کہ ''جب بات واضح ہے تو مفتی صاحب موصوف کا اعتراض نری جہالت ہے''۔ ملاحظہ ہو (ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۸۳)۔ پس یہ ان کی پرلے درجے کی حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟

تخصیص وتقیید کے لیے دلیل درکار ہے:۔

اسی طرح ہم ان سے یہ بھی منوانا چاہتے تھے کہ نصوص (آیات واحادیث) کے عموم و اطلاق میں تخصیص وتقیید کے لیے علیحدہ دلیل (آیت یا حدیث) درکار ہوتی ہے۔ اس سے مقصود اہل سنت کے وہ معمولات جو عموم واطلاق نصوص سے ثابت ہیں اور وہابیہ دیابنہ خصوصاً جماعت گکھڑویہ ان میں بلاوجہ تخصیص وتقیید کر کے انہیں ناجائز بتاتے ہیں جیسے صلوٰۃ وسلام قبل وبعد اذان جو آیت صلوٰۃ وسلام کے اطلاق سے ثابت ہے (وغیرہ) تو اسے بھی انہوں نے نہایت غیر مبہم طریقہ سے اور صاف صاف تسلیم کر لیا ہے چنانچہ حدیث انما انا قاسم کو ایک محدود معنیٰ میں بند کرنے کی غرض سے ایک طویل بحث میں لکھا ہے: ''قرآنی آیت نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم

مَعِيْشَتَهُمْ اور مسند احمد کی روایت ان اللہ قسم بینکم اخلاقکم پیش کر کے واضح کیا کہ اگر حضرت امیر معاویہ ﷛ کی روایت میں ہر چیز کی تقسیم مراد لی جائے تو یہ مفہوم قرآنی آیت اور مسند احمد کی حدیث کے مخالف ہے'' الخ ملاحظہ ہو [ایضاح سنت جلد اصفحہ ۸۴]

باقی اس مقام پر انہوں نے ''مفتی صاحب موصوف کا ایک اور بہتان'' کا عنوان دے کر جو یہ لکھا ہے کہ انہوں نے تو حدیث انما انا قاسم میں تخصیص علیحدہ آیت اور علیحدہ حدیث کے ذریعے کی ہے جب کہ ہم نے ان کی نسبت سے خود اسی حدیث کے سیاق وسباق کا مخصص ہونا ذکر کیا ہے جو ان کے بقول ہمارا ان پر بہتان ہے؟ تو بر تقدیر تسلیم اس سے انہوں نے مطلب کو مزید پختہ کر دیا ہے کیونکہ علیحدہ آیت یا حدیث کو کسی آیت یا حدیث کا مخصص ومقید ثابت کرنا بہت مشکل امور میں سے ہے اور یہ عموماً مستدل کی تحقیق کا نتیجہ ہوتا ہے جو ظنّی ہوتی ہے اور بعض اوقات غلط بھی نکلتا ہے لیکن تخصیص وتقیید کے الفاظ اگر خود مبحث فیہا آیت میں ہوں تو اس پیچیدگی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا جیسا کہ زیر بحث الفاظ آیت وما اتاکم الرسول کا مال غنیمت کی تقسیم سے متعلق ہونا اس کے ابتدائی حصہ سے ظاہر ہے (وقدمرّ)۔

پس اس واویلا کا بھی انہیں کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اسی طرح یہاں ان کا ہمارے متعلق صریحاً بہتان تراشی، ناسمجھی اور سمجھ سے باہر کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے ''موصوف کی ذہانت وفطانت کا حدود اربعہ معلوم ہو جائے'' لکھا ہے (ایضاح سنت جلد اصفحہ ۸۳ تا ۸۵) یہ قطعاً ان کے اپنے ہی اوصاف ہیں اور الحرب خَدْعَةٌ میں مار کھا کر خود انہوں نے ہی اپنی سمجھ دانی کا بھانڈا چوراہے پر پھوڑا ہے اس کے باوجود خود کو فاتح گردانا اہل عقل کے ہاں سخت نادانی ہے اور ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے'' کا آئینہ دار...... (باقی حدیث انما انا قاسم پر ان کے جملہ اعتراضات کے جوابات ان کی کتاب ''دل کا سرور'' کے رد میں دیکھتے جائیں جو ہمارے قلم سے انشاء اللہ جلد زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آ رہا ہے)

کلمہ عامہ سے ثبوت اور احکام عامہ سے امور خاصہ پر استدلال کی بحث:-

ہم نے راہِ سنت صفحہ ۱۳۵ اور صفحہ ۲۰۶ کی عبارات پیش کر کے لکھا تھا کہ گکھڑوی صاحب امور خاصہ کے لیے عموم واطلاق نصوص سے استدلال کے جواز کے سرے سے قائل ہی نہیں تو وہ

یہاں کس منہ سے مَا کے عموم سے استدلال کرر ہے ہیں؟ (مصباح سنت جلد ا صفحہ ۶۶ '۶۷) تو اس کے جواب میں لکھا ہے کہ کلمہ عامہ سے عموم کا ثبوت اور چیز ہے اور احکام عامہ سے امور خاصہ پر استدلال اور چیز ہے جو نورالانوار اور شرح ملا جامی پڑھنے والے طلبہ بھی جانتے ہیں مگر مفتی صاحب بہکی بہکی باتیں کرتے ہوئے یا تو جان بوجھ کر تلبیس کرر ہے ہیں یا بے چاروں کو اس کا علم ہی نہیں اور جہالت کا مظاہرہ کرر ہے ہیں۔ پھر ان دونوں میں فرق بیان کرتے ہوئے سب کچھ ماننا شروع ہو گئے ہیں جو ہمارا ہدف تھا۔

چنانچہ اپنی کتب خزائن السنن صفحہ ۳۷ ۱ اور احسن الکلام صفحہ ۲۴۴ میں درج کردہ اس فرق کا حوالہ دینے کے بعد فرماتے ہیں:

''اس پر انہوں نے مطلقاً غور نہ کیا کہ ایک چیز مطلق جائز ہے تو قید لگانے سے شاید وہ جائز نہ ہو۔ دیکھئے قرآن کریم کا پڑھنا کارثواب ہے مگر بحالت رکوع وسجود پڑھنا ممنوع ہے (مسلم شریف جلد ا صفحہ ۱۹۱)۔ غیر محرم عورت سے نکاح تو جائز ہے مگر اس صورت میں اس کی بہن خالہ یا پھوپھی یا بھانجی پہلے سے نکاح میں موجود نہ ہو۔ اپنی بیوی کے ساتھ جماع تو جائز ہے مگر بقید حیض حلال نہیں ہے۔ بکری اور گندم وغیرہ تو حلال ہے مگر بقید چوری حرام ہے۔ کہاں تک اس قاعدہ کو لکھا اور بیان کیا جائے۔ الغرض اہل بدعت کی یہی اصولی غلطی ہے کہ وہ احکام عامہ سے امور خاصہ ثابت کرنے کی بے جا سعی کرتے ہیں۔
مفتی صاحب موصوف نے کلمات عامہ سے عموم کے قاعدہ اور احکام عامہ سے امور خاصہ کو ثابت کرنے کے قاعدہ میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے ہی اوّلاً و ثانیاً کہہ کر عتراضات کیے ہیں حالانکہ یہ ان کی اپنی جہالت کا نتیجہ ہے'' (اس ضمن میں انہوں نے یہ شعر بھی لکھا ہے) **فان کنت لا تدری فتلک مصیبة. وان کنت تدری فالمصیبة غلط اعظم** '' اھ ملخصاً ملاحظہ ہو۔ [ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۸۵ تا ۸۷]

اقول: - یہ موصوف کا محض لفظی چکر ہے ورنہ کیا احکام عامہ' الفاظ کے عموم سے ہٹ کر

ثابت ہوں گے؟ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے حسب دعوئی ان دونوں میں فرق کی کوئی واضح مثال پیش کرنے کی بجائے صرف یہ کہہ کر گزر گئے ہیں کہ ''نورالانوراور شرح ملا جامی پڑھنے والے طلبہ بھی جانتے ہیں'' (ایضاح سنت جلد اصفحہ ۸۵) یعنی آپ اسے بھول چکے ہیں اور یہاں ''بھی'' آپ کی لغت میں ''ہی'' ہوگا یا غلطی سے ''بھی'' بن گیا ہوگا۔ اس سے قطع نظر مآل دونوں کا ایک ہی ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں بلکہ یہ ہمارا ہی علامتی قاعدہ ہے کہ کسی چیز کے جواز کے ثبوت کے بعد اسے اس جواز سے نکال باہر کرنے کے لیے علیحدہ خصوصی دلیل درکار ہوگی جیسا کہ گکھڑوی صاحب نے بھی اس کی کچھ مثالیں پیش کی ہیں۔ آخر اس میں اور مسئلہ صلوٰۃ وسلام عندالاذان میں آیت صلوٰۃ وسلام سے استدلال میں کیا فرق ہے ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ صلوٰۃ وسلام ہمہ وقت درست ہے اس سے کسی وقت کو خارج کرنے کے لیے علٰیحدہ آیت یا حدیث درکار ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری طرف اپنے بقول اصولی غلطی کو منسوب کرنے کے باوجود اسے وہ ہمارے کسی ذمہ دار عالم کی کسی عبارت سے ثابت نہیں کر سکے۔ ورنہ ہم نے کب اور کہاں کہا ہے کہ چونکہ نماز کی فضیلت وارد ہے لہٰذا کوئی نماز کسی بھی وقت کبھی بھی ممنوع نہیں (مثلاً) خدارا انصاف۔ اور اگر یہ جرم ہے تو بیشتر مسائل میں آپ لوگوں نے احکام عامہ سے امور خاصہ پر استدلال کیا ہے جیسے دعا خاص بعد از نماز عیدین کے لیے ہر نماز کے بعد دعا کے عمومی واطلاقی دلائل سے استدلال جس کا حوالہ بہشتی زیور صفحہ ۹۳۷ اور فتاویٰ دیوبند سے گزر چکا ہے مزید تفصیل مصباح سنت جلد سوم میں بھی آرہی ہے۔

پس یہ تلبیس بھی ان کی ہے بہکی بہکی باتیں بھی ان کی ہیں نیز اصولی غلطی اور جہالت بھی ان کی ہے اور جو شعر انہوں نے لکھا ہے اس کے پورے مصداق بھی بحمدہ تعالیٰ وہ خود ہی ہیں اور اب

دوگونہ عذاب است برجان مجنوں
عذاب فرقت لیلیٰ و وصل لیلیٰ

(لطیفہ) بقلم خود کھرے بدعتی'' :-

یہاں پر موصوف کی جانب سے ایک مزے کی بات لکھی ہے کہ:

''یہی اہل بدعت کا وطیرہ ہے کہ وہ اپنی خواہش اور عقل کو ہر مقام پر داخل کر دیتے ہیں

کہ اس میں کیا حرج ہے؟ اس میں کیا گناہ اور عیب ہے؟ اس میں کیا خرابی ہے؟ یہ بھی جائز ہے؟ یہ بھی مستحب اور کار ثواب ہے وغیرہ وغیرہ'' اھ ملاحظہ ہو۔ [ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۸۶]

اقول:- خیر سے یہی رٹ خود گکھڑوی صاحب نے لگائی ہے پس ان کے بقلم خود کھرے بدعتی ہونے میں کچھ شبہ نہ رہا اور ''چاہ کن را چاہ در پیش'' کے پیش نظر وہ خود ہی اپنے کیے کی نذر ہو گئے چنانچہ اسی ایضاح سنت کے صفحہ ۵۲ پر ہمارے ایک سؤال کے جواب میں جو ان کے نام کے بارے میں ہے' لکھتے ہیں ''اچھا نام رکھنا شریعت میں جائز ہے تو مفتی صاحب کو محمد سرفراز میں کیا قباحت نظر آئی ہے کیا یہ نام غلط ہے یا اس کا مفہوم غلط ہے۔ الخ

مزید کار ثواب اور مستحب و مسنون کے الفاظ ان کے بزرگوں نے اور لزوماً خود انہوں نے دعا خاص بعد از نماز عیدین کے لیے عمومی اور اطلاقی دلائل سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ تو بفضلہ تعالیٰ ان کی بیان کردہ اہل بدعت کی خاص علامت اور ان کا خاص وطیرہ خود ان کی ''ذات بابرکات'' میں دستیاب ہوا......

عموم آیت کا دائرۂ کار:-

ہم نے لکھا تھا کہ اگر گکھڑوی صاحب عموم واطلاق سے استدلال کے قائل ہو گئے ہیں تو انہیں مبحث فیہا آیت میں وارد لفظ مَا کے عموم کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ کے لیے خداداد تکوینی و تشریعی ہمہ قسم اختیار بھی ماننے ہوں گے۔ [مصباح سنت جلد ا صفحہ ۶۷'۶۸]

اس کے جواب میں گکھڑوی صاحب کی جانب سے لکھا ہے کہ:-

اگر غنیمت کے مال کی تقسیم کا لحاظ مراد ہو تو آیت کا مفہوم اسی میں بند ہو گا دیگر امور تکوینیہ مراد نہیں ہوں گے اور اگر احکام شرعیہ مراد لیے جائیں تو وہ سب احکام کو شامل ہو گا اس لیے کہ رسول احکام شرعیہ ہی کے لیے مبعوث ہوتا ہے (الیٰ) **والرسول بعثه الله تعالیٰ الی الخلق لتبلیغ الاحکام** (شرح عقائد صفحہ ۱۸) اور رسول اس کو کہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ مخلوق کی جانب احکام پہنچانے کے لیے بھیجتا ہے۔ اور اسی کو مفتی صاحب موصوف کے صدر الافاضل مراد آبادی صاحب نے تفسیر حاشیہ بر ترجمہ اعلیٰ حضرت میں لکھا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ غنیمت میں سے کیونکہ وہ تمہارے

لیے حلال ہے۔ یا یہ معنی ہیں کہ رسول کریم ﷺ تمہیں جو حکم دیں اس کا اتباع کرو کیونکہ نبی کریم ﷺ کی اطاعت ہر امر میں واجب ہے (ترجمہ اعلیٰ حضرت صفحہ ۸۷۲) (الی) درمیان میں یا کو لا کر مفتی صاحب موصوف کے صدرالافاضل نے واضح کر دیا کہ بیک وقت دونوں مراد نہیں ہیں بلکہ غنیمت کی تقسیم مراد ہے یا احکام مراد ہوں گے۔ اھ ملخصاً بلفظہٖ [ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۸۸]

اقول:۔ اسی کو کہا جاتا ہے میٹھا ہپ کڑوا تھو۔ جب خود مان چکے ہو کہ آیت کے عموم و اطلاق میں تخصیص و تقیید کے لیے علیحدہ سے آیت یا حسب معیار حدیث درکار ہوتی ہے تو کہاں گیا آپ کا وہ بیان؟ اور اپنے ہی اس قاعدہ سے کس حکمت کی بناء پر منحرف ہو گئے ہو؟ پھر یہ بھی کیا خوب ہے کہ آیت میں تخصیص شرح عقائد کی عبارت کر رہی ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ پھر عبارت میں یہ کہاں ہے رسول کو منجانب اللہ کوئی اختیار نہیں ہوتا اگر یہ مطلب ہے تو آگے چل کر اسی شرح عقائد رسول کے کمالات کے برحق ہونے کو انہوں نے کیوں بیان فرمایا ہے؟ عبارت کا مفہوم تو صرف اتنا ہے کہ رسول کی ذمہ داری کا جو کام ہوتا ہے وہ تبلیغ احکام ہے اس میں یہ کہاں ہے کہ رسول کو کسی قسم کی کوئی فضیلت حاصل نہیں ہوتی؟ یا تم نے کس استاد سے پڑھا ہے جس نے تمہیں یہ سکھایا ہے کہ بعض امور کا ذکر دیگر بعض (ماعدا) کی نفی کو مستلزم ہوتا ہے؟۔ اس سے تو بہتر تھا کہ آیت اِنْ عَلَیْکَ اِلَّا الْبَلٰغ کو ہی پڑھ دیتے۔

باقی حضرت صدرالافاضل کے کلام کا مفاد دو میں سے ایک کا حصر نہیں یہ آپ کا خود بہ زور اور بہ ذور کشید کردہ مطلب ہے۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ دونوں معانی ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ دلائل شرعیہ کی روشنی میں ہر آیت کی متعدد تفاسیر کے قائل ہیں چنانچہ ان کے شیخ کریم اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (جن کے مسلک کے وہ ترجمان ہیں اس بارے میں فرماتے ہیں:

> ''حدیث میں فرمایا القرآن ذو وجوہ قرآن متعدد معانی رکھتا ہے رواہ ابو نعیم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ علماء فرماتے ہیں قرآن عظیم اپنے ہر معنیٰ پر حجت ہے ولم یزل الائمۃ یحتجون بہ علیٰ وجوھہ و ذٰلک من اعظم وجوہ اعجازہ وقد فصلنا ھذا المرام فی رسالتنا الزلال الانقیٰ من بحر سبقۃ الاتقیٰ'' الخ۔ ملاحظہ ہو۔

[الامن والعلٰی صفحہ ۴۳ طبع کامیاب دار التبلیغ ۳۸ اردو بازار لاہور]

لہٰذا اس واویلا کا بھی گکھڑوی صاحب کو کچھ فائدہ یا ہمیں کچھ نقصان نہ ہوا۔

مسئلہ کی اصل متعین کرنا کس کا کام؟ :-

اس مقام پر مصباح سنت میں ہم نے مزید لکھا تھا کہ :-

''علاوہ ازیں گکھڑوی صاحب نے آیت ہٰذا کی مذکورہ الفاظ کے عمومی مفہوم کو پیش نظر رکھ کر انہیں بعض معمولات اہل سنت کے خلاف دلیل شرعی کے طور پر پیش کیا ہے جب کہ وہ خود کہتے ہیں کہ کسی مسئلہ کی اصل کا متعین کرنا مجتہد کا کام ہے۔ ملاحظہ ہو۔ [راہِ سنّت باب اوّل مستفاداً]

اور یہ بھی حقیقت واقعیہ ہے کہ موصوف مجتہد تو کجا ابھی پوری طرح (صحیح طور سے) مقلد بھی نہیں۔ پس اپنے ہی اس اصول کے پیش نظر یا تو وہ دکھائیں کہ آیت ہٰذا کے ان الفاظ سے کس امام مجتہد (خصوصاً امام اعظم علیہ الرحمۃ) نے ان معمولات اہل سنت کے خلاف کب اور کہاں استدلال فرمایا تھا ورنہ یہ گھناؤنا اقدام کر کے انہوں نے امام اعظم سے جو کھلی بغاوت کی ہے اس سے توبہ کریں۔اھ ملاحظہ ہو [مصباحِ سنت جلد ا صفحہ ۶۸، ۶۹]

اس کے جواب میں گکھڑوی صاحب کی جانب سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ :-

''مفتی صاحب موصوف کو............ بے جا غصہ جھاڑنے سے پہلے اس مسئلہ کی تحقیق کر لینی چاہیے تھی یا پھر تعصب کی پٹی آنکھوں سے اتار کر بغور راہ سنت کا مطالعہ کر لینا چاہیے تھا۔ ہم پہلے ٹائٹل پیج پر تیسرے اعتراض کے جواب میں بیان کر چکے ہیں کہ حضور ﷺ کے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو سنت سے ثابت شدہ حکم کی دلیل کے طور پر پیش کیا کہ جو حکم سنت سے ثابت ہے وہ ما آتکم الرسول میں داخل ہے۔ جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اصل متعین کر دیا تو مفتی صاحب کو ان سے بڑا اور کون سا مجتہد چاہیے جب کہ مفتی صاحب موصوف کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ فقہ حنفی کے اکثر مسائل کا مدار ہی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فقہ پر ہے تو جب ان سے اصل متعین ثابت ہو گیا تو یہ

اعتراض مفتی صاحب موصوف کی کم فہمی نہیں تو اور کیا ہے؟۔ملاحظہ ہو[ایضاح سنت جلداوّل صفحہ۸۸،۸۹]

اقول:۔یہ کم فہمی اور ناسمجھی جناب کی ہے کہ آپ کو ہماری ایک عام فہم اور سیدھی سادھی بات بھی سمجھ نہیں آئی یا پھر آپ جان بوجھ کر مغالطہ دے رہے ہیں۔ بھلے مانس!ہم نے یہ کہا ہی نہیں ہے کہ جو حکم سنت سے ثابت ہو وہ وما اتاکم الرسول کے عموم میں داخل نہیں ہوتا بلکہ ہم تو اس کے قائل ہیں۔ بحث تو اس میں ہے کہ کسی خاص غیر منصوص امر کے کسی اصل عام کے تحت ہونے نہ ہونے کی پہچان آپ خود کہتے ہیں کہ مجتہد کا کام ہے' ہر ایک کا کام نہیں۔ بتایئے حضرت ابن مسعود ﷺ نے کہاں فرمایا ہے کہ مثلاً صلوٰۃ وسلام عندالاذان' قاعدہ ممانعت کے تحت آتا ہے جب کہ آپ احکام عامہ کے ذریعہ امور خاصہ کے ثابت کرنے کو اصول غلطی لکھ چکے اور ان کے قائلین کو اہل بدعت بھی قرار دے چکے ہیں۔یعنی جس امر کو آپ نے بنیادی غلطی کہا ہے اسی کو اپنا بھی لیا ہے۔

اگر آپ اپنے اس بیان پر قائم رہیں اور اسی کو قاعدہ صحیحہ مانیں تو اس طرح سے آپ نے جملہ معمولات اہل سنت کی صحت کو تسلیم کر لیا ہے کہ ان کی کوئی نہ کوئی عمومی اور اطلاقی اصل موجود ہے جس پر آپ نے بحث نیز اپنی پوری راہِ سنّت کا قصہ تمام کر کے رکھ دیا ہے۔ سبحان اللہ!مباحث ہوں تو آپ جیسے ہوں جو اتنا بھی سمجھ نہ رکھتے ہوں کہ اس کے زبان وقلم کس کے خلاف چل رہے ہیں پھر بھی کوسا ہمیں ہی جا رہا ہے کہ یہ اعتراض صاحب موصوف کی کم فہمی نہیں تو اور کیا ہے؟ نیز تعصب کی پٹی بھی ہماری آنکھوں پر بتائی جا رہی ہے۔جس پر ہمیں پوچھنے کا حق ہے کہ گکھڑوی صاحب کا یہ جواب ان کی سخت نادانی کیوں نہیں؟ کوئی ہے جو ان کی اس واضح تلبیس کا ان سے حساب لے اور ان سے پوچھے کہ اس ہاتھ کی صفائی دکھانے میں کیا حکمت تھی یا اس میں آخر انہیں مجبوری کیا تھی؟

بحث آیت مائدہ سے استدلال کا محاسبہ:۔

گکھڑوی صاحب نے اپنی کتاب ''راہِ سنّت'' کے نام کے لیے ماخذ کے طور پر سورہ مائدہ کی آیت نمبر۴۸ کے یہ الفاظ بھی اس کے ٹائیٹل پیج پر درج کیے ہوئے ہیں اس پر مصباح

سنت میں ہم نے لکھا تھا کہ ''یہ ان سے ان کا استدلال بھی نہ صرف یہ کہ بے محل اور غیر مطابق ہے بلکہ مضحکہ خیز بھی ہے کیونکہ اس کے الفاظ مِنکُمْ میں کُمْ کے خطاب میں یہود و نصاریٰ بھی شامل ہیں''۔ [مصباح سنت جلد اصفحہ ۶۹]

گکھڑوی صاحب کی طرف سے اس کا تسلی بخش جواب نہیں دیا جا سکا بلکہ روح المعانی کی ایک عبارت کا ایک ٹکڑا جو انہوں نے بزعم خویش اپنی تائید میں نقل کیا ہے اس سے مزید یہ بات پختہ ہوگئی ہے اس کے اصل مخاطب واقعی اہل کتاب ہیں چنانچہ اس کے یہ لفظ ''**جنى به لحمل اهل الكتاب من معاصريه صلى الله عليه وسلم** '' الخ ماتحن فیہ پر شاہد عدل ہیں۔ [ایضاح سنت جلد اصفحہ ۸۹ بحوالہ روح المعانی]

اسی طرح تھانوی صاحب کی عبارت جس کی طرف ہم نے مصباح سنت میں اشارہ کیا تھا اور انہوں نے اسے نقل کر دیا ہے' بھی ہماری تائید کر رہی ہے جیسا کہ اس کے ان الفاظ سے بخوبی واضح ہے: ''تم میں سے ہر ایک (امت) کے لیے (اس سے قبل) ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی تھی''۔ [ایضاح سنت جلد اصفحہ ۹۰ بحوالہ بیان القرآن للتھانوی]

ان الفاظ ''تم میں سے اور ''اس سے قبل'' کے الفاظ اس امر کا ببانگ دہل اعلان کر رہے ہیں کہ گکھڑوی صاحب کے مستدل بہا الفاظ قرآنیہ کے مخاطب یہود و نصاریٰ ہی ہیں اور یہی ہم نے ان سے منوانا تھا''۔

رہا یہ کہ ان الفاظ کے ذریعہ یہود و نصاریٰ کو اتباع رسول ﷺ پر اکسانا مقصود ہے؟ تو یہ انہیں کچھ مفید اور ہمیں کچھ مضر نہیں کیونکہ یہ امر بحث سے خارج ہے اور ہم خود بھی یہ بات لکھ چکے ہیں جیسا کہ ہمارے ان الفاظ سے ظاہر ہے ''یہود و نصاریٰ بھی شامل ہیں'' (مصباح سنت جلد ا صفحہ ۶۹) نیز یہ الفاظ بھی کہ ''اس سے قطع نظر وہ شریعت اسلامیہ کی حقانیت کے بیان پر مشتمل ہیں'' (مصباح سنت جلد اصفحہ ۶۹) نیز ہمارے یہ اشاری الفاظ بھی کہ ''ان الفاظ قرآنیہ میں بمقابلۂ یہود و نصاریٰ قرآن کے منزل من اللہ اور کتاب برحق ہونے کا بیان ہے''۔ (مصباح سنت جلد اصفحہ ۷۰) پس جو امر خارج از بحث ہے اسے موضوع سخن بنا کر اس پر لکھنا شروع کر دینا ورق سیاہی اور کج فہمی کے سوا کچھ نہیں۔ علاوہ ازیں ''اتباع'' والا فلسفہ الفاظ آیت سے ہٹ کر ہے

ولا یخفی علی لبیب علاوہ ازیں یہ کہنا کہ روح المعانی میں ہے ''آیت کے اس حصہ کو اس لیے لایا گیا ہے تاکہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ کے یہود و نصاریٰ کو آپ ﷺ کے حکم جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر حق اتارا ہے اس کی تابع داری پر آمادہ کیا جائے الخ'' (ایضاح سنت جلد اصفحہ ۸۹، ۹۰)

مضحکہ خیز بات بھی ہے کیونکہ ''یہود و نصاریٰ'' کا واضح مطلب یہ ہے کہ ان الفاظ کے مخاطب واقعی یہود و نصاریٰ ہی ہیں جو ہمارے موقف کی تائید مزید ہے۔ علاوہ ازیں اس میں یہود و نصاریٰ کو سمجھایا جا رہا ہے آپ کو تو نہیں، پھر آپ کا خود کو اس میں شامل کرنا چہ معنیٰ دارد؟

بیان بالا سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ گکھڑوی صاحب کی جانب سے یہاں یہ کہنا کہ ''پھر مفتی صاحب نے اتنا بھی غور نہیں کیا کہ حضور علیہ السلام کی بعثت کے ساتھ ہی یہود و نصاریٰ کی کتابیں اور ان کی شریعت و طریقت تو منسوخ ہو گئی تھی (ایضاح سنت جلد اصفحہ ۹۰)'، بالکل بلاوجہ اور بلاضرورت ہے کیونکہ اس سے ''لکل جعلنا منکم'' کے مخاطبین یہود و نصاریٰ ہونے کا موقف کسی طرح متاثر نہیں ہوتا اور ہم نے بھی ان کی شریعت و طریقت کے غیر منسوخ ہونے کا قول ہرگز نہیں کیا۔

جواب ندارد:-

جاری بحث میں ہم نے مصباح سنت میں یہ بھی لکھا تھا کہ:-

> ''تھانوی صاحب (گکھڑوی صاحب کے عظیم پیش رو) کی تصریح کے مطابق ان الفاظ قرآنیہ میں بمقابلہ یہود و نصاریٰ، قرآن کے منزل من اللہ اور کتاب برحق ہونے کا بیان ہے، یہ بھی ان کے اس مقام پر لانے کے غلط ہونے کی دلیل ہے کیونکہ انہوں نے اپنی جس کتاب کے ٹائٹل پر درج کر کے اسے عنوان کتاب کے ثبوت کے طور پر پیش کیا ہے اس کا موضوع، قرآن مجید کی ہسٹری ہرگز نہیں بلکہ اس کا اصل موضوع اہل سنت کو بہ زور بدعتی بنانا ہے اور وہ بھی ''ایں خیال است و محال است و جنوں'' کا صحیح مصداق ہے''۔ [مصباح سنت جلد اصفحہ ۷۰]

گکھڑوی صاحب کی طرف سے اس کا کوئی جواب نہیں دیا گیا جو ان کی ایک بار اور کھلی شکست کی دلیل ہے ــــــــ

گکھڑوی صاحب کا عالم حواس باختگی:۔

اس کے متصل ہی ہم نے لکھا تھا کہ:۔

اور اگر انہوں نے اسے محض اس کے لفظ "منھاجا" سے اقتباس کے لیے رکھا ہے؟ تو اوّلاً و ثانیاً: انہیں اپنے اس عمل کو خیر القرون سے حسب اصول خود صریحاً ثابت کرنے کے علاوہ یہ بھی بتانا ہوگا کہ لفظ منھاج کے ساتھ الٓ اور الواضح کے الفاظ کو بڑھا کر آیت کا حلیہ بگاڑنے کا شرعی جواز ان کے پاس کیا ہے؟ اپنا اصول مدنظر رہے"۔ [مصباح سنت جلد اصفحہ ۷۰]

گکھڑوی صاحب اسے ایک تو عنوان ہذا کے آخر میں لے گئے ہیں۔ دوسرے اس کا مطلوبہ جواب مہیا کرنے کی بجائے حسب عادت گالی دے دی اور کہا کہ جواب مکمل ہوگیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

"پھر اس کے بعد مفتی صاحب موصوف نے ہوائی دنیا میں سیر کرتے ہوئے اوّلاً وثانیاً ثالثاً سے جو کچھ کہا ہے ان تمام کی حقیقت ہمارے اس جواب کی روشنی میں واضح ہوجاتی ہے"۔ [ایضاح سنت جلد اصفحہ ۹۲]

اقول:۔اس کے جواب میں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ گکھڑوی صاحب پر درحقیقت حواس باختگی کی کیفیت ہے ورنہ ان کی پوری تقریر میں ہمارے اس سؤال کا کوئی جواب نہیں دیا گیا ہے جس کا صحیح حل یہ ہے کہ قارئین کرام مصباح وایضاح دونوں کا اس مقام پر تقابلی مطالعہ فرمالیں پوری حقیقت کھل جائے گی اور یہ امر روزِ روشن کی طرح سامنے آجائے گا کہ موصوف کے "روشنی" پھر "وضاحت" کے دعوے سرے سے بے بنیاد ہیں۔

جواب کی بجائے بدزبانی پر اکتفاء:۔

یہ ثابت کردینے کے بعد کہ گکھڑوی صاحب کے پیش کردہ قرآنی الفاظ کے مخاطبین حقیقت واقعیہ کے طور پر یہود و نصاریٰ ہیں' اپنا حق تبصرہ بجا طور پر استعمال کرتے ہوئے ہم نے لکھا تھا کہ:۔

"ثالثاً اس مقام پر مقتبس منہ اور مقتبس لہ کو ملا کر ان سے جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے پورے کنبے سمیت گکھڑوی صاحب کو لے ڈوبنے کے لیے کافی ہے کیونکہ کتاب کے نام کو

آیت کے الفاظ سے ملا کر مفہوم یہ نکلتا ہے کہ اے یہود و نصاریٰ اور مؤمنو! تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک شریعت اور منہاج بنائی جو المنہاج الواضح یعنی راہ سنت ہے۔ جس کا واضح مطلب یہ بنے گا کہ گکھڑوی صاحب کی دیوبندی امت کے علاوہ جو چیز یہود و نصاریٰ کے مذہبی سلیبس کے طور پر تھی وہ گکھڑوی صاحب کی یہی کتاب تھی (یعنی ان کے اور گکھڑوی صاحب کے مشن میں مکمل مطابقت ہے۔ بالفاظ دیگر عنوان کا فرق ہے معنون ایک ہی ہے جسے ''نیا جال اور پرانے شکاری'' کے لفظوں سے بھی یاد کیا جا سکتا ہے اگر یہ گوارا ہے تو ارشاد فرمائیں)۔اھ۔
[مصباح سنت جلد ۱ صفحہ ۱۷۰]

اس کا مطوبہ جواب دینے کی بجائے صرف اس بدزبانی پر اکتفاء کیا گیا ہے کہ ''یہ مفتی صاحب موصوف کی نری جہالت اور کم فہمی کی دلیل ہے''۔ [ایضاح سنّت جلد ۱ صفحہ ۹۱]

جب کہ انصاف پسند علمی دنیا میں نرا جاہل اور کم فہم وہ ہوتا ہے قرآن وسنت کو غلط محامل پر استعمال کرے جیسا کہ گکھڑوی صاحب نے یہاں کیا ہے یا پھر یہ صفات اس کی ہوتی ہیں جو صحیح جواب دینے کی بجائے گالیوں پر اتر آئے جیسا کہ انہوں نے یہاں کیا ہے۔ پس یہ ان کی اپنی ہی صفات ہیں۔

اپنے دام میں آپ صیاد:۔

گکھڑوی صاحب نے راہِ سنّت صفحہ ۹۰ تا ۹۲ پر حضرت علامہ عبدالسمیع صاحب امدادی اور حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہما پر خواہ مخواہ اعتراض کرتے ہوئے یہ تاثر دیا ہے کہ وہ کسی امر کے مخالف دین کے لیے ''نہی صریح'' کا ہونا ضروری سمجھتے ہیں اور اسے انہوں نے ان کے ''اصولی مغالطہ'' کا عنوان بھی دیا ہے جب کہ صحیح یہ ہے کہ انہوں نے نہی کے ساتھ صریح کی قید لگائی پس نہی بمعنی الاخص اور بمعنی الاعم دونوں قسمیں اس میں آ گئیں۔ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گکھڑوی صاحب سے یہ منوانے کی غرض سے کہ نہی بمعنی الاعم بھی واقعی ہوتی ہے اس مقام پر مصباح سنت میں ہم نے لکھا تھا کہ:

''اس سے قطع نظر وہ شریعت اسلامیہ کی حقانیت کے بیان پر مشتمل ہیں جس کا بدعت

کی بحث سے کوئی واسطہ نہیں۔ بالفاظ دیگر شریعت کا اطلاق احکام (مأمورات و منہیات) پر ہوتا ہے جب کہ گکھڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ بدعت' منہیات سے ایک علیحدہ امر ہے' ان کے لفظ ہیں: بدعت اور احداث' نہی سے الگ چیز ہے الخ۔ ملاحظہ ہو۔ (راہِ سنّت صفحہ ۹۱) اھ ____ [مصباح سنت جلد ۱ صفحہ ۶۹' ۷۰]

ہمارے اس موقف کو (گھبرا کر) من وعن تسلیم کرتے ہوئے گکھڑوی صاحب کی جانب سے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ:

''یہاں بھی مفتی صاحب موصوف کو مغالطہ ہوا ہے کہ وہ عبارت کو یا تو سمجھ ہی نہیں سکے یا پھر جان بوجھ کر تلبیس سے کام لے رہے ہیں۔ بدعات ساری کی ساری منہیات میں شامل ہیں اسی لیے تو دلائل سے بدعات کی تردید کی گئی ہے۔ باقی یہ کہ بدعت اور احداث نہی سے الگ چیز ہے تو اس عبارت کا مفہوم اگلی سطر میں موجود تھا جس کی جانب مفتی صاحب موصوف نے توجہ ہی نہیں کی (جو یہ ہے کہ) اگر احداث اور بدعت کی یہ تعریف ہے کہ اس پر نہی موجود ہو تو اس کی دو قسمیں بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کیسے بنالی گئی؟ (راہِ سنت صفحہ ۹۱' ۹۲) اور اس سے پہلے بھی اسی کو بیان کیا کہ اہل بدعت جو یہ کہتے ہی کہ بدعت وہ ہوگی جس پر نہی موجود ہو تو یہ ان کی اصولی غلطی ہے اور جہالت کا بدترین مظاہرہ ہے۔ اس لیے مفتی صاحب موصوف اس عبارت سے بدعت کو منہیات سے جو خارج کر رہے ہیں وہ درست نہیں ہے بلکہ اس کی مراد واضح ہے کہ ہر بدعتی کام پر حضور ﷺ کی جانب سے واضح نہی کا ہونا ضرور نہیں ہے''۔ اھ ملخصاً بلفظہٖ [ایضاح سنت جلد ۱ صفحہ ۹۱' ۹۲]

اقولُ:- اگر مغالطہ ہوا یا سمجھ نہیں پائے تو گکھڑوی صاحب ہی نہیں سمجھ پائے اور مار کھا گئے ہم نے تو سوچ سمجھ کر سوال کیا تھا جس کے اہداف بفضلہٖ تعالیٰ ہم نے حاصل کر لیے ہیں۔ رہی تلبیس والی بات؟ تو یہ کارنامہ بھی انہوں نے خود ہی سرانجام دیا ہے جس کی حقیقت کو کھولنے کے لیے ہم نے یہ سارا اہتمام کیا۔ اس مقام کی دیگر تمام تفاصیل کے لیے مصباح سنت جلد سوم کا مطالعہ ضروری ہے جو بہت جلد زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آ رہی ہے۔ انشاءاللہ

جل مجدہ الکریم ______

بحث "حدیث میں شدید معنوی تحریف":-

راہ سنت کے ٹائیٹل پیج پر حدیث مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ الخ کا اردو ترجمہ گکھڑوی صاحب نے اس طرح لکھا ہے: "جس نے ہمارے معاملہ میں کوئی نئی چیز گھڑی تو وہ مردود ہوگی"۔ اس میں حدیث کے الفاظ مالیس منہ کا ترجمہ وہ صاف اڑا گئے ہیں جو حدیث میں شدید معنوی تحریف ہے اور یہ انہوں نے بھول کر نہیں بلکہ عمداً کیا ہے کیونکہ راہِ سنت کے اندرونی صفحات میں بھی متعدد مقامات پر ان الفاظ کا ترجمہ نہیں کیا۔ اس پر ہم سخت احتجاج کرتے نیز مخلصانہ مشورہ دیتے ہوئے مصباح سنت میں لکھا تھا کہ: اس میں انہوں نے شدید مجرمانہ خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے سخت معنوی تحریف کی ہے (الیٰ) پھر اگر اسے ان کے تعمد پر محمول نہ کیا جائے تو یہ ان کی جہالت تو بہر حال ہوگی۔ اب نہ معلوم وہ کون سی راہ اختیار فرماتے ہیں۔ ہمارا یہ مشورہ ہے (اگر چہ ان سے مان لینے کی کچھ امید نہیں) کہ وہ قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں دیگر جملہ کوتاہیوں کے علاوہ اپنی غلطی سے غیر مشروط طور پر اللہ کے حضور توبہ تائب ہو کر "راہ سنت" پر آ جائیں تو دنیا و آخرت کی بہتری اسی میں ہے اور یہی طریق اسلم ہے اھ۔ [مصباح سنت جلد ا صفحہ ۱۷۲]

چنانچہ جو خدشہ (کہ ان سے مان لینے کی کچھ امید نہیں) ہم نے اس عبارت میں ظاہر کیا تھا کہ وہ حقیقت واقعیہ بن کر سامنے آیا کہ انہوں نے اپنی غلطی تسلیم کرنے کی بجائے ہم پر گالیوں کی بوچھاڑ کر دی کہ مڈل کلاس کے طالب علم جتنی بھی صلاحیت نہیں ہے اعتراض جہالت اور اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ عربی عبارت سمجھنے کی صلاحیت کیا رکھتے جب کہ وہ اردو عبارت سمجھنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ملخصاً (ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۹۲، ۹۳) جسے مصنف مزاج اہل علم حضرات تو ضرور سمجھیں گے (گکھڑوی دامن سے وابستگان سمجھیں نہ سمجھیں) کہ جب ہمارا اعتراض جائز، درست اور وقیع ہے اور معاملہ بھی ذاتیات کا نہیں خالص ایمانیات اور حدیث نبوی علیٰ صاحبہ السلام کا ہے تو انہیں اس میں قطعاً پس و پیش نہیں کرنا چاہیے تھی بلکہ قیامت کی پیشی نیز اللہ و رسول ﷺ کے روبرو رسوائی اور شرمندگی سے بچتے ہوئے فوراً تائب ہو جانا چاہیے تھا اور مان لینے

کی بجائے الٹا غرہ ہو کر انہوں نے جو کچھ کیا ہے وہ بذات خود جہالت اور دین فہمی سے محرومیت کی علامت ہے۔ نیز خود جواب دہ ہونے کے باوجود ہمیں ہی کوسنا ان کی سخت تلبیس اور ان کا شدید جاہلانہ رویہ ہے۔ موصوف کی ان لاف زنیوں کا کافی علاج پہلے بھی گزر چکا ہے رہا ان کا اس مقام پر یہ کہنا کہ ''نئی چیز گھڑی'' کے الفاظ میں مالیس منہ کا مفہوم آ جاتا ہے؟ تو یہ ان کی تأویل بارد ہے کیونکہ دوسرے مقامات پر انہوں نے ان لفظوں سے ترجمہ نہیں کیا۔ پھر ان کے دیگر اکابر مالیس منہ کا ترجمہ لائے ہیں اس سب کی مکمل باحوالہ تفصیل کتاب کے اوائل میں گکھڑوی صاحب کے وصف خیانت کے ثبوت میں آ چکی ہے اسے ادھر ہی ملاحظہ کیا جائے۔

ایں ہمہ خانہ آفتاب است:۔

یہاں رحیم یار خان کے نواحی علاقے کے ایک سن رسیدہ گھاگھ قسم کے ایک دیوبندی مولوی صاحب سے (دو تین سال قبل) صلوٰۃ وسلام عندالاذان کے موضوع پر شرائط مناظرہ کے طے کرنے کے درمیان تحریری طور پر بدعت کی تعریف کا مسئلہ زیر بحث آیا تو انہوں نے بھی مبحث فیہ حدیث میں ''مالیس منہ'' کا ترجمہ گکھڑوی صاحب کی طرح صاف اڑا دیا۔ احتجاج اور توبہ کا مطالبہ کرنے پر وہ بھی سخت بدزبانی پر اتر آئے جو ریکارڈ پر محفوظ ہے۔ گکھڑوی صاحب کی زبان اور انداز ان جیسا دیکھ کر بے ساختہ نوک قلم پر آتا ہے سُبحٰن اللہ۔ ایں ہمہ خانہ آفتاب است۔ نہ معلوم ان میں سے کس نے کس سے یہ سبق سیکھا۔ مذکور الصدر پر معاذ اللہ خدا کا غضب یہ ہوا کہ ان کی جماعت نے ان سے ان کی برسوں کی محنت سے قائم کردہ ادارہ وغیرہ چھین کر انہیں اس سے بے دخل ہی نہ کیا بلکہ انہیں علاقہ بدر بھی کر دیا جس کے بعد دوبارہ آج تک خو بو نہیں ملی دیکھیں اب گکھڑوی صاحب کے بارے میں خدا کا کیا فیصلہ رو پذیر ہوتا ہے۔

''گکھڑوی وہابیت'' نیز ''جواب ندارد'':۔

گکھڑوی صاحب نے اپنی راہ سنت کے ٹائیٹل پیج پر یہ تأثر دیا کہ وہ اور ان کے اکابر سنّی حنفی مسلمان ہیں ان کو وہابی کہنا ان کے خصوم کا ان پر بہتان افتراء اور جھوٹ ہے۔ ہم نے موصوف کی اپنی تحریر نیز ان کے اکابر گنگوہی صاحب اور تھانوی صاحب وغیرہما کے اقراروں سے نیز موجودہ دور میں نجدی وہابیوں سے ان کی وابستگی کے دلائل سے ان کا وہابی ہونا نیز ان کے الفاظ

مبنی بر تلبیس ہونے کو مبرھن اور ثابت کیا ہے اور یہ بحث مصباح سنت جلد ا کے صفحہ ۲۷ سے ۷۵ تک پھیلی ہوئی ہے جس کا جواب دینا تو کجا اس کی طرف انہوں نے یہاں پر کوئی ہلکا سا اشارہ بھی نہیں کیا نتیجہ صاف واضح ہے کہ اس سے وہ بقلم خود کیا قرار پائے باقی اس موضوع پر جو مختصر بحث کچھ پہلے گزری ہے' اسے بھی اس کا جواب نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس میں' اس مقام پر پیش کیے گئے ہمارے حوالہ جات اور دلائل کا کوئی جواب نہیں دیا گیا جو ان کی ایک بار پھر شکست فاش ہے (وھوالمقصو دوالحمد للہ المعبود)

بحث ''گزارش احوال واقعی'' بجواب ''عرض حال''

گکھڑوی صاحب نے ''راہِ سنت'' میں عرض حال کا عنوان دے کر اس میں خود کو سخت مظلوم بنا کر پیش کرتے ہوئے یہ رونا رویا تھا کہ علماء اہل سنت خصوصاً شیخ الاسلام قافلہ سالار عشق خیر الانام اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے ان کے اکابر کیا ان کی پوری جماعت کو کافر' مرتد' بے ایمان' اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دے کر ان سے لین دین' شادی بیاہ' علیک سلیک الغرض ہمہ قسم تعلقات کو ناجائز اور حرام قرار دیا جو ان کا بہت بڑا ظلم ہے وغیرہ وغیرہ۔

ہم نے مصباح سنت میں تفصیلاً لکھا تھا کہ یہ بلاوجہ نہیں اور اس پر ہم نے انہیں چیلنج بھی کیا تھا بلکہ اس کی بنیاد ان کے اکابر کی وہ عبارات ہیں جن میں انہوں نے اللہ تعالیٰ شانہ وجل مجدہ' اور اس کے محبوبین ومقربین خصوصاً حضور سید المرسلین ﷺ کی شان اقدس میں نازیبا' گستاخانہ اور بے ادبی کے کلمات لکھ کر سخت سوء ادبی کا ارتکاب کیا ہے جس پر ان گستاخانہ عبارات کے معرض وجود میں آ کر منظر عام پر آنے کے دور سے ہی ان کے راقمین ومخترعین اور قائلین سے لے دے جاری رہی اور بحث وتمحیص کا بازار گرم رہا۔ بدایوں' خیر آباد اور رام پور کے اکابر علماء اہل سنت ان سے ٹکر لیتے آئے یہاں تک کہ مجدد ملت' امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا دور آیا تو انہوں نے ان عبارات کے ذمہ داران سے مطالبہ فرمایا کہ یا تو انہیں دلائل شرعیہ کی روشنی میں تحریراً خواہ تقریراً درست ثابت کرو یا ان سے تائب ہو جاؤ لیکن کچھ عرصہ کی مہلت دینے کے باوجود جانب مخالف سے اس کا کوئی تسلی بخش جواب موصول نہ ہوا تو آپ محض احقاق حق اور ابطال باطل نیز

نیز اپنے فرض منصبی کو پورا کرنے کی غرض سے قرآن وسنّت کے فیصلوں اور ائمہ سلف کے فتووں کے حوالہ سے ان کا شرعی حکم بیان فرماتے ہوئے انہیں ان کی کفریات بالالتزام کے باعث کافر ومرتد اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا اور اس میں آپ منفرد بھی نہ تھے بلکہ اس وقت کے حرمین طیبین زادھما اللہ شرفاً کے ۳۳ اور برصغیر کے تقریباً پونے تین سو اکابر ائمہ، فقہاء اور علماء اہل سنت (جن میں چاروں فقہوں کے علماء شامل تھے) نے آپ سے اس میں موافقت کرتے ہوئے آپ کے فتویٰ کی تائید وتصدیق کی جس کی مکمل تفصیل المعتمد المستند حسام الحرمین، الصوارم الہندیہ اور الحق المبین وغیرہا میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اس کے بعد علماء دیوبند نے المہنّد علی المفنّد میں کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے اپنے ان اصل عقائد پر پردہ ڈال کر خود کو سنّی ظاہر کیا اور اپنی اس کتاب کو حسام الحرمین کا جواب قرار دیا جس کے رد میں حضرت صدر الافاضل نے التحقیقات لدفع التلبیسات اور مناظر اعظم علامہ حشمت علی خان لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ردّ المہند کے نام سے لاجواب کتاب لکھی اور اس کی ہیرا پھیریوں کا پردہ چاک فرمایا۔ نیز حسام الحرمین شریف کے جواب کے طور پر دیوبندیوں کے شیخ الاسلام مولوی حسین احمد صاحب ٹانڈوی نے الشہاب الثاقب لکھی جو کتاب کی بجائے خالص گالی نامہ کہلانے کی زیادہ مستحق ہے۔ جس کا ''ردّ شہاب ثاقب'' کے نام سے حضرت اجمل العلماء نے نہایت ہی وقیع، متین اور مسکت جواب تحریر فرمایا یہ ہے دیوبندی بریلوی اصل اور بنیادی اختلاف کا پس منظر۔ اصل اختلاف ختم درود، گیارہویں، بارہویں، علم غیب، حاضر ناظر اور مختار کل وغیرہا جیسے مسائل ہرگز نہیں ہیں کیونکہ یہ سب کسی نہ کسی طور پر خود اہل تنقیص کے مسلّم بزرگوں اور اکابر سے بھی ثابت ہیں جس کی تفصیل علماء اہل سنت کی کئی کتب اور رسائل میں موجود ہے اور اہل علم سے قطعاً کسی طرح مخفی نہیں۔ اس کے بعد اہل تنقیص حضرات نے اپنی ان گستاخانہ عبارات اور توہین آمیز کتب سے عوام کی توجہ ہٹائے رکھنے کی غرض سے مختلف جتن کیے جن میں سے ایک ختم درود اور میلاد شریف جیسے مسائل پر تسلسل کے ساتھ بحث جاری رکھنا اور اہل سنت کے بعض معمولات کو شرک وبدعت قرار دے کر انہیں مشرک وبدعتی بنا کر پیش کرنا بھی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

[مصباحِ سنّت جلد اصفحہ ۲۸-۲۹، ۷۵ تا ۸۸]

نوٹ:۔ ان کی وہ بعض گستاخانہ عبارات ہم نے بھی مصباح سنت جلد ا میں بحوالہ پیش کر دی ہیں۔

گکھڑوی جواب کا محاسبہ:۔

گکھڑوی صاحب کی جانب سے اس حوالہ سے مصباح سنت کے جواب میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کی تفصیل مع ردّ بلیغ حسب ذیل ہے۔

''مگر مچھ کے آنسو'' بجواب ''پرانا رنڈی رونا'':۔

چنانچہ اس مقام پر گکھڑوی صاحب کی جانب سے ''پرانا رنڈی رونا'' کا عنوان دے کر اس کے تحت اپنی مخصوص زبان میں حقائق کا چہرہ مسخ کرتے ہوئے از راہ غلط بیانی ان گستاخانہ اور کفریہ عبارات کی بجائے اصل اختلاف کی بنیاد علم غیب وغیرہ جیسے درحقیقت فروعی مسائل کو بتایا اور الٹا ہمارے متعلق لکھا کہ وہ علم غیب، مختار کل اور حاضر ناظر وغیرہا جیسے مسائل کو چھپانے کے لیے ان کی ان عبارات کو بطور ڈھال استعمال کرتے ہیں جس کی حقیقت ہم ابھی واضح کر چکے ہیں پس ان کے اس اقدام کو اگر ''مگر مچھ کے آنسو'' سے تعبیر کیا جائے تو کچھ بے جانہ ہوگا۔ باقی رہا ان کا یہاں پر ہمارے عقائد کو ''شرکیہ اور بدعیہ نظریات'' کا عنوان دینا؟ (ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۹۵) تو یہ کوئی نئی بات نہیں اور ان کا ایسا بلا دلیل دعویٰ ہے جس کی دلیل پیش کرنے سے وہ عاجز اور بے بس ہیں۔

رہا ان کا یہ کہنا کہ کسی عبارت پر فتویٰ اس وقت صحیح ہوتا ہے جب وہ اپنے کفریہ مفہوم میں صریح اور واضح ہو کہ اس میں کوئی احتمال نہ ہو اور قائل کی وہی مراد ہونا بھی ثابت ہو (ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۹۵ ملخصاً)؟

تو عرض ہے کہ ان عبارات پر یہ آپ کی اقراری ڈگری ہے کیونکہ وہ عبارات اپنے گستاخانہ مفہوم میں صریح اور ان کے مخترعین وقائلین سے بالالتزام ثابت ہیں۔

رہا یہ کہ آپ کے علماء کی ان عبارات کا غلط اور خود ساختہ مفہوم لے کر ان کے ذمہ لگایا گیا جس سے ان میں سے بعض نے اظہار برأت بھی کیا (ملخصاً) [ایضاحِ سنت جلد ا صفحہ ۹۶]

تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا یہ دعویٰ خلاف واقعہ ہے باقی ان بعض کی اظہار برأت والی عبارات وغیرہا آپ نے یہاں پیش نہیں کیں تا کہ ہم اس کا جائزہ لے سکتے اس لیے جب آپ اس کا ثبوت لائیں گے تو جواب ہمارے ذمہ بنے گا۔

پس آپ کا یہ کہنا کہ اس کے باوجود ان عبارات کی وجہ سے ان حضرات پر فتوے لگانا

ظالمانہ انداز اور شرعی اخلاقی اقدار کو پامال کرنا ہے(ملخصاً)۔ [ایضاح سنت جلد اصفحہ ۹۶]؟
ظالموں کی سرپرستی کرتے ہوئے حکم شرعی سے روگردانی کرنا ہے جو بذات خود ظلم ہے اور ستم بالائے ستم یہ کہ ظلم پر احتجاج کو ظلم کہا جارہا ہے اور چور کے پکڑنے والے کو چور۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

قولہٗ:- لکھتے ہیں: ''مفتی صاحب موصوف نے اپنی اس کتاب کے صفحہ ۷۶ سے آگے یہی ''پرانا رنڈی رونا'' رویا ہے اور بعض ایسی عبارات پیش کی ہیں جن کی وضاحت اور مخالفین کو ان کے جوابات پہلے کئی دفعہ دیئے جاچکے ہیں''۔ [ایضاحِ سنت جلد اصفحہ ۹۶]

اقولُ:- معاف کیجیے گا یہ آپ کے ''مگر مچھ والے آنسو'' ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کے علماء میں سے کسی نے بھی آج تک ان عبارات کی کوئی مطلوبہ معیار کی تسلی بخش توجیہ پیش نہیں کی اور نہ ہی یہ ان کے اور آپ کے بس کا روگ ہے جس کی دلیل آپ کی اس پیش نظر کتاب میں اس سلسلہ کے دیئے گئے آپ کے جوابات بھی ہیں جو ظاہر ہے کہ آپ کی انتہائی کوشش کا نتیجہ اور آپ کے چوٹی کے جوابات ہیں لیکن درحقیقت وہ تارِ عنکبوت اور مکڑی کے جالے سے بھی کمزور ہیں کہ ان میں مطلوبہ جواب کے علاوہ سب کچھ ہیں گالیاں جس پر مستزاد ہیں **فالی اللہ المشتکیٰ وھو المستعان**۔ تفصیل کے لیے سطور ذیل حاضر ہیں۔

''تکذیب کی حد'' بجواب ''کذب بیانی کی انتہاء'':-

چنانچہ گکھڑوی صاحب کے یکے از بانیان عقیدہ مولوی **محمد قاسم** صاحب نانوتوی بانیٔ مدرسہ دیوبند کی اسلام کے اجماعی عقیدہ ختم نبوت کی نفی میں وضع کردہ عبارات کے مصباح سنت میں پیش کرنے سے قبل ''تحریک ختم نبوت'' کے آخری دور کے ایک مناظرہ کا ذکر بھی ہم نے کیا جو علماء اہل سنت اور اس وقت کے مرزا قادیانی کے جانشین کے درمیان ہوا تھا جس کی تفصیل مصباح سنت میں موجود ہے ملاحظہ ہو (صفحہ ۷۶، ۷۷) جسے گکھڑوی صاحب کی جانب سے نہ صرف یہ کہ خارج از امکان قرار دیا گیا بلکہ راقم الحروف اور علماء اہل سنت کے متعلق انتہائی سوقیانہ بازاری قسم کی سخت گندی زبان بھی استعمال کی گئی مثلاً ''مفتی صاحب موصوف جس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اس طبقہ کا وطیرہ یہ رہا ہے کہ جھوٹ اتنا بولو کہ سچ نظر ہی نہ آسکے'' ''ورثہ میں ملے ہوئے اپنے اس

انداز کو اختیار کرتے ہوئے ''مدعی کے ماتھے پر جھوٹ کا جھومر'' اور ''بے عزتی اور مداہنت'' وغیرہا۔ (ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۹۳ تا ۹۵) جو خودان کی اپنی صفات ہیں اور یہ ان کی انتہاء درجہ کی تکذیب ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ کے بارے میں امکان کذب کا عقیدہ ہمارا نہیں انہی کا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے خانوادہ اور پیر خانہ کی نسبت سے جھوٹی کتابیں ان کے اکابر نے منسوب کر کے کذب بیانی کی انتہا انہوں نے خود کی جوان کی پیشانیوں پر کلنگ کا ٹیکہ ہیں نیز بے باکی ڈھٹائی اور شوخ چشمی کا مظاہرہ ...... اور یہ خود ہی اس کے قائل ہیں کہ جھوٹ اتنا بولو کہ سچ کا گمان ہونے لگے جس کی مکمل تفصیل ''ردّ شہاب ثاقب'' مؤلفہ علامہ الشاہ محمد اجمل صاحب سنبھلی اور ''خون کے آنسو'' مؤلفہ علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی (رحمہما اللہ تعالیٰ) میں ہے۔ جب کہ علماء اہل سنت کے متعلق اتنا بڑا جھوٹ سب بولتے ہیں مگر اس کے باوجود اس کا ثبوت کوئی ایک بھی دیو بندی عالم مہیا نہ کر سکا۔

پس لعنۃ اللہ علی الکذبین۔ فرماتے ہیں

جھوٹ رچا ہے اس قدر رگ و پے میں محسن
کہ چہرا اب مسخ نظر آتا ہے سچائی کا

اقولُ:- اس کا بہترین جواب وہ ہے جو ظفر علی خان نے اپنے بعض علماء دیو بند کو دیا تھا چنانچہ ان سے مخاطب ہو کر انہوں نے لکھا ہے کہ:

صورت تو بے شک مؤمنانہ ہے حضور کی
سیرت کا گوشہ گوشہ مگر ہندوانہ ہے

ملاحظہ ہو [چمنستان]

اس سے قطع نظر مرزائیہ اب بھی اپنے مناظروں میں جو ختم نبوت کے موضوع پر ہوں' نانوتوی صاحب کی ہی ان عبارات کو پیش کرتے ہیں جس کے ہم خود بھی شاہدین میں سے ہیں اور آپ بھی اس موضوع پر ان سے مناظرہ رکھ کر دیکھ لیں۔ بلکہ اپنے مناظرین کے لیے اس موضوع پر انہوں نے جو کتابیں لکھ رکھی ہیں ان میں بھی ان کو اس کی خاص تلقین کی گئی ہے جیسے ان کا رسالہ ''خاتم النبیین اور بزرگان امت''۔ جب کہ یہ تو ایک نا قابل تردید حقیقت ہے ہی کہ مرزا قادیانی کے لیے

اس کے جھوٹے دعویٔ نبوت کی گنجائش نکالنے والی کتاب درحقیقت نانوتوی صاحب ہی کی یہ کتاب تھی کیونکہ وہ قادیانی کے اس دعویٰ سے کم بیش اٹھائیس برس پہلے لکھی گئی تھی۔

اس کو بھی جانے دیجیے منصف مزاج قارئین سے درخواست ہے کہ وہ نانوتوی صاحب کی ان عبارات کو بچشم سر خود ہی مطالعہ کر کے دیکھ لیں اور فیصلہ فرمائیں کیونکہ وہ اردو زبان ہی میں ہیں جو یہ ہیں:

نانوتوی صاحب کی بنیاد اختلاف بعض عبارات:-

﴿عبارت نمبر۱:﴾ عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تأخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے'' اھ بلفظہٖ ملاحظہ ہو۔ [تحذیر الناس صفحہ۳ طبع راشد کمپنی دیوبند]

﴿عبارت نمبر۲:﴾ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ ملاحظہ ہو [تحذیر الناس صفحہ۱۴ طبع راشد کمپنی دیوبند]

﴿عبارت نمبر۳:﴾ ''بلکہ اگر بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجیے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے'' ملاحظہ ہو۔ [تحذیر الناس صفحہ۲۵ طبع مذکور]

گکھڑوی جواب کا ردّ:-

گکھڑوی صاحب کی جانب سے اس کے جواب میں جو ہاتھ پاؤں مارے گئے ہیں ان کی تفصیل مع الرد حسب ذیل ہے:-

لکھتے ہیں: مفتی موصوف نے صفحہ ۷۷ میں حضرت نانوتوی کی تین عبارات پیش کی ہیں جن کو خلط ملط کر کے ان کے اعلیٰ حضرت نے یہ ثابت کیا تھا کہ حضرت نانوتوی نے حضور علیہ السلام کی ختم نبوت زمانی کو عوام کا خیال قرار دیا ہے اور پھر یہ کہا کہ بالفرض حضور علیہ السلام کے زمانہ یا بعد میں بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو حضور علیہ السلام کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور یہی اعتراض

اپنے اعلیٰ حضرت کی اقتداء میں مفتی صاحب موصوف نے بھی کیا ہے"۔اھ بلفظہٖ۔[ایضاح سنت جلد اصفحہ ۹۶]

اقولُ:۔نانوتوی صاحب کی یہ تینوں عبارات اپنی اپنی جگہ پر مستقل اور علیحدہ علیحدہ تین کفر ہیں۔پس انہیں ملا کر لکھا جائے تو بھی کفر ہیں علیحدہ علیحدہ لکھا جائے تو بھی کفر ہیں۔لہٰذا"خلط ملط کر کے" کے الفاظ سے آپ جو عوام کو یہ تأثر دینا چاہتے ہیں کہ تین ٹکڑے ملا دیئے تو کفریہ معنیٰ نکل آیا جیسا کہ آگے چل کر اس کی تصریح بھی کی ہے۔(صفحہ ۹۷) یہ آپ کی دھوکہ دہی اور مغالطہ آفرینی ہے لیکن اس کی آپنے یہاں تصریح بھی نہیں کی کیونکہ آپ کو خود کو بھی اس کا احساس ہے ورنہ بتایئے کہ تینوں کو علیحدہ علیحدہ لکھنے سے ان میں کون سے ایمان والے معنیٰ پیدا ہو جاتے ہیں پھر یہ کہ فقیر نے تو انہیں علیحدہ علیحدہ کر کے پیش کیا ہے پس امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اس بے جا بدزبانی کی ضرورت ہی کیا تھی۔غزالیٔ زماں ضیغم اسلام حضرت قبلہ علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی امروہوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے رسالہ مبارکہ التبشیر بردالتحذیر میں اس خط ملط والے اعتراض کی دھجیاں بکھیر دی اور اس کے پرخچے اڑا دیے ہیں جس کا جواب گکھڑوی جماعت آج تک نہیں دے سکی مگر پھر بھی اس کی رٹ لگائے جا رہے ہیں ملاّں آں باشد کہ چپ نشود۔

باقی اعلیٰ حضرت کے حوالہ سے ان عبارات پر جو وجہ اعتراض نقل کی ہے وہ ادھوری ہے مکمل وجہ وہ ہے جو آپ نے اپنی کتاب عبارات اکابر (صفحہ ۱۳۷طبع گوجرانولہ مطبوعہ ۱۹۷۲ء) میں آپ کی نسبت سے لکھی ہے کہ:

> "اس میں خاتم النبیین سے خاتم زمانی مراد لینے کو عوام کا خیال بتلایا گیا ہے حالانکہ خاتم کے یہ معنیٰ خود حضور سرورعالم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام سے بھی مروی ہیں پس مصنف تحذیر الناس کے نزدیک آنحضرت ﷺ و تمام صحابہ کرام عوام میں داخل ہوئے"۔ اھ بلفظک۔

توضیح اعتراض:۔

اقولُ:۔ تشریح اس کی یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کا ارشاد ہے"لا نبی بعدی" یعنی میں اس

معنیٰ میں خاتم النبیین ہوں کہ میرے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے۔ اور یہ حدیث متواتر المعنیٰ ہے جیسا کہ آپ کے انور شاہ صاحب کشمیری اور مفتی محمد شفیع صاحب وغیرہما نے تصریحاً لکھا ہے نیز نانوتوی صاحب کے ''مناظرہ عجیبہ'' وغیرہا سے بھی ظاہر ہے بلکہ اس سے خود آپ کو بھی انکار نہیں اور یہی مضمون حضرات صحابہ کرام سے بھی بالتواتر منقول ہے جب کہ اس میں وارد لفظ بعد (لائق مبتدی بھی جانتے ہیں کہ) ظرف زماں ہے پس بعدیت زمانیہ والا معنیٰ ہی متعین ہوا جب کہ وہ اس کو اہل فہم کے مقابلہ میں عوام کا خیال قرار دے رہے ہیں جس سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ نانوتوی صاحب اپنی ان عبارات میں بعدیت زمانیہ والے معنیٰ کو غلط کہہ رہے ہیں اور دوسری یہ کہ وہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے آل واصحاب بلکہ بعد کے تمام اسلاف واخلاف ائمہ (مفسرین، محدثین، فقہاء وعلماء) کو عوام بمقابلہ اہل فہم لکھ کر معاذ اللہ ثم معاذ اللہ (نقل کفر کفر نباشد خاکم بدہن گستاخاں) بے وقوف کہہ کر گستاخی اور سخت سوء ادبی کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ یہ ہے سیدی اعلیٰ حضرت پھر ان کی اقتداء میں ہمارا اعتراض۔ جس کا جواب آپ پی گئے ہیں اور صحیح توجیہ پیش کرنے کی بجائے محض ادھر ادھر کی لگا کر دفع وقتی کی ہے۔ نیز اس کے ساتھ یہ بھی شامل کر لیں کہ نانوتوی صاحب نے خاتم النبیین کی تفسیر کرتے ہوئے ختم زمانی کے ساتھ جو ختم رتبی اور ختم مکانی ملائی ہیں اور اس کو منشاء خداوندی بتایا ہے جس کے مخترع ہونے کا انہیں اقرار ہے نیز یہ بھی کہ اس میں ان کا کوئی سلف نہیں جب کہ قرون اولیٰ میں اس کا داعیہ اور محرک بھی موجود تھا مگر اس کا کوئی نام ونشان نہیں ملتا جو آپ کے حسب اصول اس کے بدعت ہونے کی دلیل ہے۔ تو آپ اپنے نانوتوی صاحب اور ان کے توسط سے خود کو اور اپنی جماعت کو بدعت سے کس طرح بچائیں گے۔

باقی رہا یہاں پر آپ کا یہ کہنا کہ نانوتوی صاحب قاسم العلوم نمبر اول مکتوب دوم میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''(باب تفسیر میں) سوائے حضرت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام یا علماء راسخین فی العلم کے سب عوام ہیں'' (عبارات اکابر پہلا حصہ صفحہ ۱۳۷ طبع مذکور)؟ تو دیگر مباحث کا حق محفوظ رکھتے ہوئے عرض ہے کہ اس سے ان کی صفائی نہیں ہو جاتی بلکہ اعتراض مزید سخت ہو جاتا ہے کہ قاسم العلوم میں وہ اس حقیقت کو تسلیم کر لینے کے باوجود کہ حضرات انبیاء کرام اور صحابہ کرام اور دیگر راسخین فی العلم واجب الاحترام طبقہ سے تعلق رکھے ہیں، پھر بھی وہ انہیں تحذیر الناس میں عوام

کے طبقہ میں رکھ رہے ہیں پس اس سے سخت سوءادبی میں اور اضافہ ہوگیا کہ ان معظمین کے قابل تعظیم ہونے کا بھی وہ انکار کر بیٹھے۔ لہٰذا اس کے باوجود بھی آپ کا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں یہ کہنا کہ خان صاحب کی یہ انتہائی بددیانتی ہے'' (عبارات اکابر صفحہ ۱۳۷) آپ کی خالص شستہ زبانی ہے اور درحقیقت آپ ہی کے کمال دیانت کا آئینہ دار۔ اور کسی نے اس موقع پر ہی کہا ہوگا ع الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔

مناظرہ عجیبہ کے حوالہ کا رد:-

رہا آپ کا نانوتوی صاحب کے حوالہ سے یہ کہنا کہ انہوں نے اپنے رسالہ مناظرہ عجیبہ (صفحہ ۹، ۵۶، ۱۴۴) میں خاتمیت زمانی کو سب کے نزدیک مسلّم، اپنا دین ایمان اور اس میں تاویل کرنے والے کو کافر لکھا ہے'' ملخصاً [ایضاح سنت جلد ۱ صفحہ ۹۷]؟

تو عرض ہے کہ یہ باتیں انہوں نے صرف ان تین صفحات پر نہیں بلکہ صفحہ ۷۱، ۹۶ اور صفحہ ۱۱۵ پر بھی لکھی ہیں جو آپ کو کچھ مفید اور ہمیں کچھ مضر نہیں کیونکہ یہ ان کا تضاد اور تعارض ہے جو علماء دیوبند کے خصائص میں سے ہے۔ ورنہ آپ بتائیں کہ جب وہ خاتمیت زمانی والے معنیٰ کو بمقابلۂ اہل فہم، عوام کا خیال قرار دے رہے ہیں تو خاتمیت زمانی والے معنیٰ کو بمقابلہ اہل فہم عوام کا خیال قرار دے رہے ہیں تو خاتمیت زمانی ان کا دین ایمان کیونکر ہوئی اور ان کو کیسے مسلّم ہوئی۔ پس ان کا خاتمیت زمانی کے منکر کو کافر کہنا خود بقلم خود ان کے کفر پر اقراری ڈگری ہے جو لن پر اور ان کے توسّط سے آپ پر خدا کا غضب ہے والعیاذ باللہ العظیم۔

اگر اس قسم کی عبارات دلیل ہوں تو اس طرح کا کلام تو جھوٹا مدّعیٔ نبوت مرزا قادیانی بھی لکھ چکا ہے چنانچہ ایک طرف وہ دعویٔ نبوت کرتا ہے اور دوسری طرف ختم نبوت بمعنیٰ ختم زمانی کے منکر کو کافر بھی لکھتا ہے تو کیا وہ محض اتنا لکھنے سے اپنے کفر سے پاک ہوگیا؟ خدارا انصاف۔

چنانچہ اس نامراد کے لفظ ہیں:

''میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ اہل سنت جماعت کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلّم الثبوت ہیں اور سیدنا مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے

مدعیٔ نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحیٔ رسالت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگئی۔ اھ ملاحظہ ہو [اعلان مؤرخہ ۲/ اکتوبر ۱۸۹۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دوم صفحہ ۲۰ مجموعہ اشتہارات قادیانی بحوالہ ختم نبوت اور تحریک احمدیت مؤلفہ پرویز صفحہ ۷۴ طبع طلوع اسلام لاہور]

پیر کرم شاہ صاحب کے حوالہ سے مغالطہ کا رَدّ:-

رہا آپ کا یہاں یہ کہنا کہ: ''ان عبارات کے بارہ میں بریلوی مکتب فکر کے مفسر قرآن حضرت مولانا پیر کرم شاہ الازہری نے بھی واضح کیا کہ یہ عبارات کفریہ نہیں اور ان کے خط کا عکس تحذیر الناس مطبوعہ ادارہ العزیز کھوکھر کی گوجرانوالہ کے صفحہ ۳۰، ۳۱ میں شائع کیا گیا ہے اھ۔ [ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۹۷]

تو اس کے متعلق ممتاز مذہبی سکالر اور معروف اہل قلم محقق ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی دامت برکاتہم کی تحقیق پیش خدمت ہے۔ آپ نے لکھا ہے:

''پیر کرم شاہ صاحب کو ۱۹۶۴ء میں مغالطہ دیا گیا، انہوں نے غلط فہمی کا شکار ہو کر کتاب کی تعریف کردی۔ پھر ماہنامہ ضیائے حرم شمارہ اکتوبر ۱۹۸۶ء کے صفحہ ۴۹ پر انہوں نے اس بات پر ندامت وافسوس ظاہر کیا ہے (الندم توبۃ) اسی شمارہ کے صفحہ ۵۳ پر انہوں نے امام اہل سنت کے فتوے (حسام الحرمین) کی ''بے لاگ تنقید'' کے الفاظ سے تائید کی اور صفحہ ۴۴ پر نانوتوی کی عبارت کو خاتم النبیین کے اجماعی مفہوم کے مخالف قرار دیا اور صحابہ کرام کو زمرۂ عوام میں شمار کرنے اور اہل فہم سے خارج کرنے کی جسارت کی طرف متوجہ کیا۔ صفحہ ۴۶ پر لکھا کہ ان احادیث قطعیہ کے مقابلہ میں اپنی طرف سے ایک تفسیر کا اضافہ ایک اچنبھا ہے۔ آگے خاتمیت بمعنی تأخر زمانی لینے پر اعتراضات کو ایک طرفہ تماشا قرار دیا ہے۔ یہاں اچنبھا اور طرفہ تماشا کے الفاظ مفتی کی زبان نہیں بلکہ ادیب اور مصلح کی زبان کہے جا سکتے ہیں۔ ۱۹۷۷ء میں سورۃ طلاق کی تفسیر لکھتے ہوئے اثر ابن عباس کو موضوع اور من گھڑت قرار دیا تھا (تفسیر ضیاء القرآن، صفحہ ۳۰۸۲) اور تحذیر الناس کی بنیاد ہی اڑادی۔ ۱۹۷۱ء میں

سورۂ احزاب کی تفسیر میں صراحۃً لکھا کہ خاتم النبیین کا معنیٰ آخر النبیین ہے، یہاں فقط یہی مراد ہے (تفسیر ضیاء القرآن صفحہ ۲۱۵۱)۔ پیر کرم شاہ صاحب نے نانوتوی کے خلاف بہت کچھ لکھا ہے مگر مفتی کی بجائے ادیب کے رنگ میں لکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ''مطالعہ بریلویت'' کے مصنف کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ آخر کار پیر کرم شاہ صاحب نے سابقہ موقف چھوڑ کر دیو بندی حضرات کو تکفیر کا صدمہ پہنچایا ہے (مطالعہ بریلویت جلد ا صفحہ ۴۱۳) تو پھر ان کا سابقہ موقف بیان کرتے رہنا طفل تسلی نہیں تو اور کیا ہے''؟ اھ بلفظہٖ ملاحظہ ہو [حسام الحرمین کے سو ۱۰۰ سال صفحہ ۲۷، ۲۸ مطبوعہ تحریک فکر رضا ۹۵ اُندریا اسٹریٹ ناگپاڑہ ممبئی نمبر ۸ انڈیا]

آپ کی وضاحتی کتابیں:-

رہا یہ کہ ان عبارات کی وضاحت آپ نے اور آپ کے دیگر علماء نے اپنی کتابوں بانی دار العلوم دیو بند، عبارات اکابر، فیصلہ کن مناظرہ، رسائل چاند پوری اور حاشیہ تحذیر الناس وغیرہا میں کر دی ہے ملخصاً [ایضاحِ سنّت جلد ا صفحہ ۹۶، ۹۷]

ہماری جوابی کتابیں:-

ان سب کے جوابات حسام الحرمین تمہید ایمان، الصوارم الہندیہ، رادّ المہند، ردّ شہاب ثاقب، رد سیف یمانی، الحق المبین، دعوت فکر اور ڈاکٹر صاحب موصوف کی مذکورہ کتاب حسام الحرمین کے سو ۱۰۰ سال وغیرہا میں دے دیئے گئے ہیں۔ آپ نے جتنا لکھا اتنے کا جواب ہم نے بھی لکھ دیا اور باقی کو کتب پر محول کیا تو ہم نے بھی ترکی بہ ترکی طریقہ کار کو ملحوظ رکھا۔

انبیٹھوی صاحب کی بنیاد اختلاف عبارت:-

مصباح سنت میں ہم نے اصل اختلاف کی بنیاد چوتھی عبارت جو لکھی تھی وہ مع التفصیل حسب ذیل ہے:

''**گستاخانہ وکفریہ عبارت نمبر ۴:** اس سلسلہ کی ایک اور عبارت سرخیل دیو بند مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کی ہے جو موصوف نے اپنے بزرگ امام مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے حکم سے لکھی اس کے بعد ثانی الذکر نے بعد از مطالعہ اس کی تائید وتصدیق

بھی کی جس میں رسول اللہ ﷺ کا معاذ اللہ ابلیس اور ملک الموت سے موازنہ کر کے آپ کے علم شریف کو نہ صرف یہ کہ کم بتایا بلکہ اسے شیطان اور ملک الموت علیہ السلام کے لیے قرآن وحدیث کے ذریعے ثابت کہہ کر حضور عالم ماکان وما یکون ﷺ کے حق میں غیر ثابت بلکہ شرک قرار دیا جو حسب ذیل ہے: ''الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم ﷺ کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے''۔ ملاحظہ ہو [براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ طبع ساڈھورہ وکراچی]

گکھڑوی جواب کا رد:-

گکھڑوی صاحب کی جانب سے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ:

''حضرت سہارنپوری پر خان صاحب بریلوی بہتان باندھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انہوں نے لکھا ہے کہ ملک الموت اور شیطان کا علم حضور علیہ السلام سے زیادہ ہے (نعوذ باللہ) اور اسی کو مفتی صاحب موصوف نے صفحہ ۷۷،۸ میں لکھا ہے اس عبارت کی وضاحت بھی پہلے ذکر کی گئی کتابوں میں کئی بار ہو چکی ہے اور حضرت سہارنپوری نے خود المہند علی المفند میں اپنی جانب منسوب اس نظریہ کی تردید کی ہے بلکہ اسی بارہ میں حضرت سہارنپوری سے سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا (الی) مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے جو بندہ پر الزام لگایا ہے بالکل بے اصل اور لغو ہے۔ میں اور میرے اساتذہ ایسے شخص کو کافر و مرتد و ملعون جانتے ہیں جو شیطان علیہ اللعن کیا کسی مخلوق کو بھی جناب سرور عالم ﷺ سے علم میں زیادہ کہے (بحوالہ الختم علی لسان الخصم صفحہ ۹ مصنفہ ابن شیر خدا مولانا مرتضی حسن چاند پوری۔ اس کے باوجود ان کی جانب غلط نسب کر کے فتوی لگانا بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن کا مصداق ہی ہو سکتا ہے اھ''۔ [ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۹۸]

اقول:۔ انبیٹھوی صاحب کی پوری عبارت ہم نے نقل کر دی ہے جو کسی اور زبان میں نہیں اردو زبان میں ہے جسے ہر معمولی پڑھا لکھا بھی پڑھ کر فیصلہ کر سکتا ہے اس میں صاف طور پر ''علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے'' اور ''بلا دلیل'' اور ''محض قیاس فاسدہ'' سے لکھا اور یہ حکم بھی لگایا گیا ہے کہ ''شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے''۔ نیز اس کے برعکس اس کے فوراً بعد نہایت صاف صاف لکھا ہے: شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی''۔ نیز پھر سیدِ عالم ﷺ کے علم کی وسعت کی مزید نفی کرتے ہوئے ایک بار پھر لکھا ہے کہ ''فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے''؟ یعنی معاذ اللہ نہیں ہے اور شرک والا حکم جو اوپر لگایا تھا آخر میں پھر لگاتے ہوئے لکھا ہے کہ ''جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے''۔

انبیٹھوی صاحب کی اتنی وضاحتوں' صراحتوں اور تاکیدوں کے باوجود یہ رٹ لگائے جانا کہ ان پر اعلیٰ حضرت کا اور ان کی اقتداء میں ہمارا بہتان ہے اور یہ نظریہ ان کی طرف منسوب ہے جو انہوں نے بالکل لکھا ہے نہ کہا ہے'' جھوٹ پر جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔ پھر خود انبیٹھوی صاحب اسے اعلیٰ حضرت کا بالکل بے اصل اور لغو الزام کس منہ سے کہہ رہے ہیں۔ ان کی منقولہ بالا اصل عبارت کا ایک ایک لفظ ان کے اس بیان میں سخت جھوٹا ہونے پر شاہد عدل ہے ورنہ کیا یہ الفاظ ان کی بجائے کوئی چھپی ہوئی مخلوق لکھ گئی ہے۔ اس میں ان کے جھوٹے ہونے کی مزید دلیل اس عبارت کے جواب سے عاجز آ کر مکۃ المکرمہ سے بھاگ جانے کا واقعہ بھی ہے۔ جس کی تفصیل اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حسب ذیل ملفوظ شریف میں ہے آپ اپنی معرکۃ الآراء کتاب حسام الحرمین اور الدولۃ المکیۃ کے تذکرہ کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ ابتداء ہی میں یہ فتویٰ حضرت مولانا شیخ صالح کمال کے پاس تقریظ کو گیا تھا۔ ادھر حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے کتاب سنانے کے ضمن میں حضرت شریف سے خلیل احمد کے عقائد ضالہ اور اس کی کتاب براہین قاطعہ کا بھی ذکر کر دیا تھا۔ انبیٹھوی صاحب کو خبر ہوئی۔ مولانا کے پاس کچھ اشرفیاں نذرانہ لے کر پہنچے اور عرض کی حضرت مجھ پر کیوں ناراض ہیں۔ فرمایا کیا تم خلیل احمد ہو؟ کہا ہاں۔ مولانا نے فرمایا تجھ پر افسوس تو نے براہین قاطعہ میں وہ شنیع باتیں کیسے لکھی ہیں' میں تو تجھے زندیق لکھ چکا ہوں (اس سے پہلے مولانا غلام دستگیر قصوری مرحوم تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل لکھ کر علمائے مکہ سے تقریظیں

لے چکے تھے۔ اس پر مولانا شیخ صالح کی بھی تقریظ ہے اور اس میں انبیٹھوی صاحب اور ان کے استاذ گنگوہی صاحب کو زندیق لکھا ہے) انبیٹھوی صاحب نے کہا! حضرت جو باتیں میری طرف منسوب کی گئی ہیں افتراء ہیں میری کتاب میں نہیں ہیں۔ فرمایا: تمہاری کتاب براہین قاطعہ چھپ کر شائع ہو چکی ہے اور میرے پاس موجود ہے۔ انبیٹھوی نے کہا حضرت کیا کفر سے توبہ قبول نہیں ہوتی۔ فرمایا ہوتی ہے۔ مولانا نے چاہا کسی' مترجم کو بلائیں اور براہین قاطعہ انبیٹھوی کو دکھا کر ان کلمات کا اقرار کرا کر توبہ لیں مگر انبیٹھوی صاحب رات ہی میں جدہ کو فرار ہو گئے۔ حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے حضرت مولانا سید اسماعیل کو اس واقعہ کی اطلاع کا خط بھیجا' اور انہوں نے بعینہٖ اپنے خط میں رکھ کر مجھے بھیج دیا۔ وہ اب تک میرے پاس محفوظ ہے۔ صبح کو حضرت مولانا شیخ صالح کمال فقیر کے پاس تشریف لائے۔ اور خود یہ واقعہ بیان کیا۔ اور فرمایا: میں نے سنا وہ رات ہی میں بھاگ گیا۔ میں نے کہا: مولانا آپ نے بھگا دیا فرمایا میں نے۔ میں کہا: ہاں آپ نے۔ فرمایا: یہ کیونکر! میں نے عرض کیا! جب اس نے آپ سے پوچھا کہ کیا کافر کی توبہ قبول نہیں ہوتی: آپ نے کیا فرمایا: میں نے کہا ہوتی ہے۔ میں نے کہا اسی نے اسے بھگایا۔ آپ کو یہ فرمانا تھا کہ جو رسول اللہ ﷺ کی توہین کرے اس کی توبہ قبول نہیں۔ فرمایا! واللہ! یہ مجھ سے رہ گئی! میں نے کہا تو آپ ہی نے بھگایا اھ۔ ملاحظہ ہو۔ [ملفوظات اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ حصہ اوّل تا حصہ پنجم صفحہ ۱۶۲ تا ۱۶۵' طبع کارخانہ اسلامی کتب کراچی]

پس جب جرم ثابت ہو گیا ہے تو انبیٹھوی صاحب کے یہ الفاظ کہ ''میں اور میرے اساتذہ ایسے شخص کو کافر و مرتد و ملعون جانتے ہیں'' الخ ان کے کفر و ارتداد پر ان کی اقراری ڈگری ہیں جو ان پر خدا کے غضب کا نتیجہ ہیں۔

براہین قاطعہ کی دیگر گستاخانہ عبارات:۔

پھر بھی نہ مانیں تو اسی براہین قاطعہ سے اسی (زیر بحث) عبارت سے تھوڑا آگے لکھی ہوئی انبیٹھوی صاحب کی یہ تحریر بھی پڑھیں۔ لکھتے ہیں:

''اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر ہو چہ جائیکہ زیادہ''۔ ملاحظہ ہو [براہین قاطعہ صفحہ ۵۶

طبع دارالاشاعت کراچی]

اس میں وہ صاف صاف کہہ رہے ہیں کہ سید عالم ﷺ کا علم شریف ملک الموت علیہ السلام سے زیادہ تو کجا برابر بھی نہیں (العیاذ باللہ)

اس سے تھوڑا سا آگے اسی کے صفحہ پر لکھا ہے:

''اولیاء کو حق تعالیٰ نے کشف کر دیا کہ ان کو یہ حضورِ علم حاصل ہو گیا اگر اپنے فخر عالم علیہ السلام کو بھی لاکھ گونہ اس سے زیادہ عطا فرماوے ممکن ہے مگر ثبوت فعلی اس کا کہ عطا کیا ہے کس نص سے ہے کہ اس پر عقیدہ کی جاوے۔ اھ

انبیٹھوی صاحب اپنی اس عبارت میں بھی واضح طور پر کہہ رہے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا علم اولیاء کرام سے بھی زیادہ نہیں اللہ اگر زیادہ دینا چاہے تو دے تو سکتا ہے مگر اس نے آپ کو اتنا زیادہ علم دیا نہیں ہے (معاذ اللہ)۔

پس گنگھڑوی صاحب کے ان سے نقل کردہ ان کے ان الفاظ کو ان عبارات سے ملا کر اور قیامت کی پیشی کو سامنے رکھ کر فیصلہ کریں کہ انبیٹھوی صاحب واقعی جھوٹ بول کر اپنے کیے کو ڈھانپ رہے اور کہہ مکرنی کے گُر کو استعمال کر رہے ہیں یا شان رسالت کے سچے محافظ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ان پر بے اصل' لغو اور جھوٹا الزام لگایا ہے؟ گنگھڑوی صاحب والی نقل کردہ بحوالہ رسائل چاند پوری عبارت می کہہ رہے رہیں کہ شیطن کیا کسی بھی فرد مخلوق کے حوالہ سے انہوں نے یہ بات نہیں کہی اور جو کہے وہ کافر' مرتد اور ملعون ہے اور خود ان کے قلم سے لکھی ہوئی ان عبارات سے واضح ہے کہ انہوں نے یہ بات کہی ہے بلکہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ ملک الموت علیہ السلام سے حضور سید عالم ﷺ کا علم زیادہ ہونا تو کجا ان کے علم کے برابر بھی نہیں ہے نیز یہ کہ نبی رسول تو نبی رسول' ولیوں سے بھی آپ ﷺ کا علم شریف زیادہ نہیں۔

معلوم ہوا کہ انبیٹھوی صاحب نے واقعی اس جرم کا ارتکاب کیا ہے نیز وہ اپنے اس جرم کو چھپانے کے لیے جھوٹ پر جھوٹ بول رہے ہیں نیز ان کا اس جرم کے مرتکبین کو کافر مرتد اور ملعون قرار دینے کا فتویٰ ان کے حق میں بقلم خود...... ہونے کی اقراری ڈگری ہے نیز یہ کہ اعلیٰ حضرت کا یہ ان پر الزام نہیں بلکہ آپ کا اور آپ کی اقتداء میں ہمارا یہ بیان سو فی صد واقعہ کے عین

مطابق ہے جس سے گکھڑوی صاحب کا اس میں سخت کذّاب اور جھوٹا ہونا بھی روز روشن کی طرح واضح ہوگیا۔ بایں ہمہ وہ ہمیں ہی کوستے ہوئے لکھتے ہیں "اس کے باوجود ان کی جانب غلط نسب کر کے فتویٰ لگانا بے حیاباش وہر چہ خواہی کن کا مصداق ہی ہوسکتا ہے"۔ [ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۹۸]

اقول:۔ انہوں نے کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی زبان کا یہ جملہ کہ بے حیاباش الخ مشروط رکھا تھا پس جب انبیٹھوی صاحب کا جرم ثابت ہوگیا تو ان پر لگایا گیا فتویٰ خود بخود صحیح قرار پایا اور ان کے یہ الفاظ خود گکھڑوی صاحب پر ہی لوٹ گئے کہ آسماں کا تھوکا اپنے ہی منہ پر آیا کرتا ہے۔ حیرت ہے کہ گکھڑوی صاحب کو اللہ کے محبوب ﷺ کی عزت و عظمت جو خود اللہ کی عزّت و عظمت ہے' کا کچھ خیال نہیں اور اپنے ایک احقر العباد مولوی پر اتنے نثار ہورہے ہیں جیسے انہوں نے بھی کلمہ ان کا پڑھا ہو' نہایت درجہ بے غیرتی اور بے شرمی نہیں تو اور کیا ہے؟ ع شرم نبی نہ خوف خدا' یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

براہین قاطعہ پر دیگر علماء کے فتوے:۔

اس مقام پر بھی گکھڑوی صاحب نے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کا نام نامی محض آپ کے متعلق بدزبانی کرنے کی غرض سے ذکر کیا اور یہ بھی تأثر دینے کی کوشش کی کہ آپ براہین کے خلاف شرعی فتویٰ صادر کرنے میں متفرد تھے۔ یعنی دوسرے سب براہین کے حق میں تھے جو قطعاً خلاف واقعہ اور سراسر جھوٹ ہے کیونکہ یہ اختلاف پہلے سے جاری تھا۔ جس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ ۱۳۰۴ھ میں براہین قاطعہ وضع ہوئی جو انوار ساطعہ محررہ ۱۳۰۲ھ کے جواب میں اختراع کی گئی اور اس کے دلآزار مندرجات کے باعث مخلصین اہل اسلام میں بے چینی پھیل گئی یہاں تک کہ نزاعی صورت پیدا ہوگئی۔ حضرت سند الفضلاء وسیف بے نیام علامہ غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ جو صاحب براہین قاطعہ مولوی خلیل انبیٹھوی) کے احباب میں سے تھے اور انہیں صحیح العقیدہ سنی عالم سمجھتے تھے۔ ۱۳۰۶ھ میں بہاول پور تشریف لائے اس وقت انبیٹھوی صاحب بہاول پور میں پڑھاتے تھے براہین قاطعہ دیکھی تو دوستی دشمنی میں بدل گئے اور مناظرہ کی بھی ٹھن گئی۔ زبدۃ العارفین حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چشتی نظامی فاروقی رحمۃ اللہ تعالیٰ جو نواب آف بہاول پور کے مرشد گرامی بھی تھے اس کے ثالثوں میں تھے۔ فیصلہ یہ سنایا گیا کہ

انبیٹھوی اور اس کے ہمنوا خارج از اہل سنت ہیں اور ہمیں صدری طریقہ سے یہ روایت بھی پہنچی ہے کہ حضرت خواجہ صاحب نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اس شخص کی سزا یہ بنتی ہے کہ اسے ہاتھی کے پاؤں کے نیچے دے کر پامال کرا دیا جائے اور کم از کم یہ کہ ریاست بدر کر دیا جائے ورنہ پوری ریاست پر اس کی نحوست پڑے گی۔ انبیٹھوی صاحب چلتے بنے۔ ادھر حضرت مولانا قصوری علیہ الرحمۃ مناظرہ کی روئیداد (جس کا نام انہوں نے تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل تجویز فرمایا) لے کر حجاز مقدس پہنچے اسے علماء حرمین طیبین کی خدمت میں پیش کر کے تقریظیں حاصل فرمائیں جن میں مبحث فیہا عبارت کو خصوصیت کے ساتھ سید عالم ﷺ کی شان اقدس میں سخت سوء ادبی قرار دے کر اس کے قائلین کو کافر اور واجب القتل بتایا گیا نیز تصدیق کرنے والوں میں گنگوہی اور انبیٹھوی صاحب کے قدیم احباء میں سے حضرت مولانا رحمۃ اللہ کیرانوی مہاجر مکی علیہ الرحمۃ بھی ہیں جنہوں نے گنگوہی کے متعلق فرمایا تھا کہ رشید نارشید نکلا ہے۔ اس سب کی تفصیل تقدیس الوکیل وغیرہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ جس سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ یہ اختلاف پہلے سے چل رہا تھا، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت نے نہیں چلایا۔ آپ نے تو اختلاف کو مٹانے نیز دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرنے کی غرض سے اس کے تقریباً چودہ برس بعد المعتقد المنتقد کے حواشی میں اس کے خلاف فتویٰ صادر فرمایا۔ پھر ۱۳۲۴ھ علماء حرمین طیبین کی خدمت میں استفتاء مع فتویٰ خود بھیجا جس پر ۳۳ فقہاء علماء اسلام نے تصدیقی دستخط صادر فرمائے اور یہ مجموعہ حسام الحرمین بمنحر الکفر والمین کے نام سے منظر عام پر آیا۔ پھر مناظر اعظم مولانا حشمت علی خان علیہ الرحمۃ والرضوان نے اسے برصغیر کے علماء کی خدمت میں پیش کیا (جس کا بنیادی مقصد اس سوال کا جواب دینا تھا کہ علماء حرمین طیبین تو عربی تھے لہٰذا اردو کتابوں پر ان کے فتوے محل نظر ہیں جو ان کی شان افتاء پر چوٹ بھی ہے بہر حال) اس پر ۲۶۸ علماء و فقہاء اور ائمۂ وقت نے تصدیقی دستخط فرمائے جو اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ اعلیٰ حضرت اس میں متفرد بھی نہیں۔

مکمل اور صحیح تفصیل سے آگاہی کے لیے خصوصیت کے ساتھ "تقدیس الوکیل" اور الصوارم الہندیہ کا براہ راست مطالعہ بہت مفید رہے گا ______

❁

تھانوی صاحب کی بنیادِ اختلاف عبارت:۔

گستاخانہ وکفریہ عبارت نمبر۵:۔

اس سلسلہ کی پانچویں عبارت جو ہم نے مصباح سنت میں پیش کی تھی وہ دیو بندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب کی ہے جس میں موصوف نے حضور سید عالم ﷺ کے علم شریف کے بے قدر بلکہ ذلیل چیزوں کے علم سے تشبیہ دے کر آپ کی شان میں شدید توہین کی ہے جو من وعن حسب ذیل ہے:

وھی ھذہ ''آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے؟ ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے اھ ____ ملاحظہ ہو [حفظ الایمان صفحہ ۸ طبع راشد کمپنی دیو بند]

گکھڑوی جواب کا رد:۔

اس کی بھی کوئی صحیح توجیہ پیش کرنے کی بجائے پہلے تو یہ کہا گیا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اسے تھانوی صاحب سے منسوب کیا ہے نیز یہ کہ وضاحت کے لیے ''عبارات اکابر'' اور ''فیصلہ کن مناظرہ'' جیسی کتابیں دیکھیں مزید اس سلسلہ میں خود تھانوی صاحب کو پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کی متعلق انہوں نے لکھا ہے کہ:

''جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور دل میں بھی کبھی اس کا خطرہ گزرا جیسا اوپر معروض ہوا تو میری مراد کیسے ہوسکتی ہے۔ اور مزید لکھا ہے کہ جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔ اور پھر آخر میں لکھا ہے کہ میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ اور قول ہمیشہ آپ کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلمیۃ والعملیۃ ہونے کے باب میں یہ ہے بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' اھ۔ ملاحظہ ہو [ایضاح سنت جلد ۱ صفحہ ۹۸، ۹۹]

اقول:۔ اس میں بھی تھانوی صاحب نے انبیٹھوی صاحب کی طرح سخت کذب بیانی

اور سفید جھوٹ سے کام لیا ہے۔ اگر انہوں نے نہ ایسا کہا ہے نہ ہی ان کے دل میں کبھی اس کا خطرہ گزرا ہے تو ہم نے جو ان کی اصل اور مکمل عبارت نقل کی ہے اس کے الفاظ ''تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے''۔ نیز اس کے بعد کے الفاظ ''ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے'' کا کیا مطلب ہے۔ اس میں ''ایسا'' کا لفظ کیا تشبیہ کے لیے نہیں نیز کیا زید وعمرو کا مطلب ایرا غیرا نتھو خیرا۔ صبی کا معنیٰ ناسمجھ بچہ۔ مجنون کا معنیٰ پاگل۔ حیوانات کا معنیٰ جانور اور بہائم کا معنیٰ چوپائے نہیں ہے؟ نیز کیا ''حضور ہی کی کیا تخصیص ہے'' کے الفاظ سے انہوں نے ان سب بے قدر اور ذلیل چیزوں کا حضور سید عالم ﷺ کے ساتھ مشترک ہونا بیان نہیں کیا؟ کیا ہے اور ضرور کیا ہے'' پس وہ اس سے انکار کیونکر کر سکتے ہیں؟ معلوم ہوا کہ اس میں انہوں نے اپنے جرم توہین کو چھپانے کی غرض سے جھوٹ سے کام لیا ہے۔ لٰہذا اعلیٰ حضرت نے ان سے کوئی جھوٹی بات منسوب نہیں کی نیز گکھڑوی صاحب بھی اپنے حکیم الامّت کی اقتداء میں ان کے اس نسخۂ شفاء'' کو کام میں لائے ہیں۔ نیز اس کے باوجود تھانوی کا ایسی عبارت کے قائل کو ''خارج از اسلام'' قرار دینا ان کی اپنے حق میں بقلم خود اپنے کفر پر اقراری ڈگری اور خدا کا غضب ہے والعیاذ باللہ۔

باقی ان کا آپ ﷺ کے متعلق یہ کہنا کہ ان کے عقیدہ میں آپ کی شان ہے ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر''؟

تو یہ ان کا محض زبانی جمع وخرچ ہے جس کا حقیقت سے دور کا واسطہ بھی نہیں کیونکہ جو ماننے والا ہو وہ بے ادب نہیں ہوتا۔ خدانخواستہ بھولے سے کوئی خلاف شان لفظ صادر ہو جائے تو توجہ دلانے پر جھوٹ اور تلبیس کے کام لینے اور غرہ ہونے کی بجائے سراپا توبہ بن کر عجز و انکسار کا مظاہرہ کرتا ہے۔

ہاں اگر ''قصہ مختصر'' سے ان کی مراد تقویۃ الایمانی اختصار ہے تو پھر وہ اس میں سو فی صد صحیح ہیں کہ ان کا اور ان کے بزرگوں کا یقیناً یہی عقیدہ ہے۔ چنانچہ ان کے امام الطائفہ نے انہیں اس بارے میں تلقین کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو۔

سوان میں بھی اختصار کرواور اس میدان میں منہ زور گھوڑے کی طرح مت دوڑو۔

اھ ملاحظہ ہو [تقویۃ الایمان صفحہ ۵۹ طبع میر محمد کتب خانہ کراچی]

یہ ہے تھانوی کے ''قصہ مختصر'' کا اصل قصہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العظیم۔

نوٹ:- تھانوی صاحب کی یہ عبارت ان کے رسالہ بسط البنان کی ہے جو انہوں نے رسوائے زمانہ نام نہاد رسالہ حفظ الایمان کے بعد لکھا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے تغیر العنوان کے نام سے ایک اور رسالہ بھی لکھا تھا جس میں انہوں نے حفظ الایمان کی عبارت کے صحیح ہونے کی تصریح کے ساتھ اسے بدل دیا تھا۔ نہ معلوم گکھڑوی صاحب نے اس کا حوالہ یہاں کیوں نہیں دیا۔ ع

کچھ تو ہے آخر جس کی پردہ داری ہے۔

گکھڑوی نتیجہ اور اپیل:-

اس بحث کے آخر میں گکھڑوی صاحب کی جانب سے لکھا ہے کہ قارئین کرام! جن حضرات کی عبارات پیش کر کے ان پر فتوے صادر کیے گئے ہیں ان کی اپنی عبارات آپ نے ملاحظہ فرمالیں۔ اب آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ ان فتووں کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے۔ اور جس فریبی انداز میں علماء حرمین سے علماء دیوبند کے خلاف فتوے لے کر حسام الحرمین لکھی گئی اس کی حقیقت المہند علی المفند حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کی کتاب الشہاب الثاقب میں تفصیل سے ملاحظہ فرمائیں''۔ اھ [ایضاح سنت جلد ۱ صفحہ ۹۹، ۱۰۰]

ہماری گزارش:-

اس بارے میں ہماری گزارش یہ ہے کہ حق واضح ہو چکا اور یہ حقیقت کھل کر سامنے آ گئی ہے کہ گکھڑوی صاحب کے وہ پیشوایان جنہیں وہ ''جن حضرات'' کہہ رہے ہیں واقعی جرم تنقیص کے مرتکب ہوئے ہیں جس کے بعد انہوں نے اپنے اس جرم کو چھپانے کے لیے جھوٹ پر جھوٹ بولے ہیں اور اس سلسلہ میں اعلیٰ حضرت اپنے بیان اور موقف میں قطعاً صادق اور حق بجانب ہیں۔ لہٰذا آئندہ ان کے دام تزویر سے بچ کر مسلک اعلیٰ حضرت پر گامزن رہیں اور المہند نیز الشہاب الثاقب کی چال بازیوں سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے حضرت صدر الافاضل کا رسالہ التحقیقات لدفع التلبیسات۔ مناظر اعظم کی رد المہند اور مفتی اعظم کی کتاب ردّ شہاب ثاقب کا

مطالعہ ضروری ہے ...... نیز ان بیماریوں سے تحفظ کے لیے تمہید ایمان مصنفہ اعلیٰ حضرت اور الحق المبین مصنفہ غزالی زماں (علیہما الرحمۃ والرضوان) کو ہمیشہ حرز جاں بنا کر رکھیں۔

جواب ندارد:۔

مصباح سنت (صفحہ ۸۰ تا ۹۳) میں راہ سنت پر اٹھائے گئے ہمارے اعتراضات نیز کیے گئے تبصروں کا گکھڑوی صاحب کی جانب سے کوئی جواب نہیں دیا گیا سوائے ''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر'' کے عنوان کے جب کہ اس کے حوالہ سے بھی محض ایک لچر سا الزامی جواب دیا گیا ہے۔ تفصیل اگلی سطور میں آ رہی ہے جو گکھڑوی صاحب کے عجز یا تسلیم کی دلیل ہے۔

چنانچہ صفحہ ۸۰، ۸۱ پر ہم نے بیان کیا تھا کہ اکابر دیوبند اعلیٰ حضرت کی نصیحت کا احسان ماننے کی بجائے ذاتیات کو بنیاد بنا کر انتقامی کاروائی پر اتر آئے اور چال بازیوں سے کام لیتے ہوئے طرح طرح کے غلط الزامات عائد کیے۔ گکھڑوی کی جانب سے اس کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔

نیز صفحہ ۸۱، ۸۲ پر راہ سنت کے حوالہ سے ہم نے لکھا تھا کہ گکھڑوی صاحب نے اپنی یہ کتاب محض انتقامی جذبہ کے پیش نظر وضع کی ہے کسی دینی جذبہ سے نہیں اس کا بھی جواب ندارد۔

نیز صفحہ ۸۲، ۸۳ پر ہم نے لکھا تھا کہ گکھڑوی صاحب نے یہ رونا تو رویا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے ان کے اکابر کو فلاں فلاں کو کافر کہہ دیا مگر چال بازی سے اس کی وجہ ظاہر کرنے کی بجائے الٹا اس کے بلا وجہ ہونے کا تاثر دیا (وغیرہ) اس کا بھی کوئی جواب نہیں دیا گیا۔

نیز صفحہ ۸۴ تا ۸۸ متعدد دلائل اور گکھڑوی صاحب کے حکیم الامت تھانوی وغیرہ کے حوالہ سے لکھا تھا کہ تکفیر بھی احکام شرعیہ میں سے ہے جو فرض ہو جانے کی صورت میں اتنی لازم ہو جاتی ہے کہ اس میں کوتاہی کرنے والا اہل منصب شرعاً خود اس کی زد میں آ جاتا ہے اور خصوصیت کے ساتھ گکھڑوی صاحب کے پیش رو در بھنگی کی یہ عبارت جو اعلیٰ حضرت کے متعلق ہے بھی ہم نے باحوالہ لکھی تھی کہ ''خان صاحب (اعلیٰ حضرت) پر ان علماء دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہو جاتے کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے'' (تفصیل مصباح سنت میں ملاحظہ فرمائیں) اس کا بھی کوئی جواب نہیں دیا گیا۔

صفحہ ۸۹'۹۰ پر صاحب تجانب کے بعض اکابر دیو بند وغیرہم کی تکفیر کی وجہ ہم نے مدلل اور باحوالہ بیان کی۔اس کو بھی گکھڑوی صاحب کی جانب سے چھوا تک نہیں گیا۔نیز صفحہ ۹۰'۹۱ پر ہی ہم نے گکھڑوی صاحب کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی کی زبانی باحوالہ لکھا تھا کہ اہل دیوبند نے انہیں ابوجہل تک کہا۔اس کا بھی ان کی طرف سے یہاں کوئی جواب نہیں دیا گیا۔

نیز صفحہ ۹۱ پر عثمانی صاحب موصوف کا اپنے دیوبندی علماء کے بارے میں یہ بیان ہم نے پیش کیا تھا کہ ''پرلے درجے کی شقاوت وحماقت ہے کہ قائد اعظم کو کافر اعظم کہا جائے'' جس کا مطلب یہ ہے کہ دیوبندی علماء نے قائد اعظم پر کافر اعظم ہونے کے فتوے واقعی داغے تھے مگر اس کا بھی کوئی جواب نہیں دیا گیا۔

نیز گکھڑوی صاحب کے اس اعتراض اور الزام کے جواب میں کہ کوئی بھی مسلمان لیڈر ایسا نہیں ہے جسے اعلیٰ حضرت نے کافر قرار نہ دیا ہے' ہم نے صفحہ ۹۱ تا ۹۴ پر مدلل کر کے باحوالہ جات لکھا تھا کہ خود بعض وہ شخصیات جنہیں یہاں پر گکھڑوی صاحب نے گویا اعلیٰ حضرت کے ظلم تکفیر کا نشانہ ظاہر کر کے اپنے اکابر پر آنسو بہائے تھے اور ''روندی ہئی یاراں نوں لے لے ناں بھرانواں دا'' کا مظاہرہ کیا تھا ان میں سے بیشتر وہ ہیں جنہیں خود گکھڑوی صاحب کے اکابر نے گمراہ بددین اور کافر وغیرہ لکھا ہے نیز بعض ان میں وہ بھی ہیں جو خود یا دش بخیر گکھڑوی صاحب کے فتووں کی زد میں بھی آتے ہیں۔چنانچہ صفحہ ۹۱ تا ۹۳ پر ہم نے گکھڑوی صاحب کے غیرت مند عمدۃ المحدثین عالم یوسف بنوری صاحب (ایضاح سنت جلد ۱ صفحہ ۹۳) کے حوالہ سے کہا تھا کہ موصوف نے ممدوح گکھڑوی ابوالکلام آزاد کے بارے میں لکھا ہے کہ اس نے اپنی نام کی تفسیر القرآن (ترجمان القرآن) میں بکثرت سنت' اجماع امت اور جمہور سلف کی مخالفت کی ہے حتیٰ کہ اس نے یہودیت اور نصرانیت کو بھی موجب نجات قرار دیا اور تدلیسات وتلبیسات سے کام لے کر اس قسم کی بہت سی ہفوات کا اختراع کر کے عوام کو ورطۂ ہلاکت میں ڈالا وہ اس قابل نہیں کہ اسے دینی پیشوا مانا جائے وہ انتہائی مغرور شخص اور ائمۂ دین خصوصاً امام اعظم ابوحنیفہ کا سخت بے ادب اور گستاخ انسان اور پکا غیر مقلد تھا۔اسی طرح صفحہ ۹۳ پر حالی کے بارے میں بھی باحوالہ لکھا تھا کہ وہ بھی غیر مقلد تھا جب کہ اپنی کتابوں میں گکھڑوی صاحب نے غیر مقلدین کو بہت کچھ

لکھ چکے ہیں۔ نیز صفحہ ۹۲، ۹۳ پر باحوالہ لکھا تھا کہ کہ ابوالکلام کو تھانوی صاحب نے نیچری اور نیچریوں کو گمراہ لکھا ہے نیز صفحہ ۹۲ پر یہ بھی لکھا تھا کہ بنوری صاحب مذکور نے شبلی نعمانی (ممدوح گکھڑوی) کو مداہن اور سرسید کا روحانی رشتہ قرار دیا اور خود سرسیّد کو سفیہ، جاہل، ضال، مضل، مسخرہ، شیطان، بصیرت کا اندھا، زندیق، ملحد، بے دین اور کافر کہا ہے۔

اسی طرح شبلی نعمانی کو بھی گکھڑوی صاحب کے حکیم الامۃ نے نیچری لکھا ہے۔ ان میں سے گکھڑوی صاحب نے کسی کا بھی کوئی جواب نہیں دیا اور ایسے خاموش ہیں جیسے کسی کو سانپ سونگھ گیا ہو ـــــــ

نیز صفحہ ۹۵ تا ۹۷ اور ۱۰۱ پر ہم نے تحریک پاکستان کے بارے میں فریقین کے کردار کے بارے میں مدلل اور باحوالہ لکھا تھا کہ اہل سنت و جماعت جماعتی سطح پر پاکستان کے حامی تھے جب کہ اہل دیوبند اور غیر مقلدین جماعتی سطح پر پاکستان کے کٹر مخالف اور کانگریس کے پُر زور اور سرفروش حامی تھے۔ اس کا بھی کوئی جواب نہیں دیا گیا۔

نیز ۹۸ اور ۱۰۱ پر بعض دیابنہ اور بعض غیر مقلدین کے بارے میں باحوالہ لکھا تھا کہ وہ تحریک پاکستان کی حمایت میں اس وقت اور بالکل آخری مراحل میں شامل ہوئے جب انہیں یقین ہو گیا تھا کہ اب پاکستان کا بن جانا یقینی ہو چکا ہے اور وہ بھی جذبۂ پاکستان و اہل اسلام کے تناظر میں نہیں بلکہ محض اس لیے شامل ہوئے کہ وہ اپنا حق جماتے ہوئے مستقبل میں مفادات اٹھا سکیں۔ اس کا بھی کوئی جواب نہیں دیا گیا۔

اسی طرح صفحہ ۹۸، ۹۹ پر صاحب تجانب و مصدقین تجانب کے موقف اور دیوبندی موقف کے مابین زمین و آسمان کا سا فرق ہونا باحوالہ بیان کیا تھا اس کا بھی کوئی جواب نہیں دیا گیا جو گکھڑوی صاحب کی شکست فاش در شکست فاش کی روشن دلیل ہے ـــــــ

اس ضمن میں انہوں نے مصباح سنت جلد ا صفحہ ۱۰۱ سے حضرت شرف ملّت علامہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحکیم صاحب شرف قادری مدظلہ العالی کی ایک عبارت کا ایک من پسند ٹکڑا نقل کر کے اس سارے مفصل عنوان کا جواب قرار دے دیا ہے نیز خانہ پری کے لیے مولوی شبیر احمد عثمانی صاحب کا نام بلا دلیل پیش کر کے پاکستان کے مالک بن بیٹھے ہیں حالانکہ ان کی اس تحریک میں

شرکت وغیرہ کی نوعیت کو بیان کر کے اس کا پیشگی جواب مصباح سنت میں دیا جاچکا ہے۔ ملاحظہ ہو [ایضاح سنّت جلد اصفحہ ۱۰۰'۱۰۱ نیز مصباح سنت جلد اصفحہ ۹۸'۱۰۱]

من شک فی کفرہ الخ کے حوالہ سے گکھڑوی سوال کا جواب:۔

ہم نے مصباح سنّت میں بعض اکابر دیوبند کی گستاخانہ اور کفریہ عبارات کی بناء پر تکفیر کی وجہ کو بالتفصیل دلائل شرعیہ اور خود گکھڑوی صاحب کے بعض اکابر کے اقوال سے واضح کیا تھا اور یہ حکم بھی خود ان کے پیشوایان مذہب سے دکھایا تھا کہ جو شخص کسی کافر کے کفر پر مطلع ہو کر بھی اس کے کافر اور معذّب ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے نیز خصوصیت کے ساتھ ان کے امام در بھنگی صاحب کی یہ عبارت بھی پیش کی تھی کہ ''اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر ان گستاخانہ عبارتوں کے وضع کرنے والوں کی تکفیر فرض تھی اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہو جاتے کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے'' اھ۔ باحوالہ مکمل تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو [مصباح سنت جلد اصفحہ ۸۵تا۸۸]

گکھڑوی جواب کا ردّ:۔

گکھڑوی صاحب سے اس کا صحیح جواب نہیں بن پڑا اس لیے انہوں نے نہایت درجہ شوخ چشمی سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے ہنس کر ٹالتے ہوئے اتنا لکھا ہے کہ:

''مفتی صاحب نے تین چار صفحات صرف اس پر سیاہ کیے کہ بریلوی شاہ اسمٰعیل شہید اور علماء دیوبند کو کافر کہنے میں مجبور ہیں اس لیے کہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔ اس نظریہ پر ذرا غور کر کے مفتی صاحب موصوف اپنے اعلیٰ حضرت کے بارہ میں بھی کچھ لب کشائی فرمائیں جو یہ کہتے ہیں کہ امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا۔ ہمیں ہمارے نبی کریم ﷺ نے اہل لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے (حسام الحرمین صفحہ ۴۳ بحوالہ عبارت اکابر صفحہ ۱۰۶ وتمہید صفحہ ۴۳ بحوالہ احدی التسعۃ علی الواحد من الثلاثین صفحہ ۶ مصنفہ ابن شیر خدا مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری) اس میں مفتی صاحب موصوف کے اعلیٰ حضرت نے حضرت شاہ اسمٰعیل شہید پر نہ صرف کفر کا حکم نہ لگانے کا لکھا بلکہ ان کو اہل لا الٰہ الا اللہ میں بھی شمار کیا ہے'' ۔اھ

ملاحظہ ہو [ایضاح سنّت جلد اصفحہ ۱۰۰]

(دہلوی کی عدم تکفیر کی وجہ) اقولُ:-

''تین چار صفحات سیاہ کیے'' کہنے سے ہمارے دلائل کا جواب کیونکر ہوگیا؟ پھر اس بارے میں زیادہ تر حوالہ جات ہم نے گکھڑوی صاحب کے اکابر کے پیش کیے ہیں تو انہوں نے یہ بات اپنی جتنی کتابوں میں لکھی ہے وہ بھی گکھڑوی لغت کے مطابق سیاہ ہیں یا نہیں؟ پھر مصباح سنت میں ہم نے کہاں اور کس صفحہ پر اسمٰعیل دہلوی صاحب کے اس حکم میں شامل ہونے کا ذکر کیا ہے نیز یہ جھوٹ کیوں اور کس حکمت کی بناء پر بولا ہے؟ رہی ان کی عدم تکفیر؟ تو اوّلاً: اس کے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف کیے گئے اس پروپیگنڈہ کا سخت باطل ہونا واضح ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے ماسوا سب کو کافر کہتے ہیں۔ ثانیاً: اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ جب آپ مسئلہ تکفیر میں اس قدر محتاط ہیں تو جن لوگوں کی آپ نے تکفیر فرمائی جیسے قادیانی' گنگوہی' نانوتوی' انبیٹھوی اور تھانوی وغیرہم تو وہ بلاوجہ نہیں بلکہ ان لوگوں کے التزام کفر کے ثبوت کے بعد محض شرعی حکم کی بناء پر فرمائی لہٰذا وہ لوگ واقعی پکے کافر ہیں پس گکھڑوی صاحب کو بھی یہ مان لینا چاہیے لیکن تعجب ہے کہ گکھڑوی صاحب کے ہم منصب دیوبندی علماء اسے دوسروں کے بارے میں تو صحیح مانتے ہیں مگر اپنے بارے میں اس سے انہیں انکار ہے۔ چنانچہ گکھڑوی صاحب کے پیش رو خلیفہ تھانوی مولوی چاند پوری صاحب نے لکھا ہے کہ:

''خان صاحب نے اگر دنیا میں کسی کی تکفیر صحیح کی ہے تو فرقہ مرزائیہ ہے''۔ ملاحظہ ہو
[مجموعہ رسائل چاند پوری جلد دوم صفحہ ۳۴۱ طبع انجمن ارشاد المسلمین لاہور مطبوعہ ۱۹۸۵ء]

اقولُ:- یہ تفریق حیرت انگیز اور مضحکہ خیز ہے کیونکہ مرزائیہ اور دیابنہ جرم میں برابر ہیں بلکہ مرزائیوں کو شہ دینے والے خود دیوبندی ہیں چنانچہ ختم نبوت بمعنی آخری نبی کو بے وقوف عوام کا خیال بتاتے ہوئے بانی مدرسہ دیوبند نے جو رسالہ تحذیر الناس تحریر کیا وہ قادیانی کے دعویٰ نبوت سے کم وبیش اٹھائیس برس پہلے کا ہے جس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں بھی گزر چکی ہے اور مصباح سنت حصہ اوّل میں بھی کی جا چکی ہے۔

ثالثاً: اسمٰعیل دہلوی کی عدم تکفیر کی وجہ خود اسی عبارت میں موجود ہے جو گکھڑوی صاحب

نے پیش کی ہے اور از راہ خیانت اس کا وہ حصہ نقل ہی نہیں کیا۔ چنانچہ اس سے آگے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ کے لفظ ہیں: ''جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لیے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے فان الاسلام یعلو ولا یعلیٰ (الیٰ) یہ بندۂ خدا وہی تو ہے جو خود ان دشنامیوں کی نسبت (جب تک ان کی ان دشنامیوں پر اطلاع یقینی نہ ہوئی تھی (الیٰ) اس وقت تک کلمہ گوئی کا پاس لازم تھا' غایت احتیاط سے کام لیا (الیٰ) جب صاف صریح انکار ضروریات دین و دشنام دہی رب العٰلمین وسید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین آنکھ سے دیکھی تو آپ بے تکفیر چارہ نہ تھا کہ اکابر ائمہ دین کی تصریحیں سن چکے کہ من شک فی عذابہ و کفرہ فقد کفر جو ایسے کہ معذب و کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے۔ اپنا اور اپنے دینی بھائیوں عوام اہل اسلا کا ایمان بچانا ضروری تھا' لاجرم حکم کفر دیا اور شائع کیا وذٰلک جزاء الظٰلمین اھ ملخصاً بلفظہٖ۔ ملاحظہ ہو۔ [تمہید ایمان صفحہ ۳۹ تا ۴۱ طبع مکتبہ نوریہ رضویہ لائل پور]

ضعیف احتمال کی وضاحت از صدر الافاضل:-

رہا یہ کہ دہلوی صاحب کی عدم تکفیر کے بارے میں ضعیف احتمال کی نوعیت کیا تھی؟ تو اس کی وضاحت امام اہل سنت کے تلمیذ ارشد' خلیفۂ اجل اور معتمد ترین رفیق حضرت صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے سنیے۔ آپ اس کے متعلق اپنی کتاب ردِّ تقویت الایمان کے بالکل آخر میں رقم طراز ہیں:

''تقویت الایمان کے کثیر کفریات مذکور ہو چکے۔ حضرات انبیاء اور سیّد انبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین و تنقیص کے کلمات اور بے ادبانہ بدگوئیوں اور گستاخیوں سے کتاب بھری ہوئی ہے۔ ایسے کلمات بے شک کفر ہیں۔ شفاء شریف جلد ۲ صفحہ ۲۳۷ میں ہے: ان جمیع من سب النبی ﷺ اوعابہ اوالحق بہ نقصاً فی نفسہ اودینہ اونسبہ او خصلۃ من خصالہ اوعرض بہ اوشبھہ بشئ علیٰ طریق السبّ لہ اوالازراء علیہ اوالتصغیر لشانہ اوالنقص والعیب لہ فھو سابّ لہ والحکم فیہ حکم الساب ۔ لیکن چونکہ اسمٰعیل کی نسبت یہ مشہور تھا کہ اس نے اپنے تمام اقوال سے توبہ کر لی تھی اس لیے علماء محتاطین نے اس کو کافر

کہنے سے احتیاط زبان روکی اور اقوال کو کفر وضلال بتایا۔اس کا علم تو اللہ کو ہے کہ اس نے واقع میں توبہ کی تھی یا نہیں اگر چہ آج کل کے وہابیہ جو اس کے کفریات کی حمایت وترویج کرتے ہیں وہ توبہ کے منکر ہیں' چنانچہ مولوی رشید احمد گنگوہی سے کسی نے سوال کیا کہ ایک بات یہ مشہور ہے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب شہید نے اپنے انتقال کے وقت بہت سے آدمیوں کے روبرو بعض مسائل تقویت الایمان سے توبہ کی ہے آپ نے یہ بات کہیں سنی ہے یا محض افتراء ہے؟ اس کے جواب میں لکھتے ہیں توبہ کرنا ان کا بعض مسائل سے محض افتراء اہل بدعت کا ہے (فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول صفحہ ۶۲) لیکن جن علماء نے سنا کہ اس کی نسبت توبہ کی شہرت ہے انہوں نے احتیاط کی۔علامہ علی قاری ضوء المعانی شرح بدء الامالی صفحہ ۵۱ میں فرماتے ہیں: **لا یخفیٰ ان الاستحلال امر قلبی غائب من ظاهر الحال ولوفرض وجوده اولا یحتمل انه مات تائباً عنه اخرفلا یجوز لعنه لا ظاهرا ولا باطناً** احتمال توبہ کی وجہ سے علماء کرام یزید جیسے بدبخت شقی پلید کے حق میں لعن سے احتیاط فرماتے ہیں۔یہی حال اسمٰعیل کا ہے جس کی توبہ کی شہرت تھی۔لیکن اسمٰعیل کے بعد وہابیہ کے اور دوسرے پیشواؤں نے شان انبیاء علیہم السلام میں شدید گستاخیاں کیں اور توہین کے نہایت ناپاک کلمات لکھے اور باوجود بار بار کے رد کے ان پر مصر رہے۔توبہ کی طرف مائل نہ ہوئے' ان کی تکفیر میں علماء عرب وعجم نے کوئی تأمل نہ فرمایا اور نہ ایسی حالت میں شریعت طاہرہ تأمل کی اجازت دیتی ہے۔اللہ تعالیٰ ان حضرات کو ان کی نیت وحسن عمل کی جزا عطا فرمائے اور اپنے بندوں کو کفر وضلالت سے بچائے۔امین۔**وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه وسید انبیائه محمد واٰله واصحابه اجمعین** اھ

نوٹ:- الطیب البیان کے الفاظ ''یہ مشہور تھا'' کے تحت حاشیہ ۱ کا عنوان ذے کر منہیہ میں لکھا ہے کہ: ''اور پرانے وہابی اکثر یہی کہا کرتے تھے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب ان کفریات سے توبہ کر کے مرے''۔ ملاحظہ ہو [اطیب البیان رد تقویۃ الایمان صفحہ ۳۵۱' ۳۵۲ طبع مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی نمبر۱]

اقول:- امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظ شریف میں ہے آپ سے عرض کی گئی اسمٰعیل کو کیسا سمجھنا چاہیے''؟ تو آپ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: میرا مسلک یہ

ہے کہ وہ یزید کی طرح ہے اگر کوئی کافر کہے منع نہ کریں گے اور خود کہیں گے نہیں الخ ملاحظہ ہو [الملفوظ حصہ اوّل صفحہ ۱۳۸ نیز صفحہ ۶۷ نحوہ طبع کراچی]

اطیب البیان کی عبارت سے عبارت ہٰذا کو ملا کر واضح ہوتا ہے کہ صدرالافاضل نے دہلوی کی عدم تکفیر کی جو وجہ بیان فرمائی وہ اعلیٰ حضرت ہی کی ہے کیونکہ صدرالافاضل نے اسمٰعیل دہلوی کا حکم بیان فرماتے ہوئے اسے بحکم یزید قرار دیا ہے اور یہی کچھ اعلیٰ حضرت کی عبارت میں مصرّح ہے۔ **فافهم و لا تكن من الغفلين۔**

خلاصہ یہ کہ حسبِ بالا اسمٰعیل دہلوی کا معاملہ بعض دیگر علماء دیوبند سے جدا ہے پس اس کا نام یہاں پیش کرنا گکھڑوی صاحب کا صریح مغالطہ ہے لہٰذا اس واویلا کا اسے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ رہا در بھنگی صاحب کا اپنے رسالہ کے نام میں امام اہل سنت کو گالی دینا؟ تو یہ اس بے چارے کی اپنے دور میں گکھڑوی صاحب کی طرح موجودہ دور میں مجبوری ہے جب کہ اسے غصہ صرف اس بات کا ہے کہ امام اہل سنت نے اس کے بے ادب قسم کے بڑوں کو حکم شرعی کے تحت کافر و مرتد کیوں کہا ہے بالفاظ دیگر اعلیٰ حضرت نے اس حوالہ سے جو کچھ لکھا ہے وہ محض غیرت ایمانی کے تحت اور شریعت طاہرہ کے حکم سے نیز عظمت رب العٰلمین اور ناموس سیّد المرسلین ﷺ کے تحفظ کے پیش نظر لکھا ہے اور در بھنگی نے آپ کے بارے جو بدزبانی کی ہے وہ اپنے مولویوں کی جھوٹی عزت کو بچانے کی غرض سے پس جس کو اس نے ''احدی التسعة و التسعين'' کہا ہے وہ بھی اس پر پڑی بلکہ تسعہ و تسعین سمیت وہی اس کا خود مستحق ہے نیز جسے اس نے علی الواحد من الثلثين قرار دیا ہے وہ دجال مکار بھی ہے وہ خود ہی ہے۔

مکمل سکوت:۔

مصباح سنت صفحہ ۱۰۲ تا ۱۰۶ ''قائد اعظم پر صحبت علماء و مشائخ اہل سنت کا رنگ'' کے زیر عنوان جو تفصیل ہم نے سپرد قلم کی اور خصوصیت کے ساتھ ان کی حضرت امیر ملّت ابوالعرب علاّمہ سیّد جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری رحمۃ اللہ کے زیر سایہ تربیت اس کے ان پر اثر نیز اس سے ان کے تأثر کے بارے میں جو کچھ ہم نے لکھا ہے گکھڑوی صاحب نے اس کے بارے میں مکمل سکوت اختیار کیا ہے جس سے عملی طور پر یہ مان لیا گیا ہے کہ پاکستان واقعی علماء و مشائخ اہل

سنت کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قائداعظم نے بھی اس سلسلہ میں انہیں حضرات سے منسلک رہنے کو اختیار کیا۔ جس سے الیضاح سنت جلد ا صفحہ ۱۰۰' ۱۰۱ پر علماء اہل سنت کی ان خدمات جلیلہ کے خلاف کیے گئے واویلا کا بھی جواب ہو گیا۔ اس کی کچھ تفصیل گزشتہ صفحات میں پہلے بھی گزری ہے۔

بحث علامہ اقبال کا تحقیقی مسلک:۔

کوئی کس عقیدہ کا حامل ہے؟ اس کے لیے دو چیزیں درکار ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ اس کے نظریات کون سی جماعت والے ہیں دوسری یہ کہ وہ اس جماعت کے ماسوا سے لاتعلقی ظاہر کرے۔ شاعر مشرق' مفکّر پاکستان علامہ محمد اقبال صاحب کے بارے میں مصباح سنت حصہ اوّل میں ہم نے ان دونوں طریقوں سے ثابت کیا تھا کہ وہ اسی مسلک سے تعلق رکھتے تھے جس کو آج ''سنّی بریلوی'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

چنانچہ ہم نے بطور نمونہ باحوالہ ثابت کیا تھا کہ انہوں نے حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بارے میں مرتضیٰ ''مشکل کشا'' کے لفظ استعمال فرمائے ہیں نیز لکھا ہے کہ ''میں خود سلسلۂ بیعت رکھتا ہوں''۔ نیز یہ بھی فرمایا ہے کہ ''طریقہ حضرات اہل سنت محفوظ ہے اسی پر گامزن رہنا چاہیے اور ائمۂ اہل بیت کے ساتھ محبت اور عقیدت رکھنی چاہیے''۔ نیز یہ بھی ہم نے ثابت کیا تھا کہ ابن سعود نجدی کے خلاف مسلک اہل سنت اقدامات پر علامہ نے سخت برہمی کا اظہار کیا اور اس کے خلاف نظمیں لکھیں۔ نیز یہ کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت سے اپنی عقیدت بھی ظاہر کی بلکہ دیوبندی بریلوی اختلاف کے حوالہ سے ان دونوں میں جو امر مابہ الامتیاز ہے یعنی علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات۔ ان کے بارے میں علامہ نے فرمایا تھا کہ ''یہ ایسی عبارات گستاخانہ ہیں' ان لوگوں پر آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑتا' ان پر تو آسمان ٹوٹ پڑ جانا چاہیے'' اس کو بھی ہم نے باحوالہ لکھا تھا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ انہوں نے اپنے رسالہ ارمغان حجاز میں اس وقت کے دیوبندی سربراہ مولوی حسین احمد ٹانڈوی المعروف مدنی کے خلاف ایک پوری نظم لکھی تھی جو بہت مشہور ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

؎ عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است

سرود بر سرِ منبر کہ ملّت از وطن است | چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است
بہ مصطفیٰ برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست | اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

ملاحظہ ہو [مصباح سنت جلد اصفحہ ۱۰۷ تا ۱۱۳]

گکھڑوی جواب کارڈ:۔

گکھڑوی صاحب سے اس کا صحیح جواب نہیں بن پڑا اس لیے انہوں نے نہایت سنجیدہ درجہ غیر انداز اختیار کرتے ہوئے یہ عنوان قائم کر کے ''علامہ اقبال مرحوم پر بزور قبضہ'' لکھا ہے کہ ''مفتی صاحب موصوف نے تقریباً بیس صفحات صرف اس من گھڑت بات پر سیاہ کیے اور بزعم خود یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ علامہ اقبال علماء دیوبند کے دشمن اور بریلوی مسلک کے حامل تھے'' ...... ''علامہ اقبال مرحوم نے ملک وملت کی بے پناہ خدمت کی ہے (الیٰ) مگر (الیٰ) وہ ایسی ہستی نہیں کہ ان کے ساتھ وابستگی کو دین کا حصہ بنالیا جائے (الیٰ) مگر مفتی صاحب موصوف کو بزور ان پر قبضہ کر کے ان کو ہمنوا بنانے کی کوشش بھی نہیں کرنی چاہیے (الیٰ) ''ان کو اپنا ہمنوا بنانا انتہائی بھونڈی کوشش ہے'' (الیٰ) مفتی صاحب موصوف کا علامہ اقبال مرحوم پر قبضہ کرنا ان کے قبضہ گروپ میں سے ہونے کی واضح دلیل ہے'' اھ ملخصاً بلفظہٖ ملاحظہ ہو [ایضاح سنت جلد اصفحہ ۱۰۱ تا ۱۰۳]

اقول:۔ صحیح اور واقعی دلائل سے کسی چیز کو لے لینا اس پر ناجائز قبضہ نہیں ہوتا بلکہ اپنا حق لینا ہوتا ہے معلوم نہیں کہ گکھڑوی صاحب موصوف نے یہ فقہی مہارت کس استاذ سے حاصل کی ہے؟ ''بیس صفحات'' کے الفاظ اس بات کا واضح اقرار ہیں کہ ہم نے واقعی اس پر بہت کچھ لکھا ہے۔ پھر اس کے جواب میں چند سطریں لکھ دینا اس امر کی روشن دلیل ہیں کہ گکھڑوی صاحب نے ان دلائل کا واقعی جواب دینے کی بجائے شیر مادر کی طرح ہضم کرلیا ہے ''سیاہ کیے'' کے الفاظ گالی اور جواب سے عجز کی مزید دلیل ہیں۔ گکھڑوی صاحب نے یہاں یہ جھوٹ بھی بول دیا ہے کہ ''مفتی صاحب موصوف نے کوئی ایک واضح اور صریح عبارت بھی ایسی پیش نہیں کی جس سے علامہ اقبال مرحوم کا بریلوی مسلک میں سے ہونا ثابت ہوتا ہو'' (ایضاح سنت جلد اصفحہ ۱۰۱، ۱۰۲) جس کے جھوٹے ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ ہمارے وہ دلائل انتہائی صریح ہیں اور اس سے بڑھ کر صراحت کیا ہو کہ انہوں نے خود کو اہل سنت لکھا۔ سلسلۂ بیعت میں ہونا واضح فرمایا۔ سنی عقائد کے

مطابق تحریریں دیں۔ خلاف اہل سنت اقدامات کی مذمت فرمائی اور علماء دیوبند کی وہ گستاخانہ عبارات جو دیوبندی بریلوی اختلاف کی اصل بنیاد ہیں' کو گستاخانہ قرار دیتے ہوئے ان کے قائلین کو سخت سست کہا بلکہ دیوبندی سربراہ کا نام لے کر اسے ''بوالعجبی'' مقام محمد عربی ﷺ سے بے خبر اور اسے ''بولہبی'' قرار دیا (باحوالہ تفصیل کے لیے مصباح سنت جلد ا کا مطالعہ فرمائیں)۔ بتایئے گکھڑوی صاحب! بریلوی مسلک سے ہونا اور کیا اور کیسے ہوتا ہے

آنکھیں اگر بند ہوں تو دن بھی رات ہے
اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

علاوہ ازیں گکھڑوی صاحب کے اس تردیدی بیان سے لگتا ہے کہ وہ علامہ صاحب کو اپنا ہم مسلک بتانا چاہتے ہیں مگر اس کی بھی انہوں نے کوئی دلیل پیش نہیں کی اور اس سلسلہ میں ان کو صرف وہی عبارت مفید ہوگی جس میں یہ مذکور ہو کہ علامہ موصوف نے علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات کو درست قرار دیا کیونکہ یہی عبارات ہی دیوبندی بریلوی کے مابین فرق ہیں۔

باقی گکھڑوی صاحب نے یہاں ایسے جن حوالوں کا ذکر کیا ہے کہ علامہ نے ان کے بڑوں کے حق میں تعریفی کلمات استعمال فرمائے؟ تو اوّلاً: گکھڑوی صاحب نے اصل عبارات پیش نہیں کیں بلکہ اتنا لکھا ہے کہ دیکھو فلاں فلاں کتاب۔ ثانیاً: ان میں بھی گستاخانہ عبارات کو درست قرار دینے کی کوئی ایک بھی عبارت نہیں ہے۔ ثالثاً: وہ سب کتابیں اور رسالے قاری طیب مہتمم مدرسہ دیوبند وغیرہ گکھڑوی صاحب کے ہم عقیدہ بزرگوں اور ساتھیوں کی لکھی ہوئی ہیں جو ''ملاں چور بانگی گواہ'' کے قبیل سے ہیں اور کسی طرح حجت نہیں اور وہ بالکل ایسے ہے جیسے گکھڑوی صاحب کہہ دیں کہ ہم یوں فرماتے ہیں۔ اس سے تو بہتر یہی تھا کہ اسے خود پر ہی محول کرتے تا کہ ہم ان سے پوچھ تو سکتے اب **ان کے** مرے ہوئے بزرگوں اور ساتھیوں سے ہم کیسے پوچھیں۔ بہرحال اللہ تو ان سے پوچھ ہی لے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ رابعاً: اس سب سے قطع نظر اصل بات یہ تھی کہ اس وقت زیادہ فرقے نہیں تھے یا شیعہ ہوتے تھے یا اہل سنت وجماعت جب کہ دیوبندی حضرات بھی خود کو سنّی ہی کہلاتے اور از راہ تقیہ اپنے عقائد ونظریات کو چھپاتے تھے جب کہ علامہ کا یہ شعبہ تھا نہیں۔ پس اگر انہوں نے کسی دیوبندی کے ظاہر کو دیکھ کر اس کے حق میں

کوئی تعریفی کلمہ کہہ دیا ہو تو یہ ایسے ہو گا جیسے عام لوگ دیوبندی تبلیغی جماعت کے ظاہر سے دھوکہ کھا کر اس کی تعریف کر دیتے ہیں۔

رہا گکھڑوی صاحب کا یہ کہنا کہ ''حسین احمد مدنی سے علامہ اقبال کا وقتی طور پر اختلاف ہوا مگر بعد میں علامہ نے اصلاح کر لی الخ (ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۱۰۲)؟ تو یہ بالکل خلاف واقعہ اور حقیقت کے برعکس ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ حسین احمد صاحب موصوف نے ہی اپنے بیان کو بگاڑ کر معذرت کی تھی جس کے بعد علامہ نے فرمایا تھا کہ ''حسین احمد نے اپنے بعض احباب کے خط میں اقرار کیا ہے کہ میرا مقصد دہلی کے بیان میں اخبار تھا انشاء نہ تھا...... اسی لیے اس بحث کو ختم کرتا ہوں'' اھ۔

اس سب کی جملہ تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو معرکۃ الآراء کتاب ''اقبال کا آخری معرکہ'' مؤلفہ علامہ سید نور محمد قادری مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور جس میں حضرت مؤلف نے گکھڑوی صاحب کے اس جھوٹ کی قلعی کھولنے کے ساتھ ساتھ متعدد حوالہ جات سے علامہ کے دیوبند اور اہل دیوبند سے اعلان لاتعلقی نیز حسین احمد مدنی صاحب کے خلاف مذکورہ اشعار کے علاوہ دیگر کا ثبوت مہیا فرمایا اور علامہ کے خالص سنی المسلک ہونے پر بہت قیمتی مواد پیش کیا ہے اور ایک اہم بات یہ ہے کہ علامہ نے اپنے جس بیٹے کو سنی مسلک پر رہنے کی تلقین فرمائی تھی' ان کے تصدیقی کلمات بھی اس میں شامل اشاعت ہیں۔ کتاب کیا ہے؟ بس مطالعہ سے تعلق رکھتی ہے۔

ہاں ایک خاص بات یہ بھی کہ اس وقت کے علماء وزعماء دیوبند خصوصیت کے ساتھ راہ سنت کے مصدق ومقرظ مدرسہ دیوبند کے شیخ التفسیر شمس الحق افغانی نے علامہ صاحب کے خلاف نظمیں لکھی تھیں اور انہیں بہت برا بھلا کہا تھا۔ پس اس صورت حال کے پیش نظر گکھڑوی صاحب علامہ صاحب کو کس منہ سے اپنا ہم مسلک کہہ رہے ہیں؟

کتاب مذکور کے بعض ملے جلے حوالہ جات قارئین کی نشاط طبع کے لیے حسب ذیل ہیں: صفحہ ۵۳' ۵۴ پر علامہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے ایک مکتوب میں ایک سنی عالم دین کو فرمایا:

''میرے نزدیک تبلیغ اسلام کا کام تمام کاموں پر مقدم ہے...... بہر حال جس جانفشانی

سے آپ نے تبلیغ کا کام کیا ہے اس کا اجر حضور سرور کائنات ﷺ ہی دے سکتے ہیں"۔
میں انشاء اللہ جہاں جہاں موقع ملے گا آپ کے ایجنٹ کے طور پر کہنے سننے کو حاضر
ہوں مگر آپ اور مولوی عبدالماجد جنوبی ہند کے دورہ کے لیے تیار رہیں اھ۔

نوٹ:- مراد علامہ عبدالماجد بدایونی ہیں جو مقتدر سنی عالم تھے اور اس خط میں مخاطب علامہ غلام بھیک نیرنگ ہیں۔ ملاحظہ ہو (کتاب مذکور صفحہ ۵۲)......

نیز اسی کے صفحہ پر ہے حضرت علامہ نے فرمایا:

"قادیان اور دیوبند اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن دونوں کا سرچشمہ ایک ہے
اور دونوں اس تحریک کی پیداوار جسے عرف عام میں وہابیت کہا جاتا ہے"۔

نیز انگریز دشمنی کے بناوٹی لیبل کے حوالہ سے تنقید کرتے ہوئے فرمایا:

"یہ کیسی انگریز دشمنی ہے کہ ان کی مخالفت میں ہم اسلام کا پاس رکھیں نہ مسلمانوں کے
مستقبل کا بلکہ الٹا ان کے ہاتھوں میں کھیلنے لگیں۔ کیا اسی کا نام وہابیت ہے؟ مجھے
معلوم نہ تھا وہابیت یہ کچھ ہے"۔اھ

نوٹ:- منقولہ بالا حوالہ جات علامہ کتاب "اقبال کے حضور" تالیف سید نذیر نیازی کے ہیں جس سے گکھڑوی صاحب نے کانٹ چھانٹ کر کے یہاں کچھ حوالوں کی بھرتی کی ہے۔ آخر میں اس کتاب "اقبال کے حضورؒ" کا یہ حوالہ لائق مطالعہ ہے کہ:

۲۸ جنوری ۱۹۳۸ء کی صبح کو سید نذیر نیازی صاحب حضرت علامہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا نیازی صاحب تین شعر ہیں بیاض میں درج کر دو نیازی صاحب نے عرض کیا ارشاد فرمایئے۔ تو حضرت علامہ دردمندانہ آواز سے گویا ہوئے (آگے وہی اشعار ہیں عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ الخ)۔

اس قطعہ کے علاوہ بھی اس موضوع پر علامہ نے کچھ اور اشعار کہے ہیں جو عام قارئین کی نظر سے اوجھل ہیں ان کا مطالعہ بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ ملاحظہ ہوں ؎

ندانی نکتہ دین عرب را ۔ کہ گوئی صبح روشن تیرہ شب را
اگر قوم از وطن بودے محمد ۔ ندا دے دعوت دیں ابولہب را

ے حق را بفریبد کہ نبی را بفریبد آں شیخ فرومایہ کہ خودرا مدنی خواند'' اھ

ملاحظہ ہو [اقبال کا آخری معرکہ صفحہ ۸۱'۸۲]

نیز صفحہ ۹۸'۹۰ میں ہے علامہ نے فرمایا: کیا ہوگیا جو لوگ دین کے راز دار تھے وہ دین سے بے خبر ہیں۔ نیز فرمایا'' یہ تصوّر سرتاسر کفر ہے'' وہ لغت کا سہارا لے رہے ہیں حالانکہ یہ مسئلہ لغت کا نہیں قرآن پاک کی تعلیمات کا ہے۔ نیز وہ فرنگی تصورات جو اسلام کی ضد ہیں جبہ اور دستار میں پناہ لے رہے ہیں'' اھ۔

علامہ محمد بخش مسلم کا بیان:۔

یہاں یہ واقعہ بھی موضوع سے گہری مناسبت رکھتا ہے کہ ہمارے علامہ کی معروف مذہبی وسماجی شخصیت حضرت مولانا حافظ شیر محمد صاحب سیالوی نے بتایا کہ قیام لاہور کے دوران انہیں تحریک پاکستان کے پرجوش کارکن قائداعظم کے عظیم ساتھی معروف صحیح العقیدہ سنی بریلوی عالم حضرت مولانا علامہ محمد بخش صاحب مسلم نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے بیانات کے سننے کے بہت مواقع ملے۔ ایک مرتبہ انہوں نے دوران خطاب ذکر فرمایا کہ ایک جگہ احباب نے محفل میلاد منعقد فرمائی اور صدارت کے لیے علامہ اقبال صاحب کو مدعو کیا آپ جب تشریف لائے تو کرسی صدارت پر بیٹھنے کی بجائے نیچے تشریف فرما ہوئے اور اصرار کے باوجود کرسی پر بیٹھنے سے نہ صرف انکار کیا بلکہ گریہ کرتے ہوئے فرمایا میں کون ہوتا ہوں سیّد عالم ﷺ کے نام اقدس سے سجائی گئی محفل مبارک کی صدارتیں کرنے والا۔ پوچھا گیا کہ اس کرسی پر کس کو بٹھائیں۔ برجستہ فرمایا کہ جس کے نام کی محفل ہے وہ خود ہی اس پر جلوہ گری فرمائیں گے۔ اھ۔ تو کیا محفل میلاد شریف میں ذوق شوق سے جانے والے اور محفل میں سرکار ﷺ کو حاضر ناظر ماننے والے بھی دیوبندی ہوتے ہیں؟

امید ہے کہ اس کے بعد گکھڑوی صاحب مزید خامہ فرسائی سے پرہیز رکھیں گے۔

قولہ:۔ گکھڑوی صاحب لکھتے ہیں: '' یہ حوالہ جات اظہار العیب سے نقل کیے گئے ہیں اس بارہ میں مزید معلومات حاصل کرنے والے حضرات اظہار العیب کا مطالعہ فرمائیں'' اھ ملاحظہ ہو۔ [ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۱۰۳]

اقولُ:۔ کتاب اظہار العیب کا نام اس انداز سے لیا ہے جیسے وہ کسی غیر جانبدار منصف مزاج اہل

علم کی تصنیف یا تالیف ہو مگر ؏ حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے۔ گکھڑوی صاحب کے پیشِ نظر اپنی اسی کتاب ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۹ پر لکھ آئے ہیں کہ یہ کتاب انہوں نے اپنے ایک بیٹے کے ساتھ مل کر وضع کی تھی جس سے ان کے پیش کردہ تمام حوالہ جات کا راز کھل جاتا ہے گویا کوئی دلیل پیش کرنے اور کام کی بات کہنے کی بجائے ابھی تک اس پر جو انہوں نے لکھا ہے وہ ''ہم یوں فرماتے ہیں'' کے قبیل سے ہے...... جس کے وہ جواب دہ ہیں ______

بحث ''علامہ اقبال پر دیوبندی فتوے'':-

''علامہ اقبال پر دیوبندی فتوے'' کے عنوان سے ہم نے باحوالہ لکھا تھا کہ علامہ موصوف حضرت علی کو ''مشکل کشا'' کے لقب سے یاد کرتے تھے جو کہ تقویۃ الایمان' بہشتی زیور اور علماء دیوبند کی دیگر کتب کی رو سے شرک ہے پس علامہ صاحب ان کے نزدیک مشرک ٹھہرے پھر جب صورت حال یہ ہے تو گکھڑوی صاحب کا ان کے نام کے حوالہ سے واویلا کرنا ان کے ساتھ کسی ہمدردی کی بناء پر نہیں بلکہ کسی اور منفی مقصد کے سبب سے ہے (مصباح سنت جلد ا صفحہ ۱۱۳ تا ۱۱۵)

اس کے جواب میں انہوں نے صرف یہ لکھا ہے (اور ہمارے دلائل کا کوئی جواب نہیں دیا) کہ:

وہ ایک حوالہ یا ایک عبارت بھی ایسی پیش نہیں کر سکے جس سے ان کا دعویٰ ثابت ہوتا ہو ملاحظہ ہو [ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۱۰۳]

اقولُ:- نہ ماننے اور ضد کا علاج تو کہتے ہیں کہ لقمان حکیم کے پاس بھی نہ تھا۔ اگر خصوصی فتوے درکار ہیں تو اپنے علماء مولوی سہیل' مولوی نجم الدین اور مولوی شمس الحق افغانی (جو کہ آپ کی راہ سنت کے مصدق اور مقرظ بھی ہیں) کی علامہ کے خلاف وہ تحریرات پڑھیں جو انہوں نے لکھیں اور چھاپیں جن میں علامہ کو انہوں نے ''معاند''۔ سبک۔ سبّاب (بکواسی) دروغ گو۔ دوگونہ بوجہلی و بولہبی۔ ہرزہ سرا۔ خیرہ۔ بے ادب۔ نا سمجھ بچہ وغیرہ کے لفظوں سے یاد کیا ہے۔

نیز یہ بھی لکھا ہے کہ ان کے کتنے اشعار ایسے ہیں جن کے کھلے بندوں اسلام اور اسلامی فلسفہ پر اس کی زد پڑتی ہے۔ نیز کمال بولہبی۔ بے ادبی وغیرہما کے لفظ بھی استعمال کیے گئے۔ ملاحظہ ہو۔ [اقبال کا آخری معرکہ صفحہ ۸۵'۸۶'۹۰ طبع مذکور]

بحث ''قائداعظم پر دیوبندی فتوے'':-

''قائداعظم پر دیوبندی فتوے'' کے زیرِ عنوان ہم نے لکھا تھا کہ اس موقع پر گکھڑوی صاحب کے نام کے حوالہ سے واویلا کرنا بھی قائداعظم سے کسی ہمدردی کی بناء پر نہیں بلکہ وہ دراصل اپنے اس شور وغل کے ذریعہ اپنے جرم کو چھپانا اور اپنے اکابر کے ان فتووں سے عوام کی توجہ ہٹانا چاہتے ہیں جن میں انہوں نے جناب قائداعظم کو کافرِ اعظم قرار دیا ہے اس کے بعد ہم نے گکھڑوی صاحب کے متعدد اکابر اور مسلّم علماء کے کئی حوالہ جات سے لکھا تھا کہ انہوں نے قائد اعظم کو کافرِ اعظم ان کے ووٹروں کو سؤر اور سور کھانے والے کہا نیز یہ کہ دس ہزار جناح' جواہر لال نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کیے جا سکتے ہیں۔ اس میں ایک حوالہ مولوی مظہر علی اظہر احراری کا بھی تھا۔ ملاحظہ ہو۔ [مصباحِ سنت جلد ۱ صفحہ ۱۱۶' ۱۱۷]

گکھڑوی جواب اور اس کا ردّ بلیغ:-

گکھڑوی صاحب سے ان حوالہ جات کا کوئی جواب نہیں بن پڑا اس لیے انہوں نے اسے چھوا تک نہیں بلکہ اپنے دیوبندی اکابر کے حوالہ جات کو نہایت درجہ چابک دستی سے چھپانے کی کوشش کی اور اس مفصل بحث نیز متعدد حوالہ جات کا صرف یہ جواب دیا کہ:

> ''پھر مفتی صاحب موصوف نے ''قائداعظم پر دیوبندی فتوے'' کا عنوان قائم کر کے آخر میں لکھا کہ مظہر علی اظہر نے قائداعظم کو کافر کہا تھا مگر مفتی صاحب موصوف کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ مظہر علی اظہر احراری ضرور تھے مگر دیوبندی نہیں تھے بلکہ وہ تو شیعہ تھے اس لیے ان کے فتوے کو دیوبندی فتوے کے تحت دلیل کے طور پر لانا بددیانتی کی حد ہے''۔ اھ۔ [ایضاحِ سنت جلد ۱ صفحہ ۱۰۳]

اقولُ:- شیعہ تھے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کے اکابر نے شیعہ سے اتحاد کیا تھا جب کہ آپ لوگوں کا دورِ حاضر میں نعرہ ہے کافر کافر شیعہ کافر۔ جو نہ مانے وہ بھی کافر۔ تو اس سے آپ کا آپ کے اکابر سے جو تصادم ہے اس کا کیا بنے گا نیز جو نہ مانے وہ بھی کافر کے موجود فتوے سے آپ کے اکابر کیا قرار پائے؟

علاوہ ازیں یہ تو آپ کو اقرار ہے کہ وہ ''احراری ضرور تھے'' تو ظاہر ہے کہ اس کا وہ فتویٰ

احراری سٹیج سے ہونے کے باعث احراری تحریک کا حصہ تھا ورنہ کیا امیر احرار بخاری صاحب وغیرہ نے اسے اس سے کبھی روکتے ہوئے اسے اس پر ڈانٹ پلائی یا اس کے منہ پر ہاتھ رکھا۔

پھر ہم نے صرف مظہر علی اظہر کا حوالہ تو پیش نہیں کیا تھا بلکہ متعدد دیوبندی اکابر کے فتوے بھی نقل کیے تھے ان کا جواب کون دے گا یا کیا وہ مظہر علی اظہر المعروف ''ادھر علی ادھر'' کی سنگت کے باعث ادھر کے ہو کر رہ گئے تھے' کچھ تو بولیں؟

اس کے باوجود آپ اسے ہماری ''بددیانتی کی حد'' قرار دیتے ہیں آپ کیسے یہ تمام کرتب شاید آپ کی کمال دیانت داری ہوں گے؟ کچھ خدا کا خوف بھی آتا ہے؟

جواب اصلاً ندارد:۔

مصباح سنت جلد ا صفحہ ۱۱۷ تا ۱۱۹ میں ہم نے گکھڑوی صاحب کی جماعت کے قادیانیوں' روافض اور آغا خانیوں سے اندرونی گٹھ جوڑ کی نشان دہی کی تھی اور دلیل کے طور پر ان کی راہ سنت صفحہ ۹ سطر نمبر ۸'۹ نیز سطر نمبر ۱۸'۱۹ سے دکھایا تھا کہ انہوں نے اس میں قادیانیہ روافض اور آغا خانیہ کی تکفیر پر اظہار برہمی کیا بلکہ ان کے لیے مسلمان کے لفظ بولے ہیں۔ مزید ان کے حالیہ اتحاد' مواکلت' مجالست اور مشاربت وغیرہا کے علاوہ فتاویٰ رشیدہ کی ایک عبارت نیز تذکرۃ الرشید کے ایک مقام اور تحذیر الناس سے بھی استدلال کیا تھا جن سے ان کے آپس کے روحانی رشتوں کا پتہ چلتا ہے۔ گکھڑوی صاحب نے اس کا کوئی جواب تو کجا اس کی جانب کوئی ہلکا سا اشارہ بھی نہیں کیا جو ان کی ایک بار پھر شکست فاش ہے۔ پس ہمارا یہ سؤال ان پر تا حال قائم ہے جو جواب کے لیے ان کا منہ تک رہا ہے۔

بحث ''بے الزام تکفیر کا محاسبہ نیز چیلنج:۔

گکھڑوی صاحب نے راہ سنت صفحہ ۹ میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے بارے میں لکھا تھا کہ :

مسلمانوں کا کوئی بھی مشہور عالم اور لیڈر ایسا نہیں جو ان کے نزدیک کافر مرتد اور خارج از اسلام نہ ہو حتیٰ کہ ان کے کفر میں شک اور توقف بھی کرے تو وہ بھی کافر مرتد اور مستحق نار ابد ہے'' اھ۔

اس کے جواب میں ہم نے مصباح سنت میں یہ عنوان قائم کر کے ''بے جا تکفیر کے

الزام کا محاسبہ نیز چیلنج'' لکھا تھا کہ گکھڑوی صاحب اس سے دراصل عوام کالانعام کو بھڑکانا اور اشتعال دلانا چاہتے ہیں۔ نیز اس سے وہ اپنا جرم بھی چھپانا چاہتے ہیں کیونکہ بات بات پر کفر د شرک اور بدعت کے فتوے لگانا درحقیقت ان کا اپنا وطیرہ ہے جیسا کہ تقویۃ الایمان سے بھی ظاہر ہے جس میں امور عامہ پر بھی شرک کے فتوے داغے گئے ہیں اوراس طرح سے خود اپنی جماعت کو بھی خارج از اسلام بنا کر رکھ دیا ہے۔اس کے آخر میں **چیلنج** کا عنوان دے کر ہم نے انہیں للکارتے ہوئے مزید لکھا تھا کہ:

''پھر بھی نہ مانیں تو ہمارا گکھڑوی صاحب کو ان کی تمام ذریت سمیت یہ کھلا چیلنج ہے کہ اگر وہ اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں اوران میں ذرہ بھر بھی جرأت وصداقت ہے تو سو پچاس نہیں' دس بیس بھی نہیں' اپنے حسبِ دعویٰ صرف اور صرف کوئی ایک ہی مثال (مطلوبہ معیاری ثبوت سے) پیش کرتے ہوئے کوئی سے ایک ہی ایسے عالم یا لیڈر کی نشان دہی کریں جسے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بلا وجہ شرعی' کافر ومرتد اور خارج از اسلام قرار دیا ہو۔ لیکن ہم بڑے ہی وثوق سے پیشگی عرض کیے دیتے ہیں کہ

نہ خنجر اٹھے گا نہ شمشیر ان سے
یہ ملا میرے آزمائے ہوئے ہیں

ملاحظہ ہو [مصباح سنت جلد اصفحہ۱۲۲]

نوٹ:- ہمارا یہ چیلنج گکھڑوی صاحب کی جانب سے ایضاح سنت جلد اصفحہ۱۰۳ '۱۰۴ میں نقل کیا گیا ہے۔

گکھڑوی جواب:-

گکھڑوی صاحب کی جانب سے اس کا جو جواب دیا گیا ہے وہ حسب ذیل ہے۔ پڑھیے اور سر دھنیے نیز اس ''صاحب بہادر'' کو داد دیجیے لکھتے ہیں:

''ہم اس کے جواب میں مفتی صاحب موصوف کو علی الاعلان اور برملا کہتے ہیں کہ قائل کی مراد کے خلاف جب کہ اس کی جانب منسوب مفہوم کا قائل سختی سے انکار کرتا ہو کسی شرعی اصول کی نشان دہی کر سکتے ہیں اور کسی عالم فقیہ سے وہ ثابت کر سکتے ہیں

کہ پھر بھی اس قائل پر مفتی فتویٰ صادر کرے جیسا کہ خان صاحب بریلوی نے حضرت نانوتوی، حضرت سہارن پوری اور حضرت تھانوی وغیرہ کے ساتھ سلوک کیا ہے۔ اور پھر مفتی صاحب موصوف کو ہم اس بات کی وضاحت کی بھی گزارش کریں گے اگر شاہ اسماعیل شہید کافر ہیں تو جب آپ کے اعلیٰ حضرت نے ان کی تکفیر سے کف لسان کیا تو ان کا کیا حکم ہے؟ اور علامہ اقبال نے ان کو شہید اور رحمۃ اللہ علیہ کہا ہے تو ان کے بارہ میں کیا حکم ہے؟ بیّنوا و توجروا۔ اھ ______

ملاحظہ ہو [ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۱۰۴]

گکھڑوی صاحب کی عبرتناک تاریخی شکست فاش:۔

جو گکھڑوی صاحب کی عبرتناک تاریخی شکست فاش ہے کیونکہ اس وقت بحث یہ نہیں تھی کہ تکفیر کے اصول کیا ہیں یا ان کے حضرت نانوتوی وغیرہ کو کافر کہنے کی وجہ کیا ہے۔ بحث صرف یہ تھی کہ وہ کوئی ایک مثال ایسی پیش کریں جس سے یہ ثابت ہو کہ امام اہل سنت نے کسی عالم یا کسی لیڈر کو بلاوجہ شرعی کافر و مرتد اور خارج از اسلام قرار دیا ہو جسے وہ اپنے بلند بانگ دعویٰ اور ہمارے شدید مطالبے کے باوجود پورا نہیں کر سکے بلکہ اس میں سخت عاجز و ناکام رہے ہیں۔

پھر "شاہ اسمٰعیل" کے حوالہ سے یہ لکھ کر کہ "اعلیٰ حضرت نے ان کی تکفیر سے کف لسان کیا ہے"۔ گکھڑوی صاحب نے مان لیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے متعلق وہ اپنے اس دعویٰ میں بقلم خود سخت جھوٹے ہیں۔ اس کی کچھ بحث پہلے بھی گزر چکی ہے۔ باقی علامہ اقبال مرحوم کے حوالہ سے جو انہوں نے دعویٰ کیا ہے اس کا ثبوت ابھی ان کے ذمہ ہے نیز ان کا یہ دعویٰ اس وقت تک مکمل نہیں ہوگا جب تک وہ یہ ثابت نہ کریں کہ علامہ صاحب موصوف نے دہلوی صاحب کے لکھے گئے گستاخانہ عقائد پر مطلع ہونے کے باوجود ان کے بارے میں یہ لفظ کہے تھے۔ گکھڑوی صاحب دراصل جب عاجز ہوئے اور ان سے صحیح جواب نہیں بن پڑا تو محض جھوٹ موٹ سے عوام کو بھڑکانے کی غرض سے انہوں نے یہ جملہ لکھا جو "اَلْغَرِیْقُ یَتَشَبَّثُ بِکُلِّ حَشِیْشٍ" کی ناگفتہ بہ کیفیت اور حالت زار کی بھی نشان دہی کرتا ہے ورنہ وہ اس کا بھی جواب پہلے پا چکے ہیں۔
بہر حال یہ بھی ہمارے مطالبہ سے کچھ تعلق نہیں رکھتا اور نہ ہی ہمارے سؤال کا جواب ہے اس لیے

گکھڑوی صاحب موصوف کے اس نام نہاد جواب کا ایک ایک جملہ ان کی صحیح واقعی حقیقی شکست در شکست کا بیّن ثبوت ہے (والحمد للہ علیٰ ذٰلک)۔

نوٹ:- نانوتوی وغیرہ کی تکفیر کے صحیح ہونے کی بحث گزشتہ سطور میں مستقل عنوان کے تحت گزر چکی ہے لہٰذا گکھڑوی صاحب کا اسے پھر سے لانا پٹے ہوئے مہروں کو دوبارہ پیش کرنے کے مترادف ہے۔اسی طرح اُن کے ''بینواوتوجروا'' کا آپریشن بھی اوائل کتاب میں پہلے گزر چکا ہے اس لیے یہ بھی ان کے پٹے ہوئے مہروں میں سے ایک ہے پس دھونس جمانے کی کوئی ضرورت ہے نہ اجازت وگنجائش۔

بحث الزام ردّ حضرت غزالیٔ زماں سے:-

گکھڑوی صاحب کے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر رکھے گئے بے جا تکفیر کے الزام کے ردّ میں ہم نے مصباح سنت میں ضیغم اسلام غزالیٔ زمان، رازیٔ دوراں، حضرت امام اہل سنت سیّدی مرشدی کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ کی معرکۃ الآراء تالیف منیف ''الحق المبین'' کا ایک طویل اقتباس بھی پیش کیا تھا جس میں آپ نے مسئلہ ہٰذا میں اپنے موقف کی وضاحت کے ساتھ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت نوراللہ مرقدہ الکریم کے اس میں از حد محتاط ہونے کو خصوصیت کے ساتھ بیان فرماتے ہوئے مولوی اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر سے (بربناء احتمال توبہ وغیرہ) کف لسان فرمانے کو مثال بنا کر پیش کیا جس کے اعادہ کی اجازت نہیں اسے وہاں ہی ملاحظہ فرمائیں۔ [مصباح سنت جلد ا صفحہ ۱۲۳ تا ۱۲۵]

گکھڑوی جواب مع ردّ بلیغ:-

گکھڑوی صاحب کی جانب سے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ ''ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور'' والا معاملہ ہے ورنہ دنیا جانتی ہے کہ بریلوی طائفہ کے اعلیٰ حضرت نے خود بھی اور ان کی ذریت نے بھی اس احتیاط کا کچھ خیال نہیں رکھا بلکہ پورا زور شاہ شہید کی تکفیر پر صرف کیا جاتا ہے اور پھر جو حضرات اپنی عبارات کی وضاحت کر چکے ہیں اور اپنی جانب کفریہ مفہوم کی نسبت کو ردّ کر چکے ہیں انہوں نے نہ تو التزام کفر کیا ہے اور نہ ہی انہوں نے کفریہ مفہوم کا قول کیا ہے اس کے باوجود ان پر کفر کے فتوے کیوں لگائے گئے اور کیوں لگائے جا

رہے ہیں؟ [ایضاح سنت جلد ۱ صفحہ ۱۰۵]

اقول:۔ گکھڑوی صاحب کے اس بیان کے جھوٹ ہونے کے لیے اتنا بھی کافی ہے کہ وہ اپنی اس پیش نظر کتاب مردود (زیر رد) میں اپنی اس یاوہ گوئی والے صفحہ سے پہلے والے صفحہ پر خود لکھ آئے ہیں کہ ''آپ کے اعلیٰ حضرت نے ان کی تکفیر سے کفّ لسان کیا (صفحہ ۱۰۴) نیز اسی کے صفحہ ۱۰۰ میں بھی وہ لکھ آئے ہیں کہ ''مفتی صاحب موصوف کے اعلیٰ حضرت نے حضرت شاہ اسمٰعیل شہید پر نہ صرف کفر کا حکم نہ لگانے کا لکھا بلکہ ان کو اہل لا الٰہ الا اللہ میں بھی شمار کیا ہے'' ۔اھ۔

پس یا تو ان کا یہ بیان جھوٹا ہوگا یا پچھلے صفحات والے بیانات جھوٹے ہوں گے بہر صورت گکھڑوی صاحب کی ''ذات اقدس'' پر جھوٹ کا الزام ضرور آئے گا۔ پھر ثبوت کا انداز دیکھیں دنیا جانتی ہے الخ۔ وہ جاننے والی کون ہے ذرا اس کو آگے تو لائیں۔ رہا یہ کہ آپ کے بڑوں نے نہ تو التزام کفر کیا ہے اور نہ ہی انہوں نے کفریہ مفہوم کا قول کیا ہے؟ تو یہ آپ کا مزید جھوٹ ہے جس کی وضاحت گزشتہ صفحات میں ان عبارات کی بحث میں ہو چکی ہے پس ان پر کفر کا فتویٰ درست ہے لہٰذا آپ اور آپ کے اکابر کی ان چال بازیوں کے پیش نظر ''ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور'' کی مثال بھی تمہی پر صادق آتی ہے اور یہ ہمارا معاملہ نہیں بلکہ آپ ہی کے دیوبندی طائفہ کا ہے۔

ظفر علی خان کے حوالہ سے جواب:۔

اس سے آگے لکھا ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ بریلوی طبقہ نے کفر کے فتوے میں اس قدر غیر محتاط انداز اختیار کیا ہے کہ ظفر علی خان جیسے آدمی کو بھی کہنا پڑا

مشغلہ ان کا ہے تکفیر مسلمانانِ ہند
ہے وہ کافر جس کو ہو ان سے ذرا اختلاف

[ایضاح سنت جلد ۱ صفحہ ۱۰۵]

اقول:۔ یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ یہ آپ کا پچھلا دعویٰ ہے جسے آپ نے الفاظ بدل کر پیش کیا ہے اور جس کے اثبات میں ہم آپ سے نہ صرف مطالبہ کر چکے ہیں بلکہ اس پر ہم نے آپ کو اور آپ کے حلقہ کے جملہ اراکین کو کھلا چیلنج بھی دیا ہے۔ جس کا جوب تا حال آپ کے ذمہ ہمارا

واجب الادا بھاری قرض ہے جس کی ادائیگی آپ پر فرض ہے جس سے آپ سبک دوش نہ ہوئے یا معافی نہ مانگی تو میدانِ محشر میں بارگاہِ داور میں تمہیں گھسیٹیں گے جو مرحلہ آسان ہو اس کے لیے تیار رہو۔

علاوہ ازیں ظفر علی خان بھی آپ کی جماعت کا فرد ہے پس وہ ہم پر کیونکر حجت ہو سکتا ہے اور یہ تو ایسے ہے جیسے آپ پردے کی اوٹ میں آپ خود بول رہے ہوں لیکن ہاتھ کی صفائی سے ''ظفر علی خان جیسے آدمی'' کہہ کر عوام کو یہ چکر دیا جیسے وہ کوئی غیر جانبدار آدمی ہو۔

اس حوالہ سے آپ پر وہ ضرور حجت ہے۔ آپ نے موصوف کی نسبت سے جو شعر پیش کیا ہے اس کا کوئی حوالہ پیش نہیں کیا کہ موصوف نے یہ شعر کہاں اور اپنی کس کتاب میں کہا ہے ہم سے باحوالہ سنیں کہ موصوف نے گھر کا بھیدی ہونے کی بناء پر آپ کے بڑوں کے بارے میں کیا کیا ارشادات فرمائے ہیں۔ سنیئے اور سر دھنیئے اور انہیں دعائیں دیجیے۔

چنانچہ وہ اپنی کتاب چمنستان طبع پبلشرز یونائیٹڈ چوک انارکلی لاہور مطبوعہ ۱۹۴۴ء میں لکھتے ہیں:

ہندوؤں سے نہ سکھوں سے ہے نہ سرکار سے ہے
گلہ رسوائیٔ اسلام کا احرار سے ہے
پانچ ٹکوں کا ہے پابند شریعت کا امیر
اس میں طاقت ہے تو کرپان کی جھنکار سے ہے
آج اسلام اگر ہند میں ہے خوار و ذلیل
تو یہ سب ذلت اسی طبقۂ غدار سے ہے
[صفحہ۴]

نیز

گالیاں دے جھوٹ بول احرار کی ٹولی میں مل
نکتہ یوں ہی ہو سکے گا حل سیاسیات کا

خالصہ کا ساتھ دے جب یہ شریعت کا امیر
کیوں نہ کہئیے اس کو ''بابائل'' سیاسیات کا
دخل معقولات میں دیتا ہے کیوں ''بڑ مولوی''
عقدہ کیا کھولے گا یہ دڑھیل سیاسیات کا
[صفحہ۹۲]

نیز'' کانگریسی دولہا اور احراری دلہن'' کا عنوان دے کر لکھا ہے:

مل جائے جہاں چندہ وہی ہے وطن ان کا
ہندی ہیں نہ مصری ہیں نہ چینی ہیں نہ روسی
جو بوند مرے خون کی مہاجن سے بچی تھی
پنجاب کے احرار ستم پیشہ نے چوسی
نہرو جو ہے دولہا تو دلہن مجلس احرار
ہو پیر بخاری کو مبارک یہ عروسی
[صفحہ۱۵۹]

نیز'' احرار اور مسجد شہید گنج'' کے زیر عنوان لکھا ہے:

نرالی واضع کا مؤمن ہے طبقہ احرار
کہ سر جھکا ہوا مشرک کے آستان پہ ہے
[صفحہ۱۶۸]

نیز'' بے مہار اونٹ'' کے زیر عنوان گاندھی اور نہرو کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

پل رہے ہیں ان کے چندوں پر مگر احرار ہند
پھر ہوں کیوں وہ اپنے ان پروردگاروں کے خلاف
کانگریس نے پال رکھے ہیں مدینہ کے کچھ اونٹ
عالم اسلام ہے ان بے مہاروں کے خلاف
[۲۳۲]

نیز مولوی ابوالکلام آزاد (ممدوح گکھڑوی (راہ سنت صفحہ ۹) کو مخاطب کر کے لکھا ہے:

کٹ کے اپنوں سے ملے ہو جا کے تم اغیار سے
پھر کہتے ہو ہم ظالم ہیں تم مظلوم ہو
کیا تماشا ہے کہ ہم گاندھی کے آگے سر جھکائیں
کیا قیامت ہے کہ جو حاکم ہے وہ محکوم ہو
وقت آ پہنچا کہ ''یا گاندھی'' پکارے کانگریس
نعرہ مسلم لیگ کا ''یا حی یا قیوم'' ہو
[صفحہ ۱۵۲]

نیز ''کانگریس اور مسلم لیگ کی انتخابی جنگ'' کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ:-

اس طرف گاندھی کے فرماں پر سر تکریم خم
اور رسول اللہ کے ارشاد کی تعظیم ادھر
اس طرف متھرا کے پیڑوں کی فقط اپنوں میں بانٹ
احمد مرسل کے لطف عام کی تقسیم ادھر
[صفحہ ۱۵۳]

نیز ''ہزارہ میں مسلم لیگ کی انتخابی فتح'' کے زیر عنوان لکھا ہے کہ:-

میدان میں جم نہ سکا قدم سرخ پوش کا
جس وقت سر پر آئی گھڑی امتحان کی
[صفحہ ۹۴]

نیز ''کانگریسی علماء'' کا عنوان دے کر لکھا ہے کہ:-

خود عالمان دین بھی پھنسے ہیں اس کے جال میں
جس کا نہیں ہے توڑ وہ ہے کانگریس کی چال
کافر بھی مومنوں کے اولی الامر بن گئے
کل تک جو تھا حرام ہوا آج سے حلال

قرآن کے ترجمان ہیں کیوں بت کی طرح چپ
حالانکہ ہے مدینہ کے ناموس کا سؤال
کیا انقلاب ہے کہ اساطین شرع کو
دم مارنے کی گاندھی کے آگے نہیں مجال
کچھ جانتے بھی ہو کہ ہیں کیوں آج ہم ذلیل
ہم پر ہمارے ان علماء کا پڑا وبال
[صفحہ۲۰۷]

نیز''لدھیانہ'' کاعنوان دے کرلکھا ہے کہ:-

سنتا ہوں مرکز علماء لدھیانہ ہے
جس کی گلی گلی میں انہیں کا فسانہ ہے
لیکن یہ کیا نغمۂ توحید کی بجائے
ان کی زباں پہ برہمنوں کا ترانہ ہے
ہیں سیم و زر سے مصلحتیں ان کی ہمکنار
جن کا کفیل گاندھیوں کا خزانہ ہے
صورت تو مومنانہ بے شک حضور کی
سیرت کا گوشہ گوشہ مگر ہندوانہ ہے
[صفحہ۱۹۷]

نیز''لکھنو'' کے زیرعنوان لکھا ہے کہ:-

خدا کا دل سے خوف اٹھا نبی کی بھی شرم نہ آئی
تجھے اے لکھنؤ منظور کیوں ہے اپنی رسوائی
مسلمانوں کو لڑتے دیکھ کر ہر گاندھوی خوش ہے
کہ امت ان کے پیغمبر کی آپس میں ٹکرائی

سبق ہندو نے سیکھا ہے یہ انگریزی سیاست سے
کہ سنّی اور شیعی کی نہ ہونے پائے یک جائی
[صفحہ ۲۲۷]

نیز "ٹین فروش اور دین فروش" کے زیر عنوان لکھا ہے کہ اول (مسلم لیگی) نے دوم (احراری) سے کہا:-

میں نے مسجد نہیں بیچی کبھی تیری مانند
اے او چندہ کے بھوکے ابے او دین فروش
[صفحہ ۱۰۴]

نیز "بت خانۂ احرار" کے زیر عنوان لکھا ہے کہ:-

سرکار مدینہ سے ملا مجھ کو کمّل
سکھوں نے بخاری کو جو بخشا ہے دوشالا
[صفحہ ۹۴]

نیز "مسجد فروش" کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ:-

بھرم کھولا ''مچھندر مولوی'' کا خاکساروں نے
کہ اس مسجد شکن کا کام ہی شاہد نوازی ہے
[صفحہ ۹۵]

نیز "احراریات" کے زیر عنوان لکھا ہے کہ:-

میں صدر ہوں احرار کا ممدوح مرا ہے
ایک پیسہ بھی جس نے مرے کشکول میں ڈالا

نیز گکھڑوی صاحب کے شیخ الاسلام حسین احمد ٹانڈوی کے بارے میں لکھا ہے کہ:-

حسین احمد سے کہتے ہیں خزف ریزے مدینہ کے
کہ لٹو آپ بھی کیا ہو گئے سنگم کے موتی پر
[صفحہ ۱۸۷]

مزید ٹانڈوی صاحب کے معروف نظر "ملت از وطن است" (جس کے حوالہ سے علامہ اقبال نے بھی ان کے خلاف لکھا جس کی تفصیل پیچھے گزری ہے) پر چوٹ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :-

وطن جس کی رو سے ہے بنیاد ملت
میں اس شرع کی کر رہا پیروی ہوں
کبھی میں بھی تھا عازم کوئے یثرب
اب اس عزم کو کر چکا ملتوی ہوں
کوئی قادری ہے کوئی سہروردی
مرا فخر یہ ہے کہ میں گاندھوی ہوں
[صفحہ ۲۲۶]

نوٹ:- اس قسم کے کلام سے ظفر علی خان کی کتاب بھری پڑی ہے صرف قدر کفایت پر ہم نے اکتفاء کیا ہے۔ دلچسپی رکھنے والے حضرات براہ راست اس کا مطالعہ کریں۔ امید ہے کہ اس سے گکھڑوی صاحب کے ذوقِ شعر کی تکمیل ہوگئی ہوگی.....

آمدم برسر مطلب!

گکھڑوی صاحب کے ظفر علی خان کے حوالے سے پیش کردہ اس شعر کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ یا تو یہ ان سے غلط منسوب ہے۔ یا پھر یہ ہے کہ یہ شعر ان کے اس دور کا ہے کہ جب انہوں نے بریلوی علماء کو قریب سے نہیں دیکھا تھا دلیل اس کی یہ ہے کہ انہوں نے معروف بریلوی عالم جن کے گکھڑوی صاحب کے شیخ القرآن غلام خان سے مناظرے بھی ہوئے' ان کی زبردست تعریف کی ہے جسے خود ان کی زبانی سنیے۔ "مولنٰا عبدالغفور ہزاروی" کے زیرِ عنوان لکھا ہے کہ صدر مجلس اتحاد ملت وزیر آباد مولنٰا عبدالغفور ہزاری صاحب جب بعزم حج بیت اللہ روانہ ہوئے تو ان کے اعزاز میں رفیق عبداللطیف وزیر آبادی نے ایک پرتکلف دعوت دی جس میں دوسرے احباب کے ساتھ میں بھی شریک تھا احباب کی طرف سے اس تقریب کے لیے کچھ اشعار کا تقاضا ہوا جسے یوں پورا کیا گیا :-

حج کو جانے والے ہیں عبدالغفور
آسمان برسا رہا ہے ان پہ نور

کس زباں سے ہو بیاں وصف آپ کا
آپ موسیٰ ہیں وزیر آباد طور
جا کے مکہ میں کھجوریں کھائیں گے
اور رہے گا ان سے حلوا دور دور
جارہے ہیں پینے یثرب کی شراب
جس کے اندر ہے دو عالم کا سرور
جب مواجہ کی سعادت ہو نصیب
یاد رکھیں ہم غریبوں کو ضرور
ہے بریلی ہم صفیر دیوبند
اتحاد باہمی کا ہے ظہور
کانگریس ٹکرا رہی ہے لیگ سے
آرہا ہے عقل گاندھی میں فتور
شعر میری طرح کہہ سکتا نہیں
حقہ پینے کا نہیں جس کو شعور
کانپتے تھے اس کی ہیبت سے زمین و آسماں
جب مسلماں گھر سے نکلا باندھ کر سر پر کفن
شیخ کے تہمد نے گاندھی کی لنگوٹی سے کہا
میں پرستار خدا ہوں تو پرستار وطن

(وزیر آباد ۲۷/دسمبر ۱۹۳۸ء) اھ ملاحظہ ہو [چمنستان صفحہ ۲۰۹، ۲۱۰ طبع مذکور]

گکھڑوی صاحب نے مزید لکھا ہے کہ: اور کبھی کسی کو یوں کہنا پڑا

بریلی کے فتووں کا سستا ہے بھاؤ
کہ بکتے ہیں کوڑی کے اب تین تین

خدا نے یہ کہہ کر انہیں ڈھیل دی

و املی لهم ان کیدی متین

ملاحظہ ہو[ایضاح سنت جلداصفحہ ۱۰۵'۱۰۶]

اقول:۔ان کا قائل نہیں بتایا گیا تا کہ ہم اس سے حساب لیتے پس ان کے ذمہ دار اب گکھڑوی صاحب ہی ہیں۔لہٰذا گزارش ہے کہ یہ اشعار اس ''بریلی'' کے متعلق نہیں جو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا علاقہ ہے بلکہ اس سے مراد رائے بریلی ہے جس میں گکھڑوی صاحب کے امام طائفہ کے پیر و مرشد سید احمد بریلوی صاحب رہتے تھے۔یا پھر یہ مولوی احسن نانوتوی (برادر اکبر مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند کے بارے میں ہیں کیونکہ موصوف کا مدرسہ بھی بریلی ہی میں تھا اور اسی سے اس نے بانیٔ مدرسہ دیوبند کی رسوائے زمانہ کتاب تحذیر الناس شائع کی تھی جو یقیناً بیرونی (اسلام دشمن) طاقتوں سے کچھ لین دین کرنے کے بعد ہی لکھی گئی کہ اس میں اسلام کے اجماعی اور بنیادی عقیدہ ختم نبوت کی نفی کی گئی ہے پس قرین قیاس یہی ہے کہ اسی موقع پر کسی نے یہ شعر کہے۔علاوہ ازیں مزید اس پر قرینہ یہ بھی ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں فتویٰ کی کوئی فیس نہ تھی اور آپ نے کبھی اس پر ایک ٹکا بھی وصول نہ فرمایا جیسا کہ فتاویٰ رضویہ شریف میں بھی آپ کی تصریح موجود ہے۔جب کہ گکھڑوی صاحب کے حکیم الامت مہمانوں کو بھی معاف نہیں کرتے تھے (کمافی الاضافات الیومیۃ)۔

علاوہ ازیں الحمدللہ اہل سنت و جماعت بریلوی کا کوئی ایسا خراب عقیدہ نہیں جو کفریہ یا گمراہانہ ہو(ومن ادعی فعلیه البیان ثم علینا جوابه انشاء الرحمن)جب کہ گمراہانہ اور کفریہ عقائد کے حامل اسمٰعیل دہلوی کے پیر نیز احسن نانوتوی کی لڑی والے باشندگان بریلی ہیں (وقد مرّ تفصیلہ)انہی کے مراد ہونے کا واضح قرینہ ہے۔

علاوہ ازیں اس شعر میں لکھی گئی آیت مکی ہے جو کافروں سے متلعق ہے پس یہ کہنا کہ ''خدا نے یہ کہہ کر انہیں ڈھیل دی'' تفسیر بالرائی ہے جو کفر ہے لہٰذا اس کا وبال قائل ہی پر پڑا کہ آسمان کا تھوکا اپنے منہ پر آتا ہے۔

گکھڑوی صاحب نے مزید لکھا ہے کہ:۔

اور کبھی کسی نے اس دور کا نقشہ یوں کھینچا:

کس نے ٹکڑے جسد ملت بیضا کے کیے
اس میں اسماء بزرگان عظام آتے ہیں

[ایضاح سنت جلد ۱ ۱۰۶]

اقولُ:۔ اس کے مصداق بھی گکھڑوی صاحب کے بزرگان عظام ہی ہیں کیونکہ یہ وصف صحیح طور پر اُنہیں میں پایا جاتا ہے۔جس کی وضاحت ظفر علی خان کے علماء دیوبند کے متعلق نقل کردہ اشعار سے بھی ہوئی جن میں بعض شعر یہ ہیں

آج اسلام اگر ہند میں ہے خوار و ذلیل
تو یہ سب ذلّت اسی طبقۂ غدار سے ہے

[چمنستان صفحہ ۴]

کچھ جانتے بھی ہو کہ ہیں کیوں آج ہم ذلیل
ہم پر ہمارے علماء کا پڑا وبال

[چمنستان صفحہ ۲۰۷]

اقولُ:۔

ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہو ویسی سنو

جواب ندارد:۔

مصباح سنت جلد ۱ صفحہ ۱۲۶ تا ۱۳۱ ہم نے راہ سنت کے جواب میں علامہ حشمت علی خان علیہ الرحمۃ والرضوان کے سابقہ موقف سے رجوع کو محقق کرتے ہوئے گکھڑوی صاحب کے بعض اعتراضات کو دفع کیا نیز علامہ حشمت علی صاحب علیہ الرحمۃ کے بارے میں ان کی شستہ زبانی کا محاسبہ کیا نیز اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک عبارت کے حوالہ سے دیے ان کے مغالطہ نیز مناظر اعظم علامہ محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ پر لگائے گئے ان کے بعض الزامات کی قلعی کھولتے ہوئے ان سب کو خود گکھڑوی صاحب ہی پر پلٹ دیا جس کے جواب میں

انہوں نے ایک لفظ تک نہیں بولا جس سے ان کے ان بیانات کا جھوٹ اور ہمارے جوابات کا صحیح و مسلّم ہونا ثابت ولازم ہوا۔ (وھوالمقصود)۔

بحث گکھڑوی صاحب کا منہ مانگا شرک:۔

گکھڑوی صاحب نے اس مقام پر راہ سنت (صفحہ ۱۰) میں ایک خود ساختہ واقعہ کو بنیاد بنا کر اور اہل سنت کو مورد الزام ٹھہراتے ہوئے لکھا ہے تھا کہ "حملہ آوروں کو موقع پر گرفتار کر لیا گیا جس سے دیو بندی امام کی جان بچ گئی"۔

اس پر ہم نے لکھا تھا کہ غیر اللہ کو مشکل کشا مان کر گکھڑوی صاحب نے شرک اکبر کا ارتکاب کیا ہے لیکن وہ اسے گوارا کر گئے ہیں جب کہ اہل اللہ سے استمداد کو وہ شرک قرار دیتے ہیں اور وہ انہیں ہضم نہیں ہوتا۔ ملاحظہ ہو۔ [مصباح سنت جلد ا صفحہ ۱۳۱]

گکھڑوی جواب کا رد:۔

اس کے جواب میں گکھڑوی صاحب کی جانب سے لکھا ہے کہ :۔

"یہ مفتی صاحب موصوف کا خالص بہتان ہے کہ مافوق الاسباب کسی کو نافع اور ضار سمجھنا یہ شرک ہے باقی رہا اسباب کے تحت کسی کے استقامت اور اسباب کے درجہ میں ایک دوسرے کی مدد یا ایک دوسرے کو فائدہ پہنچانا یا کسی سے فائدہ لینا تو نہ اس کو کسی نے شرک کہا ہے یہ صرف مفتی صاحب موصوف کی ذہنی اختراع ہے۔ نظریہ کو واضح کرنے والی گلدستہ توحید کی عبارت پہلے صفحہ ۸۷ پر ہم پیش کر چکے ہیں۔ اھ ملخصاً بلفظہٖ۔

[ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۱۰۶، ۱۰۷]

اقولُ:۔ ہم بھی اہل اللہ کو سبب مان کر ہی ان سے استمداد کے جواز کے قائل ہیں پس اسباب کے تحت استعانت واعانت اور افادہ واستفادہ کو جائز تسلیم کر کے گکھڑوی صاحب نے اس بارے میں عقیدہ اہل سنت کی حقانیت وصداقت کو فی الجملہ اصولی طور پر مان لیا ہے۔ باقی مافوق الاسباب کی قید ان کی طرف سے نصوص شرعیہ پر اضافہ ہے جو جائز نہیں جس کا اثبات ان کے ذمہ ہمارا قرض ہے۔ یہ بحث گکھڑوی صاحب کے محولہ مقام کے مطابق گزشتہ اوراق میں مکمل تفصیل سے گزر چکی ہے۔ اعادہ کی حاجت نہیں۔ اسے وہاں ہی ملاحظہ کیا جائے۔

جواب ندارد:۔

راہ سنت کے صفحہ ۷ سطر آخر اور صفحہ ۸ وسطر ۸ میں گکھڑوی صاحب نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق دو بار لعنۃ اللہ علی الکذبین کے لفظ استعمال کیے تھے، ہم نے ثابت کیا تھا کہ اس کے مستحق گکھڑوی صاحب خود ہی ہیں اور اسے ہم نے ''ایک اور منہ مانگا تحفہ'' کے عنوان سے بیان کیا تھا۔ ملاحظہ ہو۔ [مصباح سنت جلد ا صفحہ ۱۳۲]

ایضاح سنت میں انہوں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اس تحفہ کو خوش دلی سے قبول فرمالیا ہے۔

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہے کنی
منت از و شناس کہ در خدمت گزاشتت

ایضاً جواب اصلاً ندارد:۔

علاوہ ازیں گکھڑوی صاحب نے راہ سنت کے صفحہ ۶، ۷ میں اپنے اکابر دیوبندی علماء کو ۱۸۵۷ء کے انگریز کے ساتھ جہاد کا ہیرو ہی نہیں شہید بنا کر پیش کیا جس پر ہم نے ان سے حوالہ طلب کرتے ہوئے انہیں چیلنج کیا تھا کہ ''اگر ذرہ بھر بھی صداقت اور جرأت ہے تو ثابت کریں کہ اکابر دیوبند (جن کی علماء اہل سنت نے تکفیر فرمائی جیسا کہ خود گکھڑوی صاحب نے بھی اس کی تصریح کر دی ہے) جس میں کسی دیوبندی عقائد والے مولوی نے اپنی جان انگریز کے خلاف جہاد میں پیش کی جب کہ حقیقت یہ ہے کہ وہ سب طبعی موت مرے تھے۔ رہے اسمٰعیل دہلوی صاحب ؟ تو وہ ایک تو ۱۸۵۷ء سے قبل ۱۸۳۱ء میں فوت ہوئے۔ دوسرے وہ بھی بمقابلۂ کفار نہیں بلکہ بمقابلہ مسلمین مقتول ہوئے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ [مصباح سنت جلد ا صفحہ ۱۳۴، ۱۳۵]

اس کے جواب میں گکھڑوی صاحب کی جانب سے حسب ذیل جواب لکھا گیا ہے کہ:۔

ہماری مفتی صاحب موصوف سے گزارش ہے کہ وہ اپنی آنکھوں سے تعصب کی پٹی اتار کر انصاف پسند دل سے تاریخ کا مطالعہ کریں تو ان کو ضرور نظر آئے گا کہ ۱۸۵۷ء کے جہاد میں مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی جیسے بانیان دارالعلوم دیوبند رفقاء سمیت بذات خود شریک ہیں اور شاملی کے میدان میں حافظ ضامن شہید ہوئے اس کے لیے مزید تفصیل بیس

بڑے مسلمان اور اظہار العیب میں دیکھیں اھ بلفظہٖ [ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۱۰۷]

اقولُ:- یہ بھی گکھڑوی صاحب کی شکست فاش ہے کیونکہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ اپنی راہ سنت والی تحریر کے مطابق اپنے دعویٰ کا ثبوت مہیا کرنے سے کنارہ کشی کی ہے بلکہ موضوع بھی بدل دیا ہے چنانچہ دعویٰ تو ان کا یہ تھا کہ ان کے اکابر نے انگریز کے خلاف لڑتے ہوئے اپنی جانیں دے دی تھیں مگر ثبوت دیتے وقت جانیں دینے کی بجائے جہاد میں شرکت کی بات کی اور اس کے لیے بھی کوئی حوالہ دینے کی بجائے اتنا کہا کہ تاریخ کا مطالعہ کریں"۔ بھلے مانس نے اتنا بھی نہ سوچا کہ ہم نے ان سے حوالہ مانگا تھا نہ کہ مطالعہ کرنے کی تلقین کرنے کا کہا تھا۔ پھر بھی وہ جدید انداز میں اندھا ہونے کی گالی بھی ہمیں ہی دیتے ہیں جس کا فیصلہ منصف مزاج اہل علم قارئین کریں گے کہ کو اُن کے لفظوں میں یہ پٹی کس کی آنکھوں پر چڑھی ہوئی ہے اور بصر یا بصیرت کی دولت سے محروم کون ہے؟

حافظ ضامن صاحب کی مثال آپ کو مفید نہیں کیونکہ اس کا بھی آپ نے حوالہ نہیں دیا پھر ان کا حسب بالا اکابر علماء دیوبند سے ہونے کا یا علماء دیوبند کی بنیاد اختلاف گستاخانہ عبارات کے قائل ہونے کا کوئی ثبوت نہیں کیونکہ دیوبندی ہے ہی وہی جو اُن گستاخانہ عقائد کا حامل ہو۔ موصوف حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے پیر بھائی تھے ۱۲۷۴ھ میں وفات ہے جو یقیناً دیوبندی بریلوی اختلافات سے کافی پہلے کا دور ہے پھر یہ کہ ان کی شان میں صاحب انوار ساطعہ نے قطعہ بھی لکھا تھا اگر وہ بدعقیدہ ہوتے تو وہ ان کی تعریف میں نظم نہ فرماتے (تذکرہ حضرت حافظ محمد ضامن شہید مقدمہ الامداد السلوک مترجم) جب کہ نانوتوی اور گنگوہی جیسے بانیان دیوبند کے انگریز زبردست حامی اور جانثار سپاہی ہونے کو ہم عقائد دیوبند کی بنیادی کتاب المہند کے مصدق و مقرظ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی کی متعدد تصریحات اور شہادات سے مصباح سنت میں ثابت کر چکے ہیں ملاحظہ ہو (مصباح سنت جلد ا صفحہ ۱۴۷ تا ۱۴۹) اس پر کچھ بحث آگے آ رہی ہے۔

رہا گکھڑوی صاحب کا یہ کہنا کہ مزید تفصیل کے لیے "بیس بڑے مسلمان" اور "اظہار العیب" دیکھیں؟ تو یہ انتہائی مضحکہ خیز بات ہے کیونکہ مزید تفصیل کی بات اس وقت کی جاتی ہے جب پہلے کچھ تفصیل کی گئی ہو جو یہاں قطعاً مفقود ہے۔ پھر یہ کہ یہ دونوں کتابیں بھی ایضاح سنت کی طرح آپ کے گھر کی اور آپ لوگوں کی ہی لکھی ہوئی ہیں۔ انہی کے حوالے کرنا اور عوام کو اسی پر

ٹرخانا تھا تو ایضاح سنت کے لکھنے کی تکلیف ہی کیوں کی تھی؟ ______

جواب ندارد:-

گکھڑوی صاحب نے راہ سنت میں اپنے دیوبندی اکابر کے متعلق یہ تأثر دیا کہ انہوں نے ۱۸۵۷ء میں انگریز کے خلاف لڑتے ہوئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا نیز تیرہ ہزار کے قریب ان کے (دیوبندی عقیدہ کے حامل) علماء کو انگریز نے تختۂ دار پر لٹکایا (صفحہ ۶'۷) ہم نے اس کے جواب میں ''ایک اور چالاکی'' اور ''ایک اور ہیرا پھیری'' کے عنوانات کے تحت لکھا تھا کہ یہ دعویٰ محل نظر ہی نہیں از حد غلط بھی ہے۔ ذرہ بھر بھی سچے ہیں تو ان تیرہ ہزار علماء میں کوئی ایک دیوبندی عالم ایسا پیش کریں جو انگریز کے خلاف جہاد میں شریک ہونے کے جرم میں تختۂ دار پر لٹکایا گیا ہو اس پر ہم نے ان سے حوالہ کا مطالبہ بھی کیا تھا اور یہ بھی کہتا تھا کہ حقیقت یہ ہے کہ وہ سب علماء اہل سنت تھے کیونکہ اسمٰعیل دہلوی کے گروپ والے مولوی جماعتی سطح پر انگریز ہی کے حامی اور خیر اخواہ تھے۔ (مصباح سنت جلد ا صفحہ ۱۳۵'۱۳۶) لیکن اس کا انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا جو ان کی ایک بار پھر مزید شکست فاش ہے (وھو المطلوب)۔

جواب ندارد:-

گکھڑوی صاحب نے اپنے اکابر دیوبند کے گستاخیٔ نبوت اور سوءِ ادبی رسالت کے جرم کے ارتکاب پر انہیں حکم کفر سے بچانے نیز علماء اہل سنت کی تکفیر شرعی کو بے جا دکھانے کے لیے ایک حیلہ یہ تراشا تھا کہ ''ان کی کفر کے لیے بڑے بڑے مولوی اور مفتی خریدے گئے'' (راہِ سنّت صفحہ ۷) گویا ان کے طور پر ان کے ان اکابر کو بلاوجہ اور محض انگریز کے اشارے پر کافر کہا گیا۔ ہم نے ''الزام ہٰذا کے جھوٹے ہونے کے مزید دلائل'' کے زیرِ عنوان اس کے جواب میں لکھا تھا کہ:

علاوہ ازیں الزام ہٰذا کے جھوٹے ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جن کفریہ اور گستاخانہ عبارات کے حوالہ سے علماء اہل سنت خصوصاً اعلیٰ حضرت نے شرعی فیصلہ صادر کرتے ہوئے ان کے قائلین کو کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا تھا' ان پر فتویٰ لگانے کی بجائے انہیں تحفظ فراہم کرنا ہی انگریز کے حق میں تھا پس اس کام کے لیے انگریز کا انہیں خریدنا کیا معنیٰ وہ اتنا بے وقوف نہیں تھا کہ اسے اپنے نفع نقصان کا اندازہ نہ ہو۔ خصوصیت کے ساتھ اعلیٰ حضرت

رحمۃ اللہ علیہ کا اس سلسلہ میں نام لینا تو گکھڑوی صاحب کا انتہا درجہ جھوٹ ہے۔ کیونکہ فتویٰ صرف آپ نے نہیں لگایا بلکہ آپ سے پہلے کے علماء نے بھی یہ حکم شرعی صادر فرمایا تھا۔ جیسے حضرت الشاہ فضلِ رسول بدایونی اور امام اہلِ حق حضرت علامہ فضلِ حق خیر آبادی وغیرہما رحمہم اللہ تعالیٰ بعد کے علماء نے بھی پھر عرب کے علماء خصوصاً حرمین طیبین زادہما شرفا کے علماء نے بھی اور عجم کے علماء نے بھی ان پر یہ فتویٰ لگایا تھا۔ جس کی تفصیل حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ وغیرہما میں موجود ہے تو کیا ان سب کو انگریز نے خریدا تھا؟ پھر فتویٰ لگائیں سب اور خریدا گیا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو؟ عقل کا علاج کرائیں۔ پھر خریدا گیا تھا تو کب' کہاں' کیسے کیونکر اور کتنے میں خریدا تھا' کیا مراعات فراہم کی تھیں؟ کیا اس کی کوئی صحیح معیاری دستاویز پیش کی جاسکتی ہے؟

علاوہ ازیں اس الزام کے جھوٹے ہونے کی ایک اور ٹھوس دلیل یہ ہے کہ اگر اعلیٰ حضرت کو واقعی انگریز نے خریدا ہوتا تو (جیسا کہ گکھڑوی صاحب نے یہ جھوٹ بولا ہے) تو کم از کم آپ انگریز کے پودا قادیانی شاخ کا کچومر نکالتے ہوئے اس پر کبھی فتویٰ صادر نہ فرماتے جب کہ آپ نے گستاخان نبوت پر شرعی حکم لگاتے ہوئے سب سے سرفہرست اسی قادیانی آنجہانی کو نشانہ بنایا ہے۔ ملاحظہ ہو (المعتمد المستند نیز حسام الحرمین وغیرہما) جس کا خود گکھڑوی صاحب موصوف کو بھی اقرار ہے چنانچہ انہوں نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی دو کتابوں حسام الحرمین اور فتاویٰ افریقہ کے حوالہ سے آپ کا یہ فتویٰ لکھا ہے کہ ''غلام احمد قادیانی اور رشید احمد اور جو اس کے پیرو ہوں جیسے خلیل احمد انبیٹھوی اور اشرف علی وغیرہ' ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں نہ شک کی مجال بلکہ جو ان کے کفر میں شک کرے بلکہ کسی طرح کسی حال میں انہیں کافر کہنے میں توقف کرے اس کے کفر میں شبہ نہیں''۔ اھ ملاحظہ ہو۔ [راہِ سنّت صفحہ ۸]

اسی طرح آپ کی دیگر کئی اور کتب اور ملفوظات کے حوالہ سے بھی لکھا ہے ملاحظہ ہو۔ [راہِ سنّت صفحہ ۸۷]

علاوہ ازیں آپ نے اور آپ کے خلف الرشید اور برادر محترم نے قادیانی کے خلاف کئی مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں جیسے السّو والعقاب' الجراز الدیانی' اور قہر الدیان اور الصارم الرّبانی علیٰ اسراف القادیانی وغیرہما اھ ملاحظہ ہو [مصباح سنّت جلد اوّل صفحہ ۱۳۶' ۱۳۷]

گکھڑوی جواب مع الرد:۔

گکھڑوی صاحب کی جانب سے ''مفتی صاحب کی انوکھی دلیل'' کا عنوان قائم کر کے اس کا جو جواب دیا گیا ہے وہ حسب ذیل ہے:

قارئین کرام مفتی صاحب موصوف کی انوکھی دلیل دیکھیں کہ جو لوگ انگریز کے خلاف لڑ رہے ہیں ان کو تحفظ فراہم کرنا انگریز کے حق میں تھا اسی کو کہتے ہیں کہ جب کسی کی مت ماری جائے تو وہ اسی قسم کی باتیں کرتا ہے۔ انگریز کے خلاف برسرپیکار لوگوں کو عوام الناس میں متنفر کرنا اور ان کی شخصیات کو مجروح کرنا انگریز کی حمایت نہیں تو اور کیا ہے۔ اھ ملاحظہ ہو۔ [ایضاح سنت جلد اوّل صفحہ ۱۰۷، ۱۰۸]

اقول:۔ یہ جواب غلط ہے کیونکہ اس کی بنیاد اس مفروضہ پر ہے کہ گکھڑوی صاحب کے وہ اکابر انگریز کے خلاف تھے جو قطعاً خلاف واقعہ ہے پس پوری مت گکھڑوی صاحب اور اس کے کنبہ کی ماری گئی ہے جو یہ بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں۔

امام اہل سنت علامہ خیر آبادی کے متعلق گکھڑوی تلبیس کا محاسبہ:۔

جنگ آزادی میں عوام مسلمین کو انگریز کے خلاف جہاد کے لیے جانثاری کی حد تک میدان میں لانے میں بنیادی کردار علماء اہل سنت کا ہے اور ان میں جن کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔ حضرت بطل حریت امام اہل سنت علامہ فضل حق خیر آبادی حنفی چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ ونور مرقدہٗ الکریم قدس سرّہ العزیز کا نام نامی سرفہرست ہے۔ آپ ہی نے اپنی تحریرات کریمہ اور فتاویٰ کے ذریعہ اس کے لیے جہاد کی راہ ہموار فرمائی باقاعدہ فتویٰ جہاد صادر فرما کر علماء کی پیشوائی فرمائی جس کے نتیجہ میں آپ گرفتار کر لیے گئے اور جزیرہ انڈومین کی کال کوٹھڑی میں ڈال دیئے گئے اور سخت مشقتوں میں مبتلا ہو کر بالآخر جام شہادت نوش فرما کر تاریخ میں اپنا نام آبِ زر سے رقم کرا گئے۔ آپ اس دور میں برصغیر کے سب سے بڑے عالم دین نیز شخصیت' کردار' تقویٰ وطہارت' مرجع علم وعلماء ہونے اور سیرت وصورت اور دنیوی جاہ وجلال الغرض ہر حوالہ سے انتہائی نمایاں مقام کے حامل تھے جس پر اپنوں بیگانوں سب کا اتفاق ہے جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی آپ کا اپنا خانوادہ بھی نہایت علمی تھا خلق کثیر کو جس سے شرف تلمذ حاصل تھا چنانچہ فنِ منطق کا معروف عجالہ نافعہ و

رسالہ مبارکہ ''مرقاۃ'' آپ کے والد ماجد (علامہ فضل امام علیہ رحمۃ الملک المنعام) کا مؤلفہ ہے جو منظر عام پر آنے کے بعد سے تسلسل کے ساتھ تمام مدارس عربیہ میں شامل نصاب ہے۔

دوسرے یہ کہ آپ امام المحد ثین پیشوائے اہل سنت حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے براہِ راست تلمیذ ارشد اور آپ کے علوم و معارف کے صحیح وارث و امین تھے۔ جیسا کہ زمانۂ طالب علمی کے ایک شیعی مجتہد سے آپ کے مناظرہ کا واقعہ اس پر شاہد عدل ہے۔ اس طرح سے اگر آپ کو حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا اصل علمی جانشین کہہ دیا جائے تو قطعاً کچھ مبالغہ نہیں ہوگا۔ نیز ذاتی قابلیتیں اور اسلامی حکومت میں اعلیٰ عہدوں پر آپ کا فائز ہونا اسپر مستزاد تھا جب کہ آپ مدّ مقابل مولوی اسمٰعیل دہلوی جو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کا بھتیجا تھا اس کا اس طرح کا علمی مقام نہ تھا کیوں کہ دوران طالب علمی بھی وہ بہت لاابالی واقعہ ہوا تھا اور اتنا بدمحنت کہ صبح کلاس میں اتنا بھی اسے پتہ نہیں چلتا تھا کہ سبق کہاں سے پڑھنا ہے اسے صرف صاحبزادگی کا گھمنڈ تھا' اسی کم علمی کے باعث وہ ابن عبدالوہاب نجدی کی تعلیمات' کا شکار ہو گیا۔ اس طرح سے وہ اپنے خاندانی عقائد سے بھی منحرف ہو گیا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب اس وقت بہت سن رسیدہ اور آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے اس لیے سوائے اظہار افسوس اور زبانی تردید کے کچھ نہ کر سکے اور آہیں بھرتے رہے کہ کاش میرے قویٰ بحال ہوتے تو میں اس کی خبر لیتا۔ اس کے چچا حضرت شاہ عبدالقادر نیز چچازاد بھائیوں حضرت شاہ مخصوص اللہ اور حضرت شاہ محمد موسیٰ (ابناء حضرت شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ) نے مقدور بھر اس کی تردید کا فرض ادا کیا۔ اندریں صورت وہ کسی حکومتی سہارے کے بغیر اپنا نام پیدا نہیں کر سکتا۔ اس لیے اس نے انگریز کے ساتھ سازباز کی اور اس کے حق میں نہ صرف یہ کہ تقریریں کیں بلکہ انگریز کے خلاف چلنے والے کے خلاف لڑنے کا فتویٰ بھی دیا اور اعلان کیا کہ انگریز کے برخلاف لڑنا حرام اور ناجائز ہے جو اس کے لیے تاقیامت کلنگ کا ٹیکہ ہے۔

اہلِ تنقیص حضرات (یعنی دیوبندیہ) چونکہ ہر طرح سے اسمٰعیل دہلوی سے وابستہ ہیں اس لیے انہیں حضرت امام اہل سنّت علامہ فضلِ حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے سخت عداوت ہے جس کی مزید وجہ یہ ہے کہ حضرت موصوف نے اپنے استاذ گرامی شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی کی

امنگوں پر پورا اترتے ہوئے اسمٰعیل دہلوی کی ہر طرح سے خبر لی اس سے مناظرے کیے جن میں اسے ذلت آمیز اور عبرتناک شکستوں سے دوچار کیا اور اس کی رسوائے زمانہ کتاب تقویۃ الایمان میں مذکور مسئلہ شفاعت وغیرھا کے خلاف اس کے منفی بیانات کے رد میں ''تحقیق الفتوٰی بابطال الطغوٰی'' کے نام سے سونے کے برابر تولے جانے والی ایمان افروز اور باطل سوز کتاب تحریر فرمائی جوتا حال لاجواب ہے۔ بناء بریں اہلِ دیوبند کی کوشش ہوتی ہے کہ حضرت بطل حریت رحمہ اللہ کو (خاکم بدہن گستاخان) کسی طرح نیچا دکھایا جائے۔ چنانچہ راہ سنت کے جواب میں اس مقام پر ہم نے مصباح سنت میں لکھا تھا کہ ''حقیقت یہ ہے کہ جرم جہاد میں پھانسی وغیرہ کی سزائیں پانے اور انگریز کے لیے دردسر بننے والے وہ سب علماء اہل سنت تھے جن میں حضرت علامہ فضلِ حق خیر آبادی' حضرت مولانا رضا علی خاں جدّ امجد اعلیٰ حضرت نیز حضرت مولانا نقی علی خاں والد ماجد اعلیٰ حضرت' نیز امام نعت گویاں حضرت مولانا کفایت علی کافی رحمہم اللہ اجمعین کے اسماء گرامی سرفہرست اور قابل ذکر ہیں'' اھ۔ [مصباحِ سنت جلد ا صفحہ ۱۳۵' ۱۳۶]

گکھڑوی صاحب مع الردّ:-

گکھڑوی صاحب نے اس کے جواب میں ایک جھوٹ تو یہ بولا کہ ''علامہ فضلِ حق خیر آبادی کو بعض منطقی مسائل میں شاہ اسمٰعیل شہید سے اختلاف تھا'' (ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۱۰۹) جس کا جھوٹ ہونا صاف ظاہر ہے ورنہ کیا تقویۃ الایمان فنِ منطق کی کتاب ہے یا مسئلہ شفاعت؟ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی نظیر کا مسئلہ بھی ان مسائل میں سے تھا جن میں حضرت علامہ نے دہلوی موصوف کی خوب درگت بنائی۔ دہلوی موصوف اسے ممکن اور حضرت علامہ اسے ممتنع بتاتے تھے ظاہر ہے کہ یہ بھی کوئی منطق کا مسئلہ نہیں خالص عقیدہ کا مسئلہ ہے۔ لگتا ہے کہ گکھڑوی حلقہ کو سچ بولنے کی توفیق ہی نہیں دی گئی۔ بلکہ گکھڑوی صاحب کی جانب سے یہاں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ ''علامہ فضلِ حق خیر آبادی کو بریلوی کھاتہ میں ڈالنا انتہائی زیادتی ہے''۔ (ایضاح سنّت جلد ا صفحہ ۱۰۹' ۱۱۰) جس پر لاحول ہی پڑھا جا سکتا ہے۔ نیز اگر اس کا یہ مطلب ہو کہ انہیں دیوبندی کھاتہ میں رکھا جائے تو پھر تو گکھڑوی جماعت کے بے ایمانی ہونے میں کوئی شک بھی نہ رہا کیونکہ حضرت علامہ نے بابائے وہابیت امام الطائفہ کو گستاخ و بے ادب قرار دیتے ہوئے اسے بے

ایمان قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے تحقیق الفتویٰ کا مطالعہ کیا جائے۔ بالفاظ دیگر اس صورت میں دیوبند جماعت اپنے ہی فرد جماعت کے فتویٰ کی رو سے بے ایمان ٹھہرے گی سبحان اللہ واہ جو جواب لکھا ہے۔ ؏ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

دیگر علماء اہل سنت کے بارے میں لکھا ہے: ''ان کو بریلوی طبقہ میں شامل کرنا زیادتی ہے اس لیے کہ بریلوی طبقہ کا تو کوئی جتھہ ہی نہ تھا جس میں ان کو شامل کیا جائے۔ان کی انگریز وفاداری کے واقعات تاریخ کا اہم حصہ ہیں''۔ملخصاً بلفظہٖ [ایضاح سنت جلد اصفحہ ۱۰۹، ۱۱۰]

اقول:- یہی بات تو بلا حوالہ گکھڑوی صاحب نے پہلے (راہِ سنت میں) لکھی تھی جس پر ہم نے ان سے (مصباح سنت میں) حوالہ طلب کرتے ہوئے انہیں چیلنج کیا تھا کہ وہ ان کا دیوبندی العقائد ہونا ثابت کریں۔پس یہ کوئی انہوں نے نئی بات نہیں کی بلکہ اسی کا الفاظ بدل کر اعادہ کر دیا ہے اور حوالہ پھر بھی نہیں دیا اور نہ ہی ان کا دیوبندی العقائد ہونا ثابت کیا ہے جو ان کا جھوٹ در جھوٹ اور شکست بر شکست ہے۔جب کہ یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ جتھے وتھے بنانا ہمیشہ اقلیتوں کا خاصہ ہے واضح اکثریت جو ہر جگہ حاوی ہو ان پر جتھے بازی کا اطلاق عقل و انصاف کے منافی ہے۔الغرض ہمارے اس سوال کا جواب دینے کی بجائے اسے ہی دہرا دینا گکھڑوی صاحب کے عجز کی دلیل ہے۔جب کہ حضرت شہید آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ کے بارے میں گکھڑوی صاحب کی جانب سے یہ جھوٹ بولا گیا ہے کہ اصل میں ''انگریز کے خلاف جہاد آزادی میں حصہ لینے والے اور انگریز کو مطلوب تو مولانا سید فضل حق صاحب رام پوری تھے مگر نام کے مغالطہ سے علامہ فضلِ حق خیر آبادی گرفتار کر لیے گئے اور پھر ان کو جزیرہ انڈمین بھیج دیا گیا'' (ایضاح سنت جلد اصفحہ ۱۰۸، ۱۰۹) اور اس پر انہوں نے ''نام کا مغالطہ'' کا عنوان بھی دیا ہے اور اسے پکا کرنے کے لیے جھوٹ موٹ کا ایک قصہ بھی سنا دیا۔جس کے جھوٹ ہونے کے لیے اتنا بھی کافی ہے کہ یہ حقائق کے سراسر خلاف ہے نیز اس کا انہوں نے کوئی ثبوت بھی مہیا نہیں کیا۔ایضاح سنت جلد اصفحہ ۱۰۹ پر حوالہ کے لیے اتنا لکھا ہے: ''تحریک دہلی جون ۱۹۶۰ء صفحہ ۱۲ بحوالہ عبارت اکابر صفحہ ۸''

ہم نے عبارات اکابر (جو گکھڑوی صاحب کی لکھی ہوئی ہے) کا متعلقہ صفحہ کھول کر

دیکھا تو اسی ماہنامہ تحریک کا حوالہ دیا گیا ہے مگر یہ واضح نہیں کیا کہ یہ رسالہ کس کی ادارت میں تھا نیز یہ الفاظ لکھنے والا اس کا مدیر ہے یا کوئی مضمون نگار نیز اس مضمون نگار وغیرہ نے اس کا کیا ماُخذ پیش کیا ہے اور اس کی سند کیا ہے۔ نیز تحریک دہلی کے لیے بھی عبارات اکابر میں گکھڑوی صاحب نے یہ لکھا ہے کہ ماُخوذ از ''جنگ آزادی صفحہ ۵۶۹'' پھر خود ہی لکھا ہے کہ اس کتاب کا مؤلف محمد ایوب قادری ہے جب کہ موصوف ایک دیوبندی پروفیسر گزرا ہے مگر حیرت ہے کہ گکھڑوی صاحب نے مغالطہ دینے کی غرض سے اسے ''مولانا'' کر کے لکھا ہے کہ پڑھنے والوں کو مولانا اور قادری کے لفظوں سے مغالطہ ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ ساری تان بہر صورت ماہنامہ تحریک پر ٹوٹ رہی ہے۔ جب کہ وہ بےنسب ہے جو علم و تحقیق کے معیار سے قطعاً اسی طرح ساقط ہے جس طرح گکھڑوی صاحب راہِ سنّت اور ایضاحِ سنّت وغیرہا۔

علاوہ ازیں گکھڑوی صاحب کے پیش کردہ ''تحریک'' کے شمارہ مجریہ جون ۱۹۶۰ء میں اس کے برخلاف یوں لکھا ہے کہ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی نے گرفتاری کے بعد ججوں کے سامنے نہ صرف یہ کہ اپنے فتویٰ جہاد کا کھلم کھلا اقرار فرمایا بلکہ ججوں کے رُوبرُو انگریزوں کے ملازمین کو کافر و مرتد بھی قرار دیا پھر اسی کو انکار فردِ جرم قرار دیتے ہوئے ان پر مقدمہ چلایا گیا۔ حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو: [امتیازِ حق صفحہ ۳۶ مؤلفہ راجا غلام محمد صدر ادارہ ابطال باطل لاہور۔ طبع مکتبہ قادریہ لاہور مطبوعہ ۱۹۷۹ء]

گکھڑوی صاحب کے شیخ الاسلام ٹانڈوی وغیرہ کی گواہی:۔

گکھڑوی صاحب سے تو ہمیں مان لینے کی توقع نہیں کیونکہ وہ ہمیشہ اپنے ہی مفروضہ پر چلتے ہیں اور اس حوالہ سے ان کی کیفیت یہ ہے کہ ''زمین جنبد زماں جنبد' نہ جنبد گل محمد''۔ تاہم ہم اپنے منصف مزاج قارئین سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ دیکھیں کہ اس بارے میں گکھڑوی صاحب کے بزرگان کیا کہتے ہیں پھر وہ فیصلہ کریں کہ ان دونوں میں کون سچا ہے' گکھڑوی صاحب یا ان کے وہ بزرگان؟

چنانچہ گکھڑوی صاحب کے شیخ الاسلام مولوی حسین احمد ٹانڈوی صدر مدرسین مدرسہ دیوبند آف انڈیا نے ان علماء کا ذکر کرتے ہوئے جو انگریز کے خلاف اس موقع پر پیش پیش تھے اور

آخر تک ڈٹے رہے لکھا ہے کہ :

''علماء میں مولانا احمد اللہ شاہ صاحب دلاور جنگ مدراسی' مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی جنہوں نے دہلی میں بعد نماز جمعہ جامع مسجد میں علماء کے سامنے تقریر کی تھی اور استفتاء پیش کیا تھا مفتی صدرالدین خان صاحب آزردہ صدرالصدور دہلی مولوی عبدالقادر صاحب قاضی فیض اللہ صاحب دہلوی' مولانا فیض احمد صاحب بدایونی' ڈاکٹر مولوی وزیر خاں اکبرآبادی' سید مبارک شاہ رام پوری نے اس پر دستخط کر دیے تھے اور اس فتوے کے شائع ہوتے ہی ملک میں عام شورش بڑھ گئی تھی۔ دہلی میں نوے ہزار سپاہ جمع ہوگئی تھی۔ الحاصل ان علماء نے آخر تک اپنے فتویٰ کے مطابق عمل کیا اھ ملاحظہ ہو [نقشِ حیات جلد۲ صفحہ ۱۱۷۔ طبع عزیز پبلیکیشنز ۵۶ میکلوڈ روڈ لاہور]

نیز اسی کے صفحہ ۵۶ میں لکھا ہے: بہر حال علماء میں سے مولانا احمد اللہ شاہ صاحب دلاور جنگ مدراسی اور مولانا فضلِ حق خیرآبادی (الی) نے جہاد حریت ۱۸۵۷ء میں بڑے پیمانہ پر حصہ لیا۔ اھ بلفظہٖ ملخّصاً

علاوہ ازیں ''مولانا فضلِ حق صاحب کا معاملہ'' کا عنوان دے کر انہیں **''خدا کا شیر''** قرار دیتے ہوئے لکھا ہے جو کہ من وعن اور مکمل طور پر نقل کیا جارہا ہے کہ :-

> ''۱۹/ستمبر کو دہلی میں انگریزوں کا تسلط ہوا تو مولانا دہلی میں تھے۔ انگریزوں کے قبضہ کے بعد پانچ دن تک بھوکے پیاسے مکان کے اندر بند رہے۔ پانچویں روز اہل وعیال کو لے کر معہ ضروری سامان شب میں چھپ کر نکلے' دریا عبور کیا۔ میدان قطع کیے اور بھیکن پور ضلع علی گڑھ تشریف لائے وہاں ۱۸ روز قیام فرمایا۔ صاحبزادہ مولانا عبدالحق صاحب بھی ساتھ تھے۔ ۱۸ یوم کے بعد نواب عبدالشکور خاں صاحب رئیس بھیکن پور نے سانکرہ کے گھاٹ سے جو کہ بھیکن پور سے آٹھ میل ہے اور نواب صاحب اور ان کے عزیزوں کی عملداری میں واقع تھا اپنے انتظام سے بدایوں اور بریلی کی طرف اتروادیا۔ بخیر وعافیت وطن مالوف پہنچ گئے۔ ۱۸۵۹ء میں مولانا کو انگریزوں نے باغی قرار دیا۔ ماٴخوذ ہو کر سیتاپور سے لکھنؤ لائے گئے اور باقاعدہ مقدمہ چلایا گیا۔ صاحب سیر العلماء لکھتا ہے! ۱۸۵۹ء میں سلطنت مغلیہ کی وفاداری

یا فتویٰ جہاد کی پاداش یا جرم بغاوت میں ماخوذ ہو کر سیتاپور سے لکھنؤ لائے گئے۔ مقدمہ چلا۔ مولانا موصوف کے فیصلہ کے لیے جیوری بیٹھی۔ ایک افسر نے واقعات سن کر بالکل چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ سرکاری وکیل کے مقابل خود مولانا بحث کرتے تھے بلکہ لطف یہ تھا کہ چند الزام اپنے اوپر خود قائم کیے اور پھر خود ہی مثل تار عنکبوت عقلی و قانونی ادلہ سے توڑ دیئے۔ جج یہ رنگ دیکھ کر پریشان تھا اور ان سے ہمدردی بھی تھی۔ جج نے صدرالصدوری کے عہد میں مولانا سے کچھ عرصہ کام بھی سیکھا تھا وہ مولانا کی عظمت و تبحر سے بھی واقف تھا وہ دل سے چاہتا تھا کہ مولانا بری ہو جائیں۔ کرے تو کیا کرے ظاہر یہ ہو رہا تھا کہ مولانا بری ہو جائیں گے۔ سرکاری وکیل لاجواب تھے۔ دوسرا دن آخری دن تھا مولانا نے اپنے اوپر جس قدر الزام لیے تھے ایک ایک کر کے سب رد کر دیئے۔ جس مخبر نے فتویٰ کی خبر کی تھی اس کے بیان کی تصدیق و توثیق کی، فرمایا کہ! پہلے اس گواہ نے سچ کہا تھا اور رپورٹ بالکل صحیح لکھوائی تھی، اب عدالت میں میری صورت دیکھ کر مرعوب ہو گیا اور جھوٹ بولا'' وہ فتویٰ صحیح ہے، میرا لکھا ہوا ہے اور آج اس وقت بھی میری وہی رائے ہے'' جج بار بار علامہ کو روکتا تھا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ مخبر نے عدالت کا رخ اور علامہ کی بارعب و پروقار شکل دیکھ کر شناخت کرنے سے گریز کرتے ہوئے کہہ ہی دیا تھا کہ یہ وہ مولانا فضل حق نہیں وہ دوسرے تھے۔ گواہ حسن صورت اور پاکیزگی سیرت سے بے انتہا متاثر ہو چکا تھا مگر علامہ کی شان استقلال کے قربان جایئے **خدا کا شیر** گرج کر کہتا ہے وہ فتویٰ صحیح ہے میرا لکھا ہوا ہے اور اس وقت بھی میری وہی رائے ہے''

نالہ از بہر رہائی نکند مرغ اسیر
خورد افسوس زمانے کہ گرفتار نبود

شیر میسور سلطان ٹیپو کے رزمگاہ شہادت کا یہ فقرہ کبھی نہیں بھلایا جا سکتا کہ ''شیر کی ایک روزہ زندگی گیدڑ کی صد سالہ زندگی سے بہتر ہے''۔

علامہ کے اقرار و توثیق کے بعد گنجائش ہی کیا رہ گئی تھی۔ بے حد رنج کے ساتھ عدالت

نے جس دوام بعبور دریائے شور کا حکم سنایا آپ نے کمال مسرت اور خندہ پیشانی سے سنا (الی) جائداد و املاک کا کافی حصہ ضبط کر لیا گیا آخرش جزیرۂ انڈمان روانہ کر دیئے گئے (الی) ۱۲/صفر ۱۲۷۸ھ مطابق ۱۸۶۱ء کو مولانا فضلِ حق صاحب کا انتقال ہو گیا (الی) رحمہ اللہ تعالیٰ ورضی عنہ وارضاہ آمین فقط ملاحظہ ہو۔ [نقشِ حیات جلد۲ صفحہ ۵۶ تا ۵۹]

گنگھڑوی شیخ الاسلام کی ایک اور گواہی:-

نیز انہی حسین احمد ٹانڈوی صاحب نے اپنی ایک اور کتاب (تحریک ریشمی رومال صفحہ ۶۴' ۶۵) میں اس حوالہ سے لکھا ہے کہ "مولانا فضلِ حق صاحب خیر آبادی کو جو کہ تحریک کے بہت بڑے رکن تھے اور بریلی علی گڑھ اور اس کے ملحقہ اضلاع کے دوران تحریک میں گورنر تھے آخر ان کو گھر سے گرفتار کر لیا گیا جس مخبر نے ان کو گرفتار کرایا تھا' اس نے انکار کر دیا کہ مجھے معلوم نہیں فتویٰ جہاد پر جس نے دستخط کیے ہیں وہ یہ فضلِ حق ہیں یا کوئی اور ہیں؟ ...... مولانا نے فرمایا مخبر نے پہلے جو رپورٹ لکھوائی تھی وہ بالکل صحیح تھی کہ فتویٰ میرا ہے۔ اب میری شکل وصورت سے مرعوب ہو کر یہ جھوٹ بول رہا ہے۔

قربان جایئے علامہ کی شان استقلال پر **خدا کا شیر گرج کر کہہ رہا ہے** کہ میرا اب بھی یہی فیصلہ ہے کہ انگریز غاصب ہے اور اس کے خلاف جہاد لڑنا فرض ہے۔ خدا کے بندے ایسے ہی ہوا کرتے ہیں وہ جان کی پرواہ کیے بغیر سر بکف ہو کر میدان میں نکلتے ہیں اور لومڑی کی طرح ہیر پھیر کر کے جان نہیں بچاتے بلکہ شیروں کی طرح جان دینے کو فخر سمجھتے ہیں اھ [امتیاز حق صفحہ ۳۵' ۲۳]

دیوبندی فکر کے آرگن خدام الدین کا بیان:-

علاوہ ازیں دیوبندی مکتب فکر کے آرگن ہفت روزہ خدام الدین لاہور (مجریہ ۲۳ نومبر ۱۹۶۲ء صفحہ ۹' ۱۰) میں مولانا فضل حق خیر آبادی کے زیر عنوان فاضل دیوبند مستقیم احمد حامدی کا بیان ہے: "برا ہو تاریخ کا اس نے اپنے حافظہ سے ایسی ایسی جانباز' حق گو' بہادر اور جامع کمالات شخصیتوں کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکا جنہوں نے اپنے دور میں وقت کے تند و تیز

طوفان سے بے خوف وخطر ٹکر لی اور پیٹھ نہیں دکھائی۔ مولانا فضل حق رحمۃ اللہ علیہ تاریخ کے ان جواں مرد اور نڈر مجاہدوں میں سے تھے جن کی جرأت وہمت اور بے باکی نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا مگر تاریخ کے صفحات میں ان کو شایان شان کیا' معمولی جگہ بھی نہیں مل سکی .... مولانا فضل حق خیرآبادی نے اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ کا فریضہ ادا کیا اور اپنی عمر عزیز انڈمان میں حبس دوام کی نذر کردی .... علامہ فضل حق خیرآبادی وغیرہ نے انگریزوں کے خلاف فتوی دے کر مسلمانوں کو عدم تعاون پر آمادہ کیا .... مولانا فضل حق بھی باغی قرار دیئے گئے۔ سلطنت مغلیہ کی وفاداری' فتویٰ جہاد کی پاداش یا جرم بغاوت میں مولانا ماخوذ ہوکر سیتاپور سے لکھنؤ لائے گئے'' اھ ______ ملاحظہ ہو [امتیاز الحق صفحہ ۳۳' ۳۴ طبع مکتبہ قادریہ لاہور]

گنگھڑوی صاحب کے شیخ الاسلام حسین احمد مدنی نیز ان کے فاضل دیوبند کے ان نہایت درجہ واضح اور دوٹوک بیانات سے معلوم ہوا کہ مبحث فیہ معرکہ میں انگریز کے خلاف جہاد کی فرضیت کا فتوے دینے والے حضرت امام اہلسنت علامہ فضل حق خیرآبادی ہی تھے جو اوّل تا آخر اس پر قائم رہے نیز وہی انگریز کو مطلوب تھے اور مغالطہ قطعاً نہیں ہوا آپ اپنے اس فتویٰ پر ڈٹے رہے حتّٰی کہ انگریزی نام کی عدالت میں بھی ان کے پائے استقامت میں کوئی ڈگمگاہٹ نہیں آئی اور وہ موت کے منہ میں کھڑے ہوکر بھی اس حوالہ سے گرجتے برستے رہے یہ عذر قطعاً نہیں بتایا کہ نام کی غلطی کے باعث دھر لیا گیا ہوں اور آپ سلطنت مغلیہ (مسلمان حکومت) کے وفادار تھے نہ کہ انگریزی حکومت کے۔ نیز یہ کہ آپ واقع میں انتہائی حق گو' بے باک' نڈر' مستقل مزاج اور ایسے مجاہد تھے کہ شیر خدا ہی کا لقب آپ کے شایان شان ہے اور یہ کہ تاریخ نے آپ کے ساتھ انصاف نہیں کیا بلکہ آپ کے اصل مرتبہ ومقام اور عظمت وشان کے گھٹانے کا انتہائی ناروا اور ظالمانہ سلوک کیا گیا ہے نیز یہ کہ آپ کے مخالفین گیدڑوں اور لومڑوں کی صفات کے حامل ہیں۔

گنگھڑوی صاحب پھر بھی اسی پر رہیں تو ابھی یہ بتانا بھی ان کے ذمہ ہے کہ جس ''فضل حق'' کو انہوں نے پیش کیا ہے اس کی تاریخ ولادت ووفات کے ساتھ ان کا مکمل تعارف کرائیں' ان کا علمی وروحانی مقام کیا تھا' کیا وہ اس پائے کے تھے کہ ان کا فتویٰ مسلمانوں کو جانوں کے

نذرانے پیش کر دینے پر ابھارتا وغیرہ۔ اگر اس ''فضلِ حق رام پوری'' سے مراد وہ شخص ہیں جنہیں حکیم عبدالحی حسنی دیو بندی نے نزہۃ الخواطر (جلد ۸ صفحہ ۳۶۱'۳۶۲) میں ذکر کیا ہے تو ان کی تاریخ وفات کے حساب سے (جو کہ ۱۳۵۸ھ لکھی ہے) جنگ آزادی کے دور سے ان کی وفات تک ان کی عمر کم وبیش ڈیڑھ سو برس سے زیادہ بنتی ہے۔ بالفاظ دیگر وہ جنگ آزادی کے بعد تقریباً ڈیڑھ صدی اس دنیا میں رہے جو خلاف ظاہر ہے۔

علاوہ ازیں ان کے متعلق اسی میں لکھا ہے: ''وقرأ فی خلال ذلک بعض مصنفات القدماء علی العلامہ عبدالحق بن فضل حق الخیر آبادی'' یعنی وہ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی کے صاحبزادے مولانا عبدالحق صاحب کے تلامذہ میں سے ہیں (صفحہ ۳۶۱) بناء بریں وہ بھی اہل سنت ہی ہوئے اور میدان پھر بھی اہل سنت ہی کے ہاتھ میں رہا' گکھڑوی صاحب کو تو پھر بھی اس واویلا کا کچھ فائدہ نہ ہوا اور اس صورت میں بھی سلسلہ پھر بھی حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ کا نکلا۔ یہاں اس امر کا ذکر بھی خالی از فائدہ نہیں کہ علامہ عبدالحق صاحب موصوف کو بھی اپنے والد ماجد کی نسبت سے انگریز سے اس قدر نفرت تھی کہ انہوں نے وفات کے وقت یہ وصیت فرمائی کہ جب انگریز چلے جائیں تو میری قبر پر آ کر اطلاع دینا۔ عبدالشاہد خاں شیروانی لکھتے ہیں کہ انگریز کے چلے جانے کے بعد ان کی اس وصیت پر عمل کرتے ہوئے مولانا سید نجم الحسن رضوی خیر آبادی نے ایک جم غفیر کے سات ان کی قبر پر جا کر محفل میلاد شریف کے بعد فاتحہ خوانی کی اور پورے پچاس سال کے بعد انگریز سلطنت کے خاتمہ کی خبر سنا کر وصیت پوری کی (مقدمہ زبدۃ الحکمہ صفحہ ۱۲ مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۴۹ء دیباچہ تحقیق الفتویٰ صفحہ ۲۰ از جامع المنقول والمنقول شیخ الحدیث علامہ عبدالحکیم شرف القادری دامت برکاتہم العالیہ)۔

نوٹ: مسئلہ ہٰذا کی جملہ تفصیلات کے لیے پڑھیے۔ الثورۃ الہندیہ۔ باغی ہندوستان۔ خون کے آنسو۔ فضلِ حق خیر آبادی اور سن ستاون۔ امتیازِ حق اور مقدمہ تحقیق الفتویٰ وغیرہا جن میں سے اوّل الذکر خود حضرت علامہ رحمۃ اللہ کی تالیف ہے جس میں آپ نے مسلمانوں کو انگریز کے خلاف بڑے مؤثر انداز میں بھڑکایا ہے۔

جواب ندارد:-

مصباح سنت صفحہ ۱۳۸ تا ۱۴۴ میں ہم نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف گکھڑوی صاحب کی اس کذب بیانی کے واقعی کذب ہونے پر پندرہ دلائل پیش کیے اور ثابت کیا کہ آپ انگریز کے سخت دشمن تھے اور آپ کو اس سے شدید نفرت تھی بلکہ آپ نے اس کی تردید میں انتہائی جارحانہ زبان وقلم استعمال فرمائی جب کہ خیر خواہ یا مرہون منت کا یہ طرز عمل قطعاً نہیں ہوتا۔ گکھڑوی صاحب کی جانب سے اس کا کوئی جواب تو کجا اسے کسی طرح سے چھوا تک نہیں گیا جو ان کے سخت عجز اور شکست فاش کی دلیل ہے اور اپنے جھوٹے ہونے پر عملی اقراری ڈگری ہے۔ (وہو المقصود)۔

ایضاً جواب ندارد:-

نیز مصباح سنت صفحہ ۱۴۴ تا ۱۵۲ میں علماء اہل سنت خصوصاً اعلیٰ حضرت پر اس الزام کی اصل وجہ سے پردہ اٹھاتے ہوئے لکھا تھا کہ اس کے اصل ملزم خود گکھڑوی صاحب کے اکابر ہیں اور نہایت ٹھوس حوالہ جات سے ان کے اکابر کی وفاداریاں بلکہ جانثاریاں دکھائی تھیں اور ثابت کیا تھا کہ مولوی سید احمد، مولوی اسمٰعیل دہلوی، مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی قاسم نانوتوی نے خود کو نہ صرف اپنی سرکار انگریزی کا غلام بتایا بلکہ ان میں سے بعض نے انگریز کے خلاف لڑنے کی بجائے انگریز سے لڑنے والوں سے لڑنے کو فرض قرار دیا اور جہاد کو ناجائز کہا جب کہ دیوبندی جمعیۃ علماء اسلام، تبلیغی جماعت اور علماء دیوبند میں سے خصوصیت کے ساتھ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کو اپنی سرکاروں سے دیگر نوازشات کے علاوہ مالی سرپرستی حاصل تھی۔

گکھڑوی صاحب کی جانب سے ہمارے اس سلسلہ کے پیش کردہ بکثرت حوالہ جات کا کوئی جواب نہیں دیا گیا جو ایک بار پھر ان کی شکست فاش کی دلیل ہے البتہ مولوی سید احمد اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کے بارے میں از خود یہ لکھ دیا ہے کہ وہ انگریزوں کے مخالف تھے اور عجیب تأویل کی ہے کہ اس قدر وفاداریوں اور جانثاریوں کے باوجود "ان حضرات کا اصل مقصد ہی انگریزوں کے خلاف جہاد تھا"۔ پھر اس کے لیے مؤلفین کے نام لیے بغیر اپنی اور اپنے بعض بزرگوں کی لکھی ہوئی کتابوں کا حوالہ دے دیا اور اتنا لکھ دیا ہے کہ "(تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۳۲۹ بحوالہ اظہار العیب

صفحہ ۱۶۱)'' (ایضاح سنت جلد اصفحہ ۱۱۰) جب کہ ثانی الذکر کے متعلق وہ یہ خود لکھ چکے ہیں کہ یہ خود ان کے گھر کی لکھی ہوئی ہے (ایضاح سنت جلد اصفحہ ۹)۔ پس یہ دلیل اس انداز کی ہوئی کہ ہم یوں فرماتے ہیں جسے کوئی ذی عقل سلیم' حجت قرار نہیں دے سکتا۔ یا پھر یہ ملّاں چور بانگی گواہ کے قبیل سے ہے۔ شاید وہ حجت قاطعہ ہو۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

شاندار ماضی کے حوالہ سے جواب:-

بزعم خویش اس پر مزید دلیل قائم کرتے ہوئے لکھا ہے: ''اور پھر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رکھیں کہ حضرت سید صاحب تقریباً چھ سال تک نواب امیر علی خاں کے ساتھ مل کر انگریزوں کے خلاف جہاد کرتے رہے اور جب نواب امیر علی نے حضرت سید صاحب کی رائے کے برخلاف انگریزوں سے صلح کر لی تو حضرت سید صاحب اس سے علیحدہ ہو گئے۔ (علماء دیو بند کا شاندار ماضی جلد ۲ صفحہ ۲۳۹) اھ ملاحظہ ہو [ایضاح سنت جلد اصفحہ ۱۱۰]

اقولُ:- کتاب کا اصل نام ''علماء ہند کا شاندار ماضی'' ہے جسے علماء دیو بند بنا دیا گیا ہے۔ نہ معلوم یہ ان کے سہو قلم کا نتیجہ ہے یا زور علم کا ثمرہ ہے یا عمداً اسے بگاڑا گیا ہے کچھ بھی ہو یہ کتاب انہی کے ایک دیو بندی بزرگ مسمّٰی سید محمد میاں صاحب کی لکھی ہوئی ہے جسے اپنے خصم پر حجت بنا کر پیش کرنا قطعاً خلاف اصول ہے۔ پھر اس میں بھی اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا گیا جو اس کے خانہ ساز ہونے پر شاہد عدل ہے۔

علاوہ ازیں اس میں بھی جگہ جگہ ہمارے پیش کردہ حوالہ جات کا ذکر موجود ہے البتہ ان کا مطلب بھی بگاڑ کر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو محض تأویل بارد ہے اور بلا دلیل ہونے کے باعث بے سود ہی نہیں واجب الردّ بھی ہے۔ ہیرا پھیری کا اندازہ یہاں سے لگائیں کہ اس کے صفحہ ۲۳۸ پر لکھا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز چونکہ انگریز کے مخالف تھے لہٰذا مولوی سید احمد اور مولوی اسمٰعیل بھی لازماً اس کے مخالف قرار پائے جو سخت تلبیس ہے کیونکہ مولوی اسمٰعیل اپنے خاندانی نظریات سے ہٹ گیا تھا جس کی باحوالہ تفصیل مصباح سنت جلد ا کے علاوہ ہماری پیش نظر کتاب میں گزشتہ اوراق میں گزر چکی ہے۔ علاوہ ازیں یہ مؤلف کا قیاس ہے جب کہ مولوی سید احمد اور مولوی اسمٰعیل کی تصریحات اور نصوص اس کے برخلاف موجود ہیں جو باحوالہ

گزر چکی ہیں جب کہ نص کے ہوتے ہوئے قیاس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی جس کی مثال قرآن مجید کے وہ مقامات بھی ہیں جن میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نص یہ تھی کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو جب کہ ابلیس اس کے مقابلہ میں یہ قیاس پیش کرتا تھا کہ وہ مٹی سے بنائے گئے ہیں اور میں آگ سے یعنی مٹی کو اوپر پھینکو تو نیچے کو آتی ہے آگ جلاؤ تو وہ نیچے سے اوپر کو جاتی ہے اس لیے اوپر کی شان رکھنے والا نیچے کی کیفیت رکھنے والے کے آگے کیونکر جھکے؟ پھر اس کا جو نتیجہ ہوا وہ سب کو معلوم ہے کہ نہ "صرف اس کے اس قیاس کو رد کر دیا گیا بلکہ خود اسے بھی بوریا بستر سمیت بھگا دیا گیا اور تا قیامت ملعون رجیم اور مردود و مطرود بنا دیا گیا جو قرآن کے کسی خادم پر کسی طرح پوشیدہ نہیں۔ چنانچہ سوانح احمدی صفحہ ۲۳۶ کے حوالہ سے اسی میں لکھا ہے کہ مولوی سید احمد نے اپنا لائحہ عمل بتاتے ہوئے جو اعلامیہ جاری کیا تھا اس میں یہ تصریح تھی کہ :-

> و نہ با سرکار انگریزی مخاصمت داری و نہ ہیچ راہ تنازعت کہ از رعایا او ہستم بحمایتش از مظالم برایا۔ (جس کا اردو ترجمہ اسی میں یوں لکھا ہے کہ) اور سرکار انگریزی سے بھی ہماری مخاصمت نہیں کیونکہ ہم اس کی رعایا ہیں اور اس کی پناہ و حقائق میں مظالم سے محفوظ ہیں۔ اھ۔ ملاحظہ ہو [علماء ہند کا شاندار ماضی جلد ۲ صفحہ ۲۳۶ طبع مکتبہ رشیدیہ عائشہ منزل اردو بازار کراچی]

نیز اسی کے صفحہ ۲۳۷ پر اسی سوانح احمدی کے صفحہ ۹۱ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک سوال کا سید صاحب نے جواب دیا (الیٰ) سرکار انگریزی گو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم و تعدی نہیں کرتی' نہ ان کو اداء عبارت سے روکتی ہے الخ ـــــ تھوڑا سا آگے (اسی صفحہ پر) لکھا ہے کہ :-

> "مصنف روشن مستقبل مولوی سید طفیل احمد صاحب مرحوم (علیگ) نے بھی مصنف سوانح احمدی کی تقلید کی" اھ۔

اے چشم شعلہ بار ذرا دیکھ تو سہی
ہوتا ہے جو خراب وہ تیرا ہی گھر نہ ہو

نوٹ :- اس افسانہ کی صحیح اور مکمل حقیقت کما حقہ سمجھنے کے لیے ملاحظہ ہو : زیروزبر از علامہ ارشد

القادری رحمۃ اللہ علیہ نیز ''خون کے آنسو'' از علامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ تعالیٰ نیز ''تحریک بالا کوٹ'' از علامہ شاہ حسین گردیزی مدظلہ وغیرہا ______

گنگوہی نانوتوی کی پیش کردہ گکھڑوی صفائی کا صفایا:-

ہم نے دیوبندی عقائد کی مرکزی کتاب المہند کے مصدق ومقرظ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی کی اپنے پیر ومرشد گنگوہی کے حالت پر لکھی ہوئی کتاب تذکرۃ الرشید یہ صفحہ ۷۳ تا ۷۶، ۷۹، ۸۰ طبع ادارہ اسلامیات ۱۹ انارکلی لاہور کے حوالہ سے لکھا تھا کہ ان کی تصریحات کے مطابق ان کے پیشوایان مذہب گنگوہی صاحب اور نانوتوی صاحب اپنی سرکار انگریزی کے تادم ممات کئی قرائن وحقائق کی رُو سے دلی خیر خواہ رہے نیز ان کی سرکار سے بغاوت ان کے مخالفین کا غلط الزام اور بہتان تھی نیز ان کی گرفتاری حقیقت میں اپنی سرکار سے واقعی بغاوت کی بناء پر نہیں بلکہ دشمنوں کی شرارت کی بناء پر تھی کیونکہ گنگوہی صاحب نے گرفتاری کے وقت فرمایا تھا کہ ''میں جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی نہ بیکا ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے اپنا تو بال برابر بھی فکر نہ تھا''۔ تفصیل سے عبارات کے دیکھنے کے لیے ملاحظہ ہو [مصباح سنت جلد ا صفحہ ۱۴۷ تا ۱۴۹]

گکھڑوی صاحب نے اس کا جو جواب دیا ہے وہ پوری دیوبندیت کے لیے باعث شرم ہے جسے کوئی بھی غیور دیوبندی اپنے لیے پیام موت سے کم تصور نہیں کرے گا۔ سنیے اور سر دھنیے۔ فرماتے ہیں:

تذکرہ الرشید کی یہ عبارت حضرت مولانا گنگوہی کی نہیں بلکہ مؤلف مولانا تذکرۃ الرشید کی اپنی ہے اور یہ ان کا ذاتی نظریہ اور عندیہ ہے جو برطانیہ کے وفادار اور خیر خواہ تھے۔ ان کے اپنے نظریہ سے ثابت کرنا ہے کہ حضرت گنگوہی نے انگریز کے خلاف جہاد نہیں کیا یا اس کی مخالفت نہیں کی قطعاً باطل ہے جب کہ تذکرۃ الرشید میں یہ حوالے بھی موجود ہیں اھ ملاحظہ ہو۔ [ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۱۱۱]

اقولُ:- گکھڑوی صاحب نے اس میں کئی ہیرا پھیریاں کی ہیں۔ مؤلف کتاب جو ان کے مذہب کی اہم شخصیات سے ہیں انہیں انتہائی غیر معتبر ظاہر کیا۔ علماء دیوبند میں ان کا جو مقام

ہے اس سے ظاہر ہے کہ دیوبندی عقائد ونظریات کی مرکزی کتاب المہند پر ان کی تقریظ موجود ہے جب کہ تقریظیں اکابر اور اہم قسم کے علماء سے لی جاتی ہیں ہر ایرا غیر انتھو خیرا سے نہیں۔ عبارت تقریظ پر ان کا نام اس طرح لکھا ہے: ''تحریر منیف ذوالفضل والفضائل عمدۃ الاقرآن والاماثل جناب مولانا الحاج المولوی عاشق الٰہی صاحب مولوی فاضل کثیر اللہ امثالہ''۔ اھ ملاحظہ ہو۔ [المہند صفحہ ۲۸۲ طبع دار الاشاعت کراچی]

پھر ان کی بیان کردہ روایات کو ان کا عندیہ بنا کر پیش کیا ہے جو جہالت ہے کیونکہ عندیہ کا تعلق عموماً اجتہادی قسم کے مسائل سے ہوتا ہے۔ نیز یہ غلط بیانی بھی کی ہے کہ یہ عبارت گنگوہی کی نہیں کیونکہ عاشق الٰہی صاحب بات بات کے ساتھ لکھ رہے ہیں کہ گنگوہی نانوتوی نے یوں کہا۔ اور اگر یہ مطلب ہے ملفوظات کے الفاظ کا ذمہ دار جامع ہوتا ہے صاحب ملفوظ نہیں تو یہ اصول ملفوظات اعلیٰ حضرت کے بارے میں بحث کے وقت کیوں بھول جاتا ہے جب کہ گکھڑوی صاحب کو اس سے انکار نہیں کہ تذکرۃ الرشید میں یہ حوالے واقعی موجود ہیں پس ان کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ عاشق الٰہی صاحب نے اسی کے جلد اوّل کے اوائل میں لکھا ہے کہ انبیٹھوی صاحب مولوی یحییٰ مولوی مسعود بن گنگوہی نے اس کتاب کو بہت پسند کیا بلکہ خود گنگوہی صاحب نے بھی رؤیا میں ان کے پاس آ کر اسے بنظر استحسان دیکھا۔ جب کہ اس کے غلط ہونے پر گکھڑوی صاحب نے کوئی دلیل بھی نہیں دی صرف یہ کیا کہ جب جواب نہیں بن پڑا تو راہ فرار اختیار کرنے کے لیے یہ حیلہ تراشا اور چور دروازہ نکالا جب کہ ان سے قبل کسی نے بھی اپنے ان بزرگوں کی تکذیب کرتے ہوئے اسے رد نہیں کیا۔ پھر عاشق الٰہی صاحب کی یہ روایتیں آپ رد کر رہے ہیں تو مولوی سید احمد، مولوی اسمٰعیل دہلوی، شاہ اسحٰق دہلوی اور مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہم کی اپنی سرکار انگریزی سے وفاداریوں کی جو روایات ہیں یا جس میں ان پر ان کی سرکاری خصوصی نوازشات کا ذکر ہے ان میں تو عاشق الٰہی صاحب کو کوئی واسطہ نہیں۔ اس سب سے قطع نظر جب یہ ثابت ہو چکا کہ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی صاحب جب اکابر و اساطین دیوبند سے ہیں اور گکھڑوی صاحب فرماتے ہیں کہ ''وہ برطانیہ کے وفادار اور خیر خواہ تھے'' تو اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ ہمارا یہ کہنا قطعاً درست ہے اور ہم اس میں یقیناً حق بجانب ہیں کہ اکابر دیوبند واقعی

انگریز نواز تھے۔ لیجیے جو بات ہم ان سے منوانا چاہتے تھے انہوں نے خود ہی بڑی سادگی کے ساتھ مان لی۔ مانتے نہ تھے جس کو وہیں پہ آ رکے۔

اس مقام پہ پُر لطف بات یہ ہے کہ گکھڑوی صاحب یہ سب لکھ دینے کے باوجود کہ یہ بات انہی کے کبیر نے لکھی ہے پھر بھی انہوں نے اس کا ذمہ دار فقیر ہی کو ٹھہراتے ہوئے اسے گنگوہی اور نانوتوی پر میرا بہتان قرار دیا ہے جب کہ وہ اسے اصولی طور پر عاشق الٰہی میرٹھی صاحب کا بہتان قرار دیتے کیونکہ ہم تو محض اس کے ناقل ہیں۔ چنانچہ اس بحث پر گکھڑوی صاحب نے یہ عنوان باندھا ہے: ''حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی پر انگریز کی حمایت کا بہتان''۔

پھر اس کے تحت مزید لکھا ہے کہ: ''مفتی صاحب موصوف نے حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی پر انگریز نوازی کا بہتان باندھا''۔ یہ شکر ہے کہ آگے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ ''اور حوالہ کے لیے تذکرۃ الرشید کا حوالہ دیا ہے''۔ ملاحظہ ہو (ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۱۱۱)۔ یہ شکر ہے کہ یوں نہیں کہہ دیا کہ ''مفتی صاحب موصوف نے عاشق الٰہی صاحب میرٹھی کی کتاب تذکرۃ الرشید میں لکھا ہے۔ پھر ''اور حوالہ کے لیے...... حوالہ دیا'' کے الفاظ سے اردو ادب پر ان کو جو عبور حاصل ہونا ظاہر ہو رہا ہے کسی طرح مخفی نہیں جب کہ وہ از راہِ غلط اس کے طعنے بھی بار بار ہمیں ہی دیتے ہیں ؏ ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہیے؟

''سکھوں سے جہاد کا راز'' اور ''جہاد شاملی کی حقیقت'':-

اس مقام پر تمام دیوبندیوں کی طرف سے یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اپنے پیر مولوی سیّد احمد کے ساتھ مل کر جو سکھوں سے جنگ کی تھی اس کا اصل نشانہ بھی انگریز ہی تھے۔ نیز اپنے اکابر کی جنگ آزادی میں شرکت ثابت کرنے کے لیے شاملی کے علاقہ میں ہونے والی لڑائی کو دلیل کے طور پر پیش کرتے اور اس کی کڑی جنگ آزادی سے ملاتے ہیں۔ گکھڑوی صاحب نے بھی یہاں پر یہ نکتے اٹھائے ہیں چنانچہ ان کے لفظ ہیں کہ: ''۱۸۵۷ء کے جہاد میں مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی جیسے بانیان دار العلوم دیوبند اپنے رفقاء سمیت بذات خود شریک ہیں اور **شاملی** کے میدان میں حافظ ضامن شہید ہوئے''۔ اھ (ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۱۰۷) نیز مولوی اسمٰعیل اور ان کے پیر کے متعلق آپ کے الفاظ ہیں: ''حقیقت یہ

ہے کہ ان حضرات کا اصل مقصد ہی انگریزوں کے خلاف جہاد تھا مگر سکھوں کے ظلم وستم کی وجہ سے پہلے ان سے نمٹ لینا ضروری سمجھا گیا'' الخ۔ [ایضاح سنّت جلد اصفحہ ۱۱۰]

ان دونوں باتوں کا تحقیقی جائزہ عرصہ دراز پہلے نہایت ہی احسن انداز میں ہمارے مسلک کے نامور عالم دین ممتاز اہل قلم بزرگ ملک التحریر علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لیا تھا جو ''لاعطر بعد عروس'' کا مصداق ہے اس لیے اسی کو نقل کر دینا ہی انسب ہے جو حسب ذیل ہے۔ پڑھیے اور حقیقت سے آگاہی حاصل کیجیے۔

ملک التحریر علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ کا باطل شکن محاسبہ:-

سکھوں کے خلاف جہاد کا راز:- چنانچہ آپ اپنی' فکر ونظر کی دنیا میں انقلاب آفرین کتاب ''زیروزبر'' میں ارقام فرماتے ہیں کہ تاریخ کی یہ کڑی بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے کہ صرف سکھوں کے خلاف اعلان جہاد کرنے میں کیا مصلحت تھی۔ جہاں تک میں نے سمجھا ہے اس میں بھی انگریز ہی کی سازش کارفرما تھی۔ کیونکہ انگریز چاہتا تھا کہ مسلمانوں کا لڑنے والا طبقہ ''اسلامی جہاد'' کے نام پر پورے ملک سے اکٹھا کیا جائے اور انہیں کسی سخت مہم پر بھیج دیا جائے تاکہ مسلمانوں کی عسکری طاقت جو دارالخلافہ دہلی کے دفاع پر صرف ہوئی وہ کہیں اور ضائع ہو جائے۔ اور انگریزوں کا دوسرا مدعا یہ تھا کہ سیّد صاحب کا یہ لشکر اگر غالب آ گیا تو ان کے ذریعہ پنجاب پر تسلط کا مرحلہ آسان ہو جائے گا۔ کیونکہ سیّد صاحب انگریز ہی کے آدمی تھے اس لیے ان کی فتح دوسرے لفظوں میں انگریز ہی کی فتح تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ معرکہ بالاکوٹ کے پندرہ دن کے بعد سارا پنجاب سکھوں کے ہاتھوں سے نکل کر انگریزوں کے قبضے میں چلا گیا۔

ثبوت کے لیے سوانح احمدی کی یہ روایت پڑھیے۔ مصنف لکھتا ہے کہ :- اور آخر کار ۱۸۴۵ء میں یعنی معرکہ بالاکوٹ کے پندرہ دن بعد کل سلطنت پنجاب سکھوں کے ہاتھ سے نکل کر ہماری عادل سرکار کے قبضے میں آ گئی۔ [سوانح احمدی صفحہ ۱۳۸]

تاریخ کے اس بنیادی سوال کا آج تک کوئی تشفی بخش جواب نہیں دیا گیا ہے کہ معرکہ بالاکوٹ کا انجام کیا ہوا۔ سکھوں کے مقابلے میں اگر سیّد صاحب کے لشکر کو فتح حاصل ہوئی تھی تو جہانبانی کے دستور کے مطابق پنجاب پر فاتح قوم کی حیثیت ہونی چاہیے تھے۔ اور اگر سکھ غالب

آ گئے تھے تو ان کی حکومت اور پائیدار ہو جانی چاہیے تھی۔ لیکن تاریخ کا یہ عجیب و غریب حادثہ سمجھ میں نہیں آتا کہ معرکۂ بالاکوٹ کے پندرہ دن کے بعد سارا پنجاب انگریزوں کے قبضہ میں کیونکر چلا گیا۔ اس لیے یہ ماننا پڑے گا کہ سیّد صاحب کی یہ ساری جنگی تیاری اور لشکر کشی نہ کسی اسلامی ریاست کے قیام کے لیے تھی اور نہ سکھوں کی ظالم حکومت کو ختم کر کے اس کی جگہ پر اپنے ہی ملک کے کسی انصاف پسند شخص کی حکومت کا قیام ان کے پیش نظر تھا۔ بلکہ انگریزوں کے ایک آلۂ کار کی حیثیت سے ان کی ساری جدوجہد کا نشانہ صرف یہ تھا کہ پنجاب میں انگریزوں کا کسی طرح سے تسلط ہو جائے۔

اور انگریزوں کی نظر میں پنجاب کی سرزمین کی اہمیّت اس لیے تھی کہ دارالخلافہ دہلی کو بچانے کے لیے باہر سے اسلامی عساکر کی وہ گزرگاہ تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پورے پنجاب پر انگریزوں کا قبضہ ہو جانے کے بعد دارالحکومت دہلی کا وجود خطرے میں پڑ گیا اور آہستہ آہستہ انگریزوں کی ریشہ دوانیوں سے وہ سیاہ دن بھی آیا کہ لال قلعہ دہلی پر برٹش امپائر کا یونین جیک لہرانے لگا اور پھر وہاں سے سارے ملک پر انگریزوں کے تسلّط کے لیے راستہ ہموار ہو گیا۔

شرمناک فریب:۔

یہ معلوم کر کے آپ کی آنکھوں میں خون اتر آئے گا کہ انگریزوں کا یہ مدعا پورا کرنے کے لیے ان پارساؤں نے سادہ لوح مسلمانوں کو تاریخ کا ایسا شرمناک فریب دیا کہ اس کی مثال ماضی میں مشکل ہی سے ملے گی۔ تواریخ عجیبہ کے مصنف کی روایت کے مطابق فارسی زبان میں چند عبارتیں تیار کی گئیں اور انہیں خداوندی الہامات کا نام دے کر مسلمانوں کو ترغیب دی گئی کہ ہم اس جہاد کے لیے خود آمادہ نہیں ہوئے ہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہمیں جہاد کا حکم دیا گیا ہے اور ساتھ ہی فتح و نصرت کی یقینی طور پر بشارت بھی دی گئی ہے بلکہ یہاں تک کہا گیا کہ الہامات کی جو عبارتیں ہم لوگوں کو پڑھ کر سنا رہے ہیں' نہ اس میں کسی شیطانی وسوسے کو دخل ہے نہ نفس کی کوئی شرارت اس میں شامل ہے۔ نمونے کے طور پر اس طرح کے الہامات کی ایک دو عبارتیں آپ بھی سن لیں۔

فقیر دریں باب بہ اشارات غیبی   خدا کی طرف سے مجھے جہاد کا حکم

ماموراست و بہ بشارات لاریبی	دیا گیا ہے اور فتح کی بشارت بھی
مبشر، ہرگز ہرگز شعبۂ وسوسۂ	اس الہام خداوندی میں نہ شیطانی
شیطانی وشائبہ ہوائے نفسانی	وسوسہ کو کوئی دخل ہے اور نہ
بایں الہام رحمانی ممتزج نیست	نفسانی شرارت کا کوئی شائبہ

[سوانح احمدی صفحہ ۷۹]

دوسرے موقع کا ایک الہام یہ ہے:-

ایں جانب بارہا از پردۂ غیب	مجھے بارہا پردۂ غیب سے خداوندی
و ما من لاریب بہ کلام روحانی و	الہامات کے ذریعہ صریح طور
الہام ربانی در مقدمہ اقامت	پر جہاد کرنے اور کفر و فساد کے
جہاد و ازالۂ کفر و فساد بہ اشارات	زائل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور
صریحہ مامور گشتہ و در بارۂ نصرت و	فتح و نصرت کی سچی بشارتی سے
فتح بہ بشارات صادقہ مبشر شدہ	بھی مجھے نوازا گیا ہے۔

[سوانح احمدی صفحہ ۱۸۱]

سادہ لوح مسلمانوں کو ان الہامات کی سچائی کا یقین دلانے اور دربارِ خداوندی میں اپنے تقرب خاص کا پروپیگنڈہ کرانے کے لیے مولوی نجم الاسلام پانی پتی کے حوالے سے ایک روایت بھی نقل کی گئی ہے کہ :-

''ایک روز سیّد صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی بصیرت عنایت کی ہے کہ میں دیکھ کر کہہ سکتا ہوں کہ یہ بہشتی ہے یا دوزخی؟ اس وقت مولوی صاحب نے پوچھا کہ میں کس فریق میں ہوں آپ نے فرمایا تم تو شہید ہو۔ [سوانح احمدی صفحہ ۷۲]

دیانت داری کے ساتھ یہ فیصلہ کیجیے کہ یہ صریح غیب دانی کا دعویٰ ہے یا نہیں؟ ''اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی بصیرت عطا کی ہے کہ میں دیکھ سکتا ہوں کہ'' اس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ خدا نے غیب دریافت کرنے کی قوت ہی مجھے عطا کر دی ہے اور میں اس قوت کے ذریعہ کسی کے متعلق بھی صرف دیکھ کر یہ بتا سکتا ہوں کہ وہ جنتی ہے یا جہنمی؟ واضح رہے کہ کسی کا جنتی یا جہنمی

ہونا غیب ہی سے تعلق رکھتا ہے۔

اب ڈوب مرنے کی بات تو یہ ہے تقویۃ الایمان کے مصنف مولوی اسمٰعیل دہلوی کے نزدیک پیغمبر اسلام کے حق میں ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔ لیکن ان کے پیرو مرشد سید احمد صاحب بریلوی خود اپنے بارے میں یہ صاف و صریح دعویٰ کر رہے ہیں تو وہ مومن ہی نہیں بلکہ ''امیر المؤمنین'' ہیں۔ ع تفو برتو اے چرخ گردوں تفو

میدان جنگ سے فرار:۔

اب جہاں کی یہ کہانی جہاں جا کر ختم ہوتی ہے وہ عبرتناک مقام بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ اس لیے بھی اس کا دیکھنا ضروری ہے کہ وہیں سے ایک انتہائی شرمناک فریب اور عالمگیر جھوٹ کا پردہ چاک ہوتا ہے۔ شاید آپ کو معلوم نہ ہو کہ اس سلسلۂ راز کا آخری میدان بالاکوٹ ہے۔ یہی وہ مقتل ہے جہاں اسلامی جہاد کے نام پر سیّد احمد صاحب بریلوی نے ہزاروں مسلمانوں کا گلا کٹوایا اور جب اپنی جان کے لا۔لے پڑ گئے تو انتہائی بے غیرتی کے ساتھ میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اب اس دعوے کے ثبوت میں دیوبندی تاریخ کی یہ شہادتیں پڑھیے۔

مولوی منظور نعمانی الفرقان کے شہید نمبر میں لکھتے ہیں:۔

''سید صاحب خود بھی مجاہدین میں شامل ہو گئے۔ اس کے بعد کسی نے سیّد صاحب کو نہ دیکھا۔ [الفرقان شہید نمبر صفحہ ۶۱]

اب سوانح احمدی کی یہ مسلسل روایتیں ملاحظہ فرمایئے:۔

''سیّد صاحب مثل شیر اپنی جماعت میں کھڑے تھے کہ اس وقت یک بیک آپ نظروں سے غائب ہو گئے''۔ [صفحہ ۱۳۶]

''مولوی جعفر علی نقوی جو آپ کا باڈی گارڈ تھا اور کندھے سے کندھا ملائے کھڑا تھا لکھتا ہے کہ ''حضرت امیر المومنین درہماں جماعت از من غائب شدند'' یعنی حضرت امیر المومنین اسی جماعت میں تھے کہ اچانک میری نظر سے غائب ہو گئے۔ یہ واقعہ جگر سوز ۲۴/ ذیقعد ۱۲۴۶ء کو واقع ہوا۔ اس وقت بوجہ آپ کے غائب ہو جانے کے سارے لشکر اسلام میں ہلچل پڑ گئی''۔ [سوانح احمدی صفحہ ۱۳۶]

''غازیوں نے سارا میدان جنگ ڈھونڈ مارا مگر سیّد صاحب کا پتہ نہ ملا''۔ [سوانح احمدی صفحہ ۱۳۶]

ہوسکتا ہے کہ سید صاحب عین میدان جنگ میں دشمن کے حملے کا شکار ہوئے ہوں' اس لیے لاشوں کے انبار میں بھی انہیں تلاش کیا گیا۔تذکرۃ الرشید کا مصنف لکھتا ہے کہ :-

''جب لاشیں سنبھالی گئیں تو سیّد صاحب اوران کے ساتھیوں کا پتہ نہ لگا''۔ [تذکرہ جلد۲ صفحہ ۲۷۰]

اور مولوی منظور نعمانی کی تحقیق یہ ہے کہ :-

''شاہ صاحب (یعنی مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی) کی قبراب تک موجود ہے لیکن سید صاحب کی قبر کا اب تک پتہ نہیں''۔ [الفرقان شہید نمبر صفحہ ۶۱]

سید صاحب نہ میدان جنگ میں نظر آئے' نہ زخمیوں میں دیکھے گئے اور نہ مقتولوں کی لاشوں میں کسی کو ملے' پھرآخر وہ کیا ہوئے؟ اب ان ساری روایات کا نتیجہ سوا' اس کے اور کیا برآمد ہوسکتا ہے کہ وہ عین مقابلے کے وقت میدانِ جنگ سے فرار ہو گئے۔

اب اس مقام پر اس سے زیادہ اور مجھے کچھ نہیں کہنا ہے کہ سید صاحب کو جہاد کا حکم خدا کی طرف سے ملا تھا اور وہ اپنی جان بچا کر میدان جنگ سے بھاگ گئے۔لہٰذا قرآنِ مجید میں پیٹھ دکھا کر میدان جنگ سے بھاگنے والوں کے لیے جو وعید آئی ہے وہ سیّد صاحب اوران کے بھاگنے والے ساتھیوں پر یقیناً نافذ ہوگئی۔

وعید کے الفاظ یہ ہیں فقد باء بغضب من الله ومأو له جهنم وبئس المصير ○ (ایسا شخص) یقیناً اللہ کے غضب میں پلٹا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ پلٹنے کی نہایت بری جگہ ہے۔

نتیجے کے استخراج پر دیو بندی علماء ہمیں کوئی الزام نہ دیں کیونکہ سید صاحب کے جرم کا ثبوت انہی کی مرتب کردہ تاریخ نے فراہم کیا ہے۔قرآن نے صرف سزا سنائی ہے۔

فریب کا پردہ چاک :-

تاریخی شہادتوں سے یہ ثابت ہو جانے کے بعد وہ میدانِ جنگ سے بھاگ گئے ایک نیا سوال یہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ وہ بھاگے تو آخر کہاں گئے۔ایسا تو نہیں ہوسکتا کہ زمین نے انہیں نگل لیا

ہو یا آسمان پر وہ زندہ اٹھا لیے گئے ہوں۔

خدا کا شکر ہے کہ یہ مرحلہ بھی دیوبندی مصنفین نے نہایت شرح وبسط کے ساتھ طے کر دیا۔ چنانچہ تذکرۃ الرشید کا مصنف انہیں تلاش کرنے والی ایک ٹیم کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کا یہ بیان نقل کرتا ہے کہ:۔

''ہم انہیں دنوں سید صاحب کو ایک پہاڑ میں تلاش کر رہے تھے دفعۃً کچھ ہی فاصلے پر گڑگڑاہٹ سنی۔ میں وہاں گیا تو دیکھوں کیا کہ سید صاحب اور ان کے دو ہمراہی بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے سلام ومصافحہ کیا اور عرض کیا کہ حضرت کیوں غائب ہوگئے۔ سب لوگ بغیر آپ کے پریشان ہیں۔

مجبور ہو کر ہم لوگوں نے فلاں شخص کو اپنا خلیفہ بنالیا ہے اور ان سے بیعت کی ہے۔ آپ نے اس پر تحسین کی اور فرمایا ہم کو غائب رہنے کا حکم ہوا ہے اس لیے ہم نہیں آسکتے۔ [تذکرۃ الرشید جلد۲ صفحہ ۲۷۱]

اس کتاب میں اس طرح کی متعدد روایات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ سید صاحب شہید نہیں ہوئے بلکہ شیعوں کے امام غائب کی طرح وہ اب تک زندہ ہیں اور کسی غار میں چھپے ہوئے ہیں۔

یہ میرا الزام نہیں ہے بلکہ ان کے متعلق دیوبندی علماء کا یہی خیال ہے کہ وہ آج بھی زندہ ہیں اور ہوسکتا ہے کہ سوبھاش چندر بوس کی طرح وہ اچانک کسی دن ظاہر ہو جائیں۔ جیسا کہ تذکرۃ الرشید کا مصنف لکھتا ہے کہ:۔

''منشی محمد ابراہیم صاحب نے کہا کہ سید صاحب تیرہویں صدی کے آغاز میں پیدا ہوئے تھے اور اب ۱۳۱۸ھ میں ممکن ہے کہ حیات ہوں۔ انہوں نے جب ممکن کہا تو حضرت امام ربانی (مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی) نے ارشاد فرمایا بلکہ اَمْکَنُ ہے۔ (یعنی بہت ممکن ہے)۔ [تذکرۃ الرشید جلد۲ صفحہ ۲۷۱]

میزان منشعب کے طلبہ بھی گنگوہی صاحب کے ''امکن'' پر انگشت بدنداں رہ جائیں گے کہ دیوبندیوں کے ''امام'' ہو کر انہیں فن صرف کے ابتدائی مسائل بھی نہیں معلوم۔

بہرحال کہنا یہ ہے کہ جب دیوبندی روایات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ وہ بالاکوٹ

کے میدان میں کسی کے ہاتھ سے قتل نہیں ہوئے بلکہ اب تک زندہ ہیں تو دیوبندی مصنفین اس الزام کا جواب دیں کہ وہ انہیں شہید کیوں لکھتے ہیں۔جیسا مولوی ابوالحسن علی ندوی صاحب نے اپنی کتاب کا نام ہی ''سیرت سید احمد شہید'' رکھا ہے۔

اگر واقعۃً وہ شہید ہیں تو کیا دیوبندی مصنفین ان سوالات پر تاریخی شہادتیں فراہم کرسکتے ہیں کہ وہ کہاں شہید ہوئے؟ کب شہید ہوئے کس کے ہاتھ شہید ہوئے' کس نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی' کہاں انہیں دفن کیا گیا اور کس نے انہیں دفن کیا اور آج ان کی قبر کہاں ہے؟

اور دیوبندی تاریخ کی غلط بیانیوں کا سب سے سنگین الزام تو یہ ہے کہ واقعۃً اگر وہ شہید ہیں تو اس الہام کا کیا جواب ہوگا' جس کا اظہار خراسان جاتے وقت انہوں نے اپنی بہن کے سامنے کیا تھا کہ :-

> ''اے میری بہن! میں نے تم کو خدا کے سپرد کیا اور یہ یاد رکھنا کہ جب تک ہند کا شرک اور ایران کا رفض اور چین کا کفر اور افغانستان کا نفاق میرے ہاتھ سے محو ہوکر ہر مردہ سنت زندہ نہ ہولے گی اللہ رب العزت مجھے نہیں اُٹھائے گا۔اگر قبل از ظہور ان واقعات کوئی شخص میری موت کی خبر تم کو دے اور تصدیق خبر پر حلف بھی کرے کہ سید احمد میرے روبرو مر گیا یا مارا گیا تو تم ان کے قول پر ہرگز اعتبار نہ کرنا۔کیونکہ میرے رب نے مجھ سے وعدۂ واثق کیا ہے کہ ان چیزوں کو میرے ہاتھ پر پورا کرکے مجھے مارے گا''۔[سوانح احمدی مطبوعہ اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور صفحہ ۲۷]

دم رخصت بہن کو دھوکا دینے کا الزام تو اپنی جگہ پر ہے لیکن کتنا بڑا غضب ہے کہ ہندوستان کا شرک' ایران کا رفض' چین کا کفر اور افغانستان کا نفاق ابھی جوں کا توں موجود ہے اور خدا نے اپنے وعدۂ واثق کے باوجود انہیں دنیا سے اٹھالیا۔

یہی وہ مقام ہے جہاں اقبال کا یہ شعر پڑھنے کو بے ساختہ جی چاہتا ہے

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے' سلطانی بھی عیاری

اور جہاں ہر طرح کی عیاری جمع ہو جائے تو پھر ''سادہ دل بندوں'' کی تباہ کاریوں کا کون اندازہ لگا

سکتا ہے؟

جہادشاملی کی حقیقت:-

عام طور پر دیوبندی مصنفین تھانہ بھون کے قریب تحصیل شاملی کے میدان میں واقع ہونے والی ایک جھڑپ کارشتہ انگریزوں کے خلاف ۱۸۵۷ء کے غدر سے جوڑتے ہیں اور دیوبندی روایت کے مطابق چونکہ اس جھڑپ میں حضرت شاہ امداداللہ صاحب‘ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی‘ مولوی قاسم نانوتوی اور حافظ ضامن صاحب شریک تھے اس لیے ان حضرات کے متعلق وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ دیوبندی جماعت کے یہ اکابر ۵۷ء کے غدر کے مجاہدین ہیں۔

اب آنے والے اوراق میں خود دیوبندی کتابوں کی شہادتوں سے آفتاب نیم روز کی طرح ثابت کروں گا کہ شاملی کے میدان کے واقعے کو انگریزی سرکار کے خلاف جہاد قرار دینا تاریخ کا انتہائی شرمناک جھوٹ ہے۔

حقیقت کا بے نقاب چہرہ:-

حقیقت کے چہرہ سے نقاب الٹنے کے لیے سب سے پہلے آپ کو معلوم کرانا چاہتا ہوں کہ تحصیل شاملی کے میدان کا اصل واقعہ کیا ہے؟ اور وہ کیونکر پیش آیا۔ چنانچہ تذکرۃ الرشید کے مصنف افسانۂ جہاد کا آغاز کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

> ”۱۸۵۷ء وہ سال تھا جس میں حضرت امام ربانی قدس سرہ (مولوی رشید احمد گنگوہی) پر اپنی سرکار سے باغی ہونے کاالزام لگایا گیا اور مفسدوں میں شریک رہنے کی تہمت باندھی گئی“۔ [تذکرہ جلد۱صفحہ۷۳]

واضح رہے کہ مصنف کے نزدیک مفسدوں سے مراد وہ گروہ ہے‘ جس نے انگریزوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا۔ تہمت باندھنے کا محاورہ ہمارے یہاں جھوٹے الزام کے معنیٰ میں مستعمل ہے۔

اب اس کے بعد باغیوں کی مذمت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”جن کے سروں پر موت کھیل رہی تھی انہوں نے کمپنی کے امن وعافیت کا زمانہ قدر کی نظر سے نہ دیکھا اور اپنی رحم دل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم قائم کیا۔ [تذکرہ صفحہ۷۳]

ذرا نثر میں انگریزی سرکار کی یہ قصیدہ خوانی ملاحظہ فرمایئے اور فیصلہ کیجیے کہ تذکرۃ الرشید کے مصنف کے اکابر حضرات نے انگریزی سرکار کے خلاف بغاوت کا علم اٹھایا ہوتا تو کیا اس انداز میں کبھی ان کی مذمت کر سکتے تھے۔

اب تحصیل شاملی کے فساد کی تمہید یہاں سے شروع ہوتی ہے۔ لکھتے ہیں:-

''اطراف کے شہر شہر اور قصبہ قصبہ میں بد امنی پھیل گئی۔ حاکم کے انتظام کا اٹھنا تھا کہ باہم رعایا میں برسوں کی دبی ہوئی عداوت نکلنے اور خدا جانے کس زمانے کے انتقام لینے کا وقت آ گیا ہے جدھر دیکھو مار پیٹ اور جس محل پر دیکھو معرکہ آرائی''۔ [تذکرۃ الرشید صفحہ ۷۳]

اُن کی کہانی اُن کی زبانی:-

اتنی تفصیل کے بعد اب اصل واقعہ کی تفصیل سنیے' لکھتے ہیں:-

''اس بلا خیز قصہ میں تھانہ بھون کا وہ فساد واقعہ ہوا جس میں قاضی علی خان کی مخبری سے حضرت مولانا (رشید احمد صاحب گنگوہی) پر مقدمہ قائم ہوا جس کی ابتداء یہ تھی کہ تھانہ بھون کے رئیس قاضی عنایت علی خان کا چھوٹا بھائی عبدالرحیم خان چند ہاتھی خریدنے سہارن پور گیا۔ وہاں اس آفت رسیدہ کا کوئی بنیا قدیمی دشمن کئی دن سے ٹھہرا ہوا تھا جسکو زمین دارانہ مخصات میں عبدالرحیم کے ساتھ خاص عداوت تھی۔ دشمن نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور فوراً حاکم ضلع سے جا رپورٹ کی کہ فلاں رئیس بھی باغی و مفسد ہے' چنانچہ دہلی میں کمک بھیجنے کے لیے ہاتھی خریدنے سہارن پور آیا ہوا ہے۔ زمانہ تھا اندیشناک اور احتیاط کا' اسی وقت دوڑ گئی اور رئیس گرفتار ہو گیا' نتیجہ یہ ہوا کہ پھانسی ہوئی۔ [تذکرۃ الرشید صفحہ ۷۴]

لکھا ہے کہ تھانہ بھون کے نواب کو پھانسی ہو جانے کے بعد وہاں کے لوگوں کو دنیاوی امور میں ایک سربراہ کی ضرورت محسوس ہوئی اس مقصد سے لوگ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ:-

''بلا کسی حاکم کی سرپرستی کے گزران دشوار ہے' گورنمنٹ نے باغیوں کو بغاوت کے

باعث اپنا امن اٹھالیا اور بذریعہ اشتہار عام اطلاع دے دی کہ اپنی اپنی حفاظت ہر شخص کو خود کرنی چاہیے۔ اس لیے آپ چونکہ دینی سردار ہیں اس لیے دنیاوی نظم حکومت کا بار بھی اپنے سر رکھیں اور امیر المومنین بن کر ہمارے قضیے چکا دیا کریں۔

اس میں شک نہیں کہ اعلیٰ حضرت کو ان کی درخواست کے موافق ان کے سروں پر ہاتھ رکھنا پڑا اور آپ نے دیوانی و فوجداری کے جملہ مقدمات شرعی فیصلے کے مطابق چند روز تک قاضی شرع بن کر فیصل بھی فرمائے۔ اسی قصہ نے مفسدوں میں شریک ہونے کی راہ چلائی اور مخبروں میں جھوٹی سچی مخبری کا موقع دیا۔ [تذکرۃ الرشید جلد۱ صفحہ۷۴]

لکھا ہے کہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولوی قاسم نانوتوی بھی مقدمات کے فیصلے میں ہاتھ بٹانے کے لیے تھانہ بھون بلوالئے گئے۔ اب اصل واقعہ سنیئے لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم اور طبیب روحانی اعلیٰ حضرت حاجی صاحب و نیز حافظ ضامن ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں سے مقابلہ ہوگیا۔ یہ نبرد آزما جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے والا یا ہٹ جانے والا نہ تھا اس لیے اٹل پہاڑ کی طرح پر جما کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جاں نثاری کے لیے تیار ہوگیا''۔ [تذکرہ صفحہ۷۵]

اتنی صراحت کے بعد بھی کہ ''یہ جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے والا نہ تھا'' اور ''سرکار پر جاں نثاری کے لیے تیار ہوگیا'' اگر کوئی کہتا ہے کہ شاملی کے میدان کا یہ واقعہ انگریزی سرکار کے خلاف جہاد تھا تو وہ نہ صرف حقیقت کا چہرہ مسخ کرتا ہے بلکہ تاریخ کا سب سے شرمناک جھوٹ بھی بولتا ہے۔ بات اتنے ہی پر نہیں ختم ہوجاتی 'بعد کا حصہ بھی ہمارے اس دعویٰ پر گہری روشنی ڈالتا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:-

''جب بغاوت وفساد کا قصہ فرو ہوا اور رحمدل گورنمنٹ کی حکومت نے دوبارہ غلبہ پاکر باغیوں کی سرکوبی شروع کی تو جن بزدل مفسدوں کو سوائے اس کے اپنی رہائی کا کوئی چارہ نہ تھا کہ جھوٹی سچی تہمتوں اور مخبری کے پیشہ سے سرکاری خیر خواہ اپنے کو ظاہر کریں

انہوں نے اپنا رنگ جمایا اور اَن گوشہ نشین حضرات پر بغاوت کا الزام لگایا اور یہ مخبری کی کہ تھانے کے فساد میں اصل الاصول یہی لوگ تھے اور شاملی کی تحصیل پر حملہ کرنے والا یہی گروہ تھا''۔ [تذکرہ صفحہ ۷۶]

اب اس کے بعد الزامات کی صفائی پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''حالانکہ یہ کمبل پوش، فاقہ کش، نفس کُش حضرات فساد سے کوسوں دور تھے''۔

اور انگریزوں کے ساتھ نیاز مندی اور خیر خواہی کا اس سے بھی زیادہ واضح ثبوت چاہتے ہوں تو کتاب کا یہ حصہ خالی الذہن ہو کر پڑھیے:

''ہر چند کہ یہ حضرات حقیقۃً بے گناہ تھے مگر دشمنوں کی یاوہ گوئی نے ان کو باغی و مفسد اور مجرم و سرکاری خطا کار ٹھہرا رکھا تھا اس لیے گرفتاری کی تلاش تھی، مگر حق تعالیٰ کی حفاظت برسر تھی، اس لیے کوئی آنچ نہ آئی اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تازیست خیر خواہ ثابت ہوئے۔ [تذکرۃ الرشید صفحہ ۷۹]

ایک طرف ''اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے اور تازیست خیر خواہی ثابت رہے'' کو نظر میں رکھیے اور دوسری طرف اس رحم دل گورنمنٹ کے خلاف جہاد کا دعویٰ ملاحظہ فرمائیے۔ تو آپ پر یہ حقیقت بالکل واضح ہو جائے گی کہ دیوبندی حضرات کا مذہب ہی نہیں بلکہ ان کا سیاسی مسلک بھی تضادات، غلط بیانیوں، عیاریوں اور متصادم روایات کا مجموعہ ہے۔

آخری دستاویز:-

اب اس بحث کی ایک آخری دستاویز اور ملاحظہ فرمائیے۔ تذکرۃ الرشید کے مصنف مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے چہرے کا غبار صاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت امام ربانی قطب الارشاد مولوی رشید احمد صاحب قدس سرہ کو اس سلسلہ میں امتحان کا بڑا مرحلہ طے کرنا تھا، اس لیے گرفتار ہوئے۔ اور چھ مہینے حوالات میں بھی رہے آخر جب تحقیقات اور پوری تفتیش و چھان سے شمس فی نصف النہار (یعنی آفتاب نیمروز کی طرح) ثابت ہو گیا کہ آپ پر جماعت مفسدین کی شرکت کا محض الزام ہی الزام اور بہتان ہی بہتان ہے۔ اس وقت رہا کیے گیے''۔ [تذکرۃ صفحہ ۷۹]

الزام سے بریت کی دو ہی صورتیں ممکن ہیں یا تو واقعۃً وہ شاملی کی جنگ میں شریک نہیں تھے اس لیے تحقیق و تفتیش کے جملہ مراحل سے وہ بے داغ نکل گئے یا پھر انہوں نے جھوٹ بول کر اور ان کے حامیوں نے جھوٹی گواہی دے کر ان کی جان بچائی جو صورت بھی فرض کی جائے ایمان و دیانت کا ایک خون ضرور ہوگا۔

دیوبندی لٹریچر کے حوالہ سے جو واقعات و حقائق اوپر سپرد قلم کیے گئے ہیں' ان کی روشنی میں اب تاریخ کا یہ فیصلہ بریلوی فتنہ کے مصنفین کو بے چون و چرا قبول کر لینا چاہیے کہ ۱۸۵۷ء کے غدر میں دیوبندی جماعت کے اکابر نہ صرف یہ کہ انگریزوں کے ساتھ تھے بلکہ انہوں نے ایک محافظ دستے کا رول ادا کر کے انگریزی سرکار کے ساتھ اپنی وفاداری اور جان نثاری کا نہایت پُرخلوص مظاہرہ کیا تھا۔

اب اس بدنصیبی کا ہمارے پاس کیا علاج ہے کہ حقیقت کے چہرے پر ہزار پردہ ڈالنے کے باوجود راز فاش کر دینے کا الزام خود دیوبندی لٹریچر ہے۔

دیکھ آئی جا کے باد صبا سر سے پاؤں تک
کام آئی کچھ نہ پردہ نشینی حضور کی

ملاحظہ ہو۔ [زیروزبر صفحہ ۲۲۶ تا ۲۴۱ مؤلفہ ملک التحریر علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ طبع رومی پبلیکیشنز' ۳۸۔ اردو بازار لاہور]

رسالہ مکالمۃ الصدرین کا استنادی مقام:۔

مؤرخہ ۷۔ دسمبر ۱۹۴۵ء بروز جمعہ دیوبند میں اس وقت کے دیوبندی اکابر نے ایک میٹنگ کی۔ شرکاء میں گکھڑوی صاحب کے شیوخ الاسلام مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی اور مولوی حسین احمد ٹانڈوی ثم مدنی ٹانڈوی دیوبندی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کے مولوی حفظ الرحمٰن سیوہاروی ناظم جمیعۃ علماء دیوبند مفتی کفایۃ اللہ دہلوی اور مفتی عتیق الرحمٰن وغیرہم شریک مکالمہ ہوئے۔ اس موقع پر چونکہ دو مختلف دیوبندی تنظیموں کے صدر آمنے سامنے تھے اس لیے اس کی روئیداد ''مکالمۃ الصدرین'' کے نام سے شائع کی گئی۔ روئیداد دیوبند ہی کے مولوی طاہر احمد قاسمی نے قلم بند کی جو دیوبند ہی کے مولوی محمد زکی دیوبندی کے زیر انتظام دارالاشاعت دیوبند ضلع

سہارنپور سے شائع ہوئی اس میں بڑے بڑے خفیہ اور سربستہ قسم کے راز افشاء کیے گئے مثلاً دیوبندی جمعیۃ علماء کے بارے میں انگریزی حکومت سے طے پایا کہ آپ آگے بڑھیں۔

حوالہ جات رسالہ ہٰذا:-

۱ گورنمنٹ ان کو کافی امداد اس مقصد کے لیے دے گی۔ چنانچہ ایک بیش قرار رقم اس کے لیے منظور کر لی گئی اور اس کی ایک قسط مولانا آزاد سبحانی صاحب کے حوالہ بھی کر دی گئی۔ اس روپیہ سے کلکتہ میں کام شروع کیا گیا۔ مولوی حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ یہ اس قدر یقینی روایت ہے کہ اگر آپ اطمینان فرمانا چاہیں تو ہم اطمینان کرا سکتے ہیں"۔ [مکالمۃ الصدرین صفحہ ۷]

۲ "مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداً حکومت کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہو گیا"۔ [مکالمۃ الصدرین صفحہ ۷]

۳ "اس کے بعد مولوی حفظ الرحمٰن صاحب نے پاکستان کی صورت میں جو نقصانات ان کے نزدیک تھے وہ ذرا بسط کے ساتھ بیان کیے اور دکھلا دیا کہ مسلمانوں کے لیے نظریہ پاکستان سراسر مضر ہے"۔ [صفحہ ۸]

۴ "علامہ عثمانی کا جواب دیکھیے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے آپ کے مسلّم بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ ان کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت کی جانب سے دیے جاتے تھے' اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ گو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم نہیں تھا کہ روپیہ حکومت دیتی ہے مگر حکومت ایسے عنوان سے دیتی تھی کہ ان کو اس کا شبہ بھی نہ گزرتا تھا"۔ [صفحہ ۹'۸]

۵ جو عربی مدارس کے طلباء آپ کے شاگرد آپ کے مرید اور دینی ماحول بلکہ مرکز دین و اخلاق میں تربیت پانے والے ہیں ذرا ادھر بھی تو دیکھیے کہ انہوں نے کیا کچھ کیا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے طلباء نے جو گندی گالیاں اور فحش اشتہارات اور کارٹون ہمارے متعلق چسپاں جن میں ہم کو ابوجہل تک کہا گیا اور ہمارا جنازہ نکالا گیا' آپ

حضرات نے اس کا بھی کوئی تدارک کیا تھا (الیٰ) دارالعلوم کے طلباء نے میرے قتل تک کے حلف اٹھائے اور وہ فحش اور گندے مضامین میرے دروازہ میں پھینکے کہ اگر ہماری ماں بہنوں کی نظر پڑ جائے تو ہماری آنکھیں شرم سے جھک جاتیں، کیا آپ میں سے کسی نے بھی اس پر ملامت کا کوئی جملہ کہا بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ بہت سے لوگ ان کمینہ حرکات پر خوش ہوتے تھے''۔ [صفحہ ۲۱]

۶ یہ حوالہ جات اپنے اس مفہوم میں نہایت درجہ واضح ہیں کہ اہل دیوبند جماعتی سطح پر پاکستان کے کٹر مخالف تھے جیسا کہ حوالہ نمبر ۵ سے مرکز دیوبندیت کے رویّہ سے خوب ظاہر ہے۔ نیز یہ کہ ان کی تمام نمائندہ تنظیمیں اور تحریکیں بیرونی طاقتوں کی آلۂ کار ہیں۔ اسی کو ہم نے راہ سنت کے جواب کے طور پر مصباح سنت جلد ا صفحہ ۱۴۹ تا ۱۵۲ بیان کیا تھا۔

گکھڑوی جواب مع الردّ:-

گکھڑوی کی جانب سے اس کا حسب ذیل جواب دیا گیا ہے۔ چنانچہ ''مکالمۃ الصدرین کی اصل حقیقت'' کا عنوان قائم کر کے لکھا ہے کہ:

مفتی صاحب موصوف اور ان کا طبقہ مکالمۃ الصدرین کے حوالے سے بعض باتیں عوام الناس میں پھیلاتا ہے کہ دیوبندی انگریز کے وفادار تھے حالانکہ مکالمۃ الصدرین تو کوئی معتبر رسالہ ہی نہیں اس لیے کہ اس میں حضرت مدنیؒ اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کی جانب منسوب ایک دوسرے کے بارہ میں باتوں کا ذکر کیا گیا ہے جب کہ ان دونوں حضرات نے ان باتوں سے لاتعلقی کا برملا اظہار کر دیا تھا۔ حضرت مدنیؒ نے کشف حقیقت میں اس کی وضاحت کر دی ہے اور پھر مکالمۃ الصدرین ایسے شخص کی تحریر ہے جو گفتگو کے دوران موجود نہ تھا اور نہ ہی اس تحریر پر حضرت مدنیؒ اور حضرت عثمانیؒ کے دستخط۔ اس لیے تحریر کے حوالہ سے الزامات کوئی معنی نہیں رکھتے۔ تفصیل کے لیے اظہار العیب کا مطالعہ فرمائیں''۔ اھ ملاحظہ ہو۔ [ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۱۱۱ تا ۱۱۲]

اقول:- معلوم نہیں گکھڑوی حلقہ کو ہو کیا گیا ہے، قدم قدم اپنوں کے کیے کا ذمہ دار ہمیں ٹھہراتا ہے، ہمارے متعلق ''عوام الناس میں پھیلاتا ہے'' کے الفاظ اس طرح سے کہہ رہے ہیں

جیسے یہ رسالہ ہم نے لکھا ہو؟ اگر اس میں جھوٹ لکھے ہوئے ہیں تو بزرگو! یہ جھوٹ آپ ہی کے دیوبندیوں کے ہیں جنھوں نے تقریریں کیں پھر جنہوں نے انہیں قلم بند کیا یا پھر جنہوں نے اسے شائع کیا۔ ہمارا اس میں سوائے اس کے کیا قصور ہے کہ ہم نے صرف ان کا حوالہ دیا ہے؟

رہا آپ کا یہ کہنا کہ یہ ''کوئی معتبر رسالہ ہی نہیں'' یا اس پر آپ کے ''حضرت مدنی'' اور ''حضرت عثمانی'' کے دستخط نہیں ہیں؟ تو یہ آپ کی ذاتی رائے ہے جو بذات خود غیر معتبر ہے ورنہ کیا کسی کتاب یا رسالہ کے معتبر ہونے کے لیے دستخط شرعاً ضروری ہیں؟ پچھلے ادوار میں جو اساتذہ و مشائخ صرف املاء پر اکتفاء کراتے تھے وہ کتابیں تو سب ردی کی ٹوکری میں پھینکنے کے قابل ہوئیں؟ بہرصورت یہ آپ کی اپنے بزرگوں کی تکذیب کر کے مذہبی خودکشی کی بدترین مثال ہے۔ باقی کشف حقیقت کی آپ نے عبارت نقل نہیں کی بلکہ ابھی تو اس کا بھی ثبوت مہیا نہیں کیا کہ واقعی اس نام کا کوئی رسالہ ہے بھی سہی یا نہیں؟

علاوہ ازیں آپ کے اس جواب کے غلط اور بیان کے جھوٹ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کے آخر میں اس کے مرتب کی وضاحتیں موجود ہیں کہ (ا) ''یہ مکالمہ مصدقہ و مرممہ علامہ عثمانی ہے''۔ [مکالمۃ الصدرین صفحہ ۳۱]

نیز اس کے آخری صفحہ پر ''ضروری گزارش'' کے عنوان سے لکھا ہے کہ ''جو مکالمہ اوپر درج ہوا (الیٰ) گفتگو کا ملخص اور ضروری لب لباب جہاں تک ممکن تھا لے لیا گیا۔ علامہ عثمانی نے جس طرح گفتگو نقل فرمائی اسی طرح قلم بند کر لی گئی اور مزید احتیاط یہ کی گئی کہ مسودہ صاف کر کے حضرت علامہ کو دکھلایا گیا حضرت علامہ نے کہیں کہیں اس میں ترمیم و اصلاح بھی فرمائی لہٰذا یہ مکالمہ اب حضرت علامہ کا مصدقہ مکالمہ ہے جو بغرض افادۂ عوام شائع کیا جا رہا ہے (الیٰ) طاہر احمد قاسمی'' اھ ملاحظہ ہو [مکالمۃ الصدرین صفحہ ۳۲ طبع دارالاشاعت دیوبند]

اس سے آپ کے اس بیان کا جھوٹ ہونا بھی واضح ہو گیا کہ:

''مکالمۃ الصدرین ایسے شخص کی تحریر ہے جو گفتگو کے دوران موجود نہ تھا'' (ایضاح سنت جلد ۱ صفحہ ۱۱۱، ۱۱۲) کیونکہ اس میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس کا یہ معنیٰ ہو بلکہ اس کے برعکس اس کے الفاظ ''گفتگو کا ملخص ...... لے لیا گیا'' اس کی موجودگی کا پتہ دیتے ہیں ورنہ دوران گفتگو اس نے ''ملخص'' کیونکر

لے لیا۔ موجود نہ بھی ہوتا تو کچھ فرق نہیں تھا کیونکہ اس میں تصریح موجود ہے کہ عثمانی صاحب نے اس پر نظر ثانی کر کے اور اغلاط نکال کر اس کی تصدیق کر دی۔ پھر بھی نہ مانیں تو اس کا مرتب کوئی بریلوی تو بہر حال نہیں ہے دیوبندی ہی ہے پھر بھی جھوٹے دیوبندی ہی نکلے (وھوالمقصود)۔

پس آپ کا یہ کہنا کہ ''اس لیے اس تحریر کے حوالہ سے الزامات کوئی معنیٰ نہیں رکھتے'' (ایضاح سنّت جلد۱صفحہ۱۱۲) غلط ہے۔ اور جب آپ کے اس بیان کا جھوٹ ہونا ثابت ہو گیا تو اس تحریر کے حوالہ سے یہ الزامات ضرور حقیقت ہیں۔ رہا یہ کہ ''تفصیل کے لیے اظہار العیب کا مطالعہ فرمائیں'' (ایضاح سنت جلد۱صفحہ۱۱۲) تو اس میں بھی یہی جھوٹ بولا گیا ہوگا جس سے واقعی آپ کی یہ کتاب (اظہار العیب) آپ کے حوالہ سے اسم بامسمّٰی ہے۔

بحث ''ہندوستان کو دارالاسلام قرار دینے کے حوالہ سے گکھڑوی مغالطہ کا محاسبہ'':-

جواب ندارد:-

گکھڑوی صاحب نے راہ سنت صفحہ ۷ میں مغالطہ دیتے ہوئے لکھا تھا کہ اعلیٰ حضرت کے حامیٔ انگریز ہونے کی گویا سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا اور انگریز کے پنجے مضبوط کرنے کے لیے اس پر ایک کتاب بھی ''اعلام الاعلام'' کے نام سے لکھی تھی۔ (ملخصاً)۔

ہم نے مصباح سنت میں اس کا مفصل جائزہ لیتے ہوئے لکھا تھا کہ رسالہ مذکورہ کسی طرح سے بھی انگریز کی حمایت کے جذبہ کے تحت نہیں لکھا گیا بلکہ محض ہندوستان کی شرعی حیثیت کو واضح کرنے کے لیے تحریر فرمایا گیا۔ پھر وہ از خود نہیں بلکہ ایک سائل کے اس مسئلہ کے متعلق سؤال کے جواب میں ہے۔ نیز اسے بے دلیل نہیں چھوڑا بلکہ امام اعظم اور صاحبین رحمہم اللہ اجمعین کے حسب ضوابط اسے ثابت فرمایا اور اس پر دو درجن سے زائد کتب فقہ وغیرہ کے حوالہ جات دیے۔ نیز آپ اس میں منفرد نہیں بلکہ اس وقت کے عرب وعجم کے علماء اہل سنت کے فتاویٰ سے مؤید ہے بلکہ علماء غیر مقلدین اور علماء دیوبند سے بھی اس کی تائید ملتی ہے بلکہ گکھڑوی صاحب کے حکیم الامۃ تھانوی صاحب نے تو اس پر ایک مستقل رسالہ ''تحذیر الاخوان'' تحریر کیا اور اس میں بعینہٖ اعلیٰ حضرت والا موقف اختیار کیا اور اسی کو راجح اور اپنی آخری تحقیق کہا اور گکھڑوی صاحب نے ائمہ ثلٰثہ کے متعلق

اعلیٰ حضرت کے حوالہ سے جس بات کو دھوکہ سے تعبیر کیا تھا انہوں نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔

علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ کا یہ جواب استفتاء ۱۳۴۰ھ کا تحریر کردہ ہے جو آپ کا سن وفات ہے جب کہ یہ رسالہ پہلی مرتبہ آپ کی وفات کے سات سال بعد چھپا تھا اگر انگریز کی خوشنودی مقصود ہوتی تو کم از کم اسے اپنی زندگی ہی میں شائع کراتے جب کہ تھانوی صاحب کا وہ رسالہ ان کی زندگی میں چھپا۔ علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت کے اس رسالہ میں بڑے سخت الفاظ میں انگریز کی تردید اور اس پر تنقید کی گئی ہے اور اس کا دوسرا سوال مستقل طور پر انگریز ہی کے بارے میں ہے جس کا آپ نے بڑے جارحانہ طریقہ سے انگریز کا رد کرتے ہوئے جواب تحریر فرمایا جب کہ تھانوی صاحب نے اپنے اس رسالہ میں لجاجت والا انداز اختیار کیا ہے۔ ہم نے اس میں گکھڑوی صاحب سے یہ بھی پوچھا تھا کہ اگر ہندوستان کو دارالاسلام قرار دینا انگریز کے حامی ہونے کی دلیل ہے تو آپ کی اس دلیل سے دوسرے علماء بھی انگریز کے حامی ہوئے یا نہ؟ اسی طرح یہ بھی ان سے استفسار کیا تھا کہ اعلیٰ حضرت کی جملہ کتب سے ایک جملہ ہی ایسا دکھا دیں جو انگریز کی تعریف و حمایت میں صریح تو کجا اس کی حمایت ہی اس سے ثابت ہوتی ہو نیز ایسی کوئی دستاویز لائیں جس میں مذکور ہو کہ کبھی انگریز نے آپ کو سر اور شمس العلماء جیسے القاب میں سے کوئی لقب ہی دیا ہو۔ اسی طرح ہم نے اعلیٰ حضرت کی یہ تنقید بھی نقل کی تھی کہ تعجب ہے کچھ لوگ ہندوستان کو محض سود کے حلال کرنے کی غرض دارالحرب کہہ رہے ہیں نیز آپ کے اس موقف کے صحیح ہونے کی عقلی دلیل بھی پیش کی تھی کہ آپ نے اس سے درحقیقت انگریز کو غاصب قرار دیا ہے جب کہ دارالحرب مان لینے کی صورت میں اس کے تسلّط کو مان لینا لازم آتا ہے اور آخر میں ہم نے ''حق کا بول بالا'' نیز ''عبارات واقعی کفریہ ہیں'' کے عنوان سے گکھڑوی صاحب کی شکست فاش کی جانب متوجہ کیا تھا کہ جب ان کا یہ مفروضہ غلط ثابت ہو گیا کہ اعلیٰ حضرت نے انگریز کے اشارہ پر ہی ان کے اکابر کو کافر قرار دیا تھا تو یہ امر خود بخود واضح ہو گیا کہ آپ کا یہ فتویٰ بالکل حکم شرع کے عین مطابق تھا نیز یہ کہ ان اکابر دیوبند کی ان گستاخانہ عبارات کا خالی الذہن ہو کر مطالعہ کیا جائے تو ہر منصف مزاج قاری اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ وہ واقعی کفریہ ہیں پس ہر حوالہ سے ان کا یہ واویلا غلط ثابت ہوا۔ اس ضمن میں ہم نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے محبث فیہ کے بارے میں ایک

فتویٰ کی توجیہ بھی پیش کی تھی نیز آخری کیل کے زیرِ عنوان گکھڑوی صاحب سے یہ بھی دریافت کیا تھا کہ ہندوستان بصورت موجود کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ آیا وہ اس وقت دارالحرب ہے یا اب وہ دارالاسلام ہوگیا ہے؟ اگر وہ دارالاسلام ہے تو اس میں کیا راز ہے کہ حکومت انگریز کی ہو تو وہ دارالحرب ہو ہندوؤں کی ہو تو دارالاسلام ہو جب کہ ہندو انگریز سے کفر میں بدرجہا بدتر ہیں؟ اور اگر دارالحرب ہے تو تمہارے بڑے بڑے وہاں قیام پذیر کیوں ہیں؟ وہاں سے ہجرت کیوں نہیں کرتے جب کہ شرعی مجبوری بھی کوئی نہیں اور تمہارا مرکز جسے گکھڑوی صاحب نے راہ سنت کے دیباچہ طبع نہم میں ایشیا ہی نہیں بلکہ دنیا بھر میں اپنی نوعیت کا واحد ادارہ اور اسلامی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند قرار دیا ہے وہاں کیوں قائم ہے اور تم ہندوؤں کے خلاف علم جہاد کیوں بلند نہیں کرتے ہو۔ نیز انگریزوں کی حکومت میں ہندوستان کو "دارالاسلام کہنے والا انگریز نواز ہے تو ہندوؤں کے دور حکومت میں اسے دارالاسلام کہنے والے کو بھی ہندو نواز کہیں گے یا نہیں؟ نیز حدیث یقتلون اہل الاسلام ویدعون اہل الاوثان حدیث کی کس کتاب میں ہے اور اس کا معنیٰ کیا ہے؟

یہ تمام مباحث مصباح سنت میں باحوالہ اور مدلّل طور پر اس کے صفحہ ۱۷۳ سے ۱۷۴ تک پھیلے ہوئے ہیں۔ گکھڑوی صاحب نے ان میں سے کسی کا بھی مطلوبہ جواب نہیں دیا صرف خانہ پُری کے طور پر اس کے صفحہ ۱۶۰ نیز ۱۶۳ اور صفحہ ۱۷۰ سے قطع و برید کر کے من مانے لفظ نقل کر کے ادھر ادھر کی ہانکی اور اسے ہمارے ان تمام اعتراضات و مباحث کا جواب بنا کر پیش کیا ہے اور وہ بھی انتہائی مضحکہ خیز انداز میں جو ان کی واضح تاریخی شکست فاش ہے جس سے کوئی بھی منصف مزاج اہل علم قاری قطعاً انکار نہیں کر سکتا اور اپنے جن جملوں کو انہوں نے جواب کا نام دیا ہے ان کا جواب حسب ذیل ہے:

"چنانچہ ہم نے لکھا تھا کہ "رسالہ مبارکہ اعلام الاعلام اعلیٰ حضرت نے از خود نہیں لکھا تھا" (مصباح سنت جلد ا صفحہ ۱۵۴ نیز ۱۶۲) جس کا واضح مطلب یہ تھا کہ مستقل کتاب لکھنا اور ہوتا ہے استفتاء کا جواب لکھنا شے آخر ہے گکھڑوی صاحب اسے نہ سمجھ پائے اور لگے ہماری وہ عبارات پیش کرنے جن میں مذکور ہے کہ یہ رسالہ اعلیٰ حضرت کا تحریر فرمودہ ہے جو ان کی کج فہمی یا پھر خواہ مخواہ کی ورق سیاہی ہے۔ گکھڑوی صاحب نے اسے آپ کی مستقل بنیادوں پر

تصنیف ظاہر کیا تھا جس کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ یہ آپ نے محض حمایت انگریز کے جذبہ سے اہداء کیا تھا ہم نے اسے گکھڑوی صاحب کی تلبیس اور کذب بیانی لکھا تھا۔ [مصباح سنت جلد ا صفحہ ۱۵۴]
اس کے جواب میں لکھتے ہیں: ''اس کو تلبیس اور دھوکہ سے تعبیر کرنا کون سی شرافت ہے''۔ [ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۱۱۳]

اقولُ:- اس کے تلبیس اور دھوکہ ہونے کی وجہ ہم نے واضح کر دی ہے پس شرافت کے ساتھ اپنی غلطی کو تسلیم کر لینے میں حرج ہی کیا ہے؟

تھانوی اور گنگوہی وغیرہما کی اس سلسلہ کی تحریرات سے یہ جواب دیا ہے کہ گنگوہی صاحب نے اگرچہ اسے مختلف فیہ بتایا ہے مگر وہ خود اس کے دارالحرب ہونے کے قائل تھے نیز تھانوی صاحب نے صرف سود کے معاملہ میں دارالاسلام اور باقی معاملات میں دارالحرب کہتے تھے ملخصاً۔ [ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۱۱۳' ۱۱۴]

اقولُ:- اس بارے میں ہمارے کئی سوالات تھے ایک تو یہ کہ نانوتوی' گنگوہی مولوی محمود الحسن اور مولوی سعید اکبر آبادی وغیرہم علماء دیوبند کے فتوے اس مسئلہ میں متعارض ہیں کوئی کیا کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے حتّٰی کہ بعض دیوبندیوں نے بھی اپنے ان اکابر کی اس روش اور ان کے تلوّن پُر اظہار تعجب ہی نہیں کیا ان کی مذمت بھی کی ہے تفصیل کے لیے مصباح کا دوبارہ مطالعہ کریں۔ دوسرے یہ کہ دارالحرب ہی سہی مگر بصورت موجودہ وہ دارالحرب کیوں نہیں اور اس سے ہجرت کر جانے کی بجائے کیوں مزے سے رہ رہے ہیں جب کہ ہندوؤں کا کفر انگریزوں کے کفر سے کئی درجہ سخت ہے وغیرہ وغیرہ جنہیں چھوا تک نہیں گیا۔ پس ہمارے وہ اعتراضات تاحال قائم ہیں۔

باقی تھانوی صاحب کے بارے میں یہ کہنا کہ صرف سود کے معاملہ میں انہوں نے ہندوستان کو دارالاسلام کہا ہے؟ یہ بھی صحیح نہیں۔ لگتا ہے کہ موصوف نے اپنے حکیم الامت کا یہ رسالہ تاحال پڑھا کیا دیکھا ہی نہیں ہے یا پھر وہ جان بوجھ کر غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے تھانوی صاحب کے اس سلسلہ کے الفاظ پیش نہیں کیے۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے ہندوستان کو ہر حوالہ سے دارالاسلام کہا ہے۔ ہم نے اس سلسلہ کی ان کی تصریحات مصباح سنت میں من وعن نقل کر دی ہیں انہیں ادھر ہی دیکھا جائے۔

قولہٗ:- لکھتے ہیں کہ ''ان کے بعض علماء سے انگریز کی حمایت میں کچھ الفاظ موجود ہیں مگر وہ توریہ کے طور پر ہیں مگر خان صاحب بریلوی نے ہندوستان کو برملا دارالاسلام ہی نہیں بلکہ انگریز کے خلاف برسرپیکار علماء کے خلاف فتوے بھی صادر کیے اور یہ بھی کہا کہ مسلمان ہند پر حکم جہاد وقتال نہیں۔ بطور حوالہ دوام العیش اور المحجۃ المؤتمنہ کا نام لیا گکھڑوی صاحب نے اپنی اس تقریر پر ''خان صاحب بریلوی اور دیگر علماء کے انداز میں فرق'' کا عنوان قائم کیا ہے۔[ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۱۱۴]

اقولُ:- یہ اقرار ہے کہ گکھڑوی صاحب کے اکابر واقعی انگریز کے حامی تھے' باقی ان کے الفاظ کو توریہ کہنا ایک بے بنیاد دعویٰ ہے جس کے جھوٹ ہونے کے لیے اتنا بھی کافی ہے کہ موصوف نے اسے ثابت نہیں کیا۔ باقی اعلیٰ حضرت نے انگریز کے خلاف برسرپیکار علماء کے خلاف قطعاً کوئی فتویٰ نہیں دیا۔ اور یہ گکھڑوی صاحب کا آپ پر جھوٹا الزام ہے جس کے اثبات ان کے ذمہ تا حال قرض ہے۔

باقی حکم جہاد وقتال نہ ہونے کا مقصد انگریز کے تسلّط کو تسلیم نہ کرنا اور اس کے قبضہ کو غاصبانہ قبضہ قرار دینا ہے جس کی وضاحت ہم مصباح سنت جلد ا صفحہ ۱۶۷ میں کر چکے ہیں۔ المحجۃ المؤتمنہ میں جگہ جگہ بالتصریح انگریزوں پر سخت کڑی تنقید کی گئی ہے اور کتاب کا موضوع ہی یہ ہے کہ کفار ہمہ قسم سے مسلمانوں کا اتحاد جائز نہیں پس ان کتابوں کو حمایت انگریز میں پیش کرنا انتہائی شرمناک ہے۔ گکھڑوی صاحب نے یہ کتابیں دیکھی ہی نہیں ہیں اس لیے وہ ان کے حوالے اپنی در بھنگی کذاب کے حوالے سے نقل کر رہے ہیں۔

باقی آپ کے علماء کا انداز اس مسئلہ میں واقعی نرالا ہے جس کی جتنی داد دی جائے کم ہے۔

قولہٗ:- اس لیے مفتی صاحب موصوف یا علامہ عبدالحکیم شرف القادری صاحب کا یہ کہنا کہ اعلیٰ حضرت کا ہندوستان کو دارالاسلام کہنا صرف مسلمانوں کو سود سے بچانے یا صرف شرعی حیثیت واضح کرنے کی خاطر تھا یہ صرف طفل تسلی اور دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے والی بات ہے''۔ [ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۱۱۴]

اقولُ:- شرعی حیثیت واضح کرنے والی بات تو ہم نے کی ہے' سود سے بچانے والی شق

ہم پر سفید جھوٹ ہے جب ہم اعلیٰ حضرت کے موقف کا درست ہونا دلائل سے ثابت کر چکے جن کا جواب تا حال گکھڑوی صاحب نے نہیں دیا۔ تو اس کے باوجود اپنی ایک ہی رٹ لگائے جانا محض ضد' فریب دہی اور بچگانہ ہٹ ہے۔

قولہٗ:- ہندوستان کی بصورت موجودہ شرعی حیثیت کے بارے میں ہم نے گکھڑوی صاحب سے جو سؤال کیا تھا جس کی تفصیل مصباح سنت جلد ا صفحہ ۱۷۰ میں ہے نیز چند سطور قبل بھی کچھ گزری ہیں' اس کے جواب میں لکھا ہے:-

''ہندوستان کے باہر کے مسلمانوں کے لیے ہندوستان اب بھی دار الحرب ہے''۔

اقولُ:- ہم نے اندر والوں کے لیے پوچھا تھا انہوں نے باہر والوں کا حکم بیان کر دیا تاکہ ایوان محل کو بچا سکیں۔ پھر اس کے لیے بھی کوئی مطلوبہ معیار کا ثبوت مہیا نہیں کیا جیسے شریعت خود ان کی زبان کا نام ہو۔ کوئی بے وقوف بھی اسے ہمارے سؤال کا جواب نہیں کہہ سکتا فضلاً عن عاقل۔

قولہٗ:- ''ہندوستان کے اندر رہنے والے مسلمانوں کی حیثیت وہی ہے جو غیر مسلم ملک میں رہنے کی ہے اور غیر مسلم ملک میں مسلمانوں کے رہنے کی نہ شرعاً ممانعت ہے اور نہ ہی اس پر طعن کیا جا سکتا ہے''۔ [صفحہ ۱۱۵]

اقولُ:- اپنے اس دعویٰ کی دلیل ہی دے دیتے۔ باقی ممانعت نہ ہونا جواز کی دلیل ہونا' بریلوی ضابطہ ہے دیوبندی تو اس کے قائل ہی نہیں اسی کے رد میں آپ نے راہ سنت لکھی لگتا ہے مصباح سنت کی کاری ضربوں نے واقعی آپ کے اوسان خطا کر دیئے ہیں۔

قولہٗ:- پھر مفتی صاحب موصوف کا یہ کہنا کہ پھر دار العلوم دیوبند وہاں کیوں قائم ہے۔ تو یہی سوال مفتی صاحب موصوف اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اپنے دل سے پوچھ لیں کہ ان کا بریلی کا ادارہ اور خان صاحب بریلی کی آل واولاد وہاں کیوں ہے۔ [صفحہ ۱۱۵]

اقولُ:- اب یقین ہو گیا ہے کہ جناب کے حواس واقعی ٹھکانے پر نہیں ہیں۔ نکل جانے کا حکم دار الاسلام سے نہیں ہوتا جب اعلیٰ حضرت ہندوستان کے دار الاسلام ہونے کے قائل ہیں آپ کا ادارہ یا خانوادہ اسے کیوں چھوڑے۔ یہ حکم تو آل دیوبند پر لاگو ہوتا ہے۔ اتنی سخت تلبیس کرتے ہوئے کچھ لحاظ اور گکھڑوی صاحب آپ کو خدا کا خوف کیوں نہ آیا؟ بتایئے قیامت میں کیا

جواب دو گے؟

باقی حضرت مولانا بقیۃ السلف علامہ ابوداؤد محمد صادق دام ظلّہ کے متعلق چونڈہ کے جس قصہ کی طرف اشارہ کیا ہے اس کا بھی ثبوت آپ نے نہیں لکھا اس لیے اس کا جواب ہمارے ذمہ نہیں۔

بحث ''شاہ ولی اللہ کے ہم عقیدہ سنی ہونے کے گکھڑوی دعویٰ کی حقیقت'':۔

گکھڑوی صاحب کی عبرتناک تاریخی شکست فاش:۔

مصباح سنت جلد ا کی آخری بحث یہ تھی گکھڑوی جماعت' حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہم عقیدہ ہے یا نہیں؟ گکھڑوی صاحب نے راہ سنت میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ اور ان کے اکابر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عقیدہ سنّی بلکہ سنّی ہی وہی ہے جو ان کے اکابر کے عقائد سے متفق ہو۔ ملخصاً (صفحہ ۶) ہم نے مصباح سنت میں ان کے اس دعویٰ پر مفصل بحث کرتے ہوئے اس کا خلافِ واقعہ ہونا ناقابل تردید اور ٹھوس دلائل سے ثابت کیا تھا جس کا کوئی جواب ان سے نہیں بن پڑا جو ان کی عبرتناک تاریخی شکست فاش ہے۔ اس سلسلہ میں ہم اپنے قارئین کی یقین دہانی کے لیے اپنے اس جواب کو پھر گکھڑوی صاحب کے جواب الجوب کو من وعن نقل کر دیتے ہیں تاکہ وہ بآسانی موازنہ کر کے ہمارے اس بیان کی صداقت کو سمجھ سکیں۔

چنانچہ ہم نے گکھڑوی صاحب کے منقولہ بالا دعویٰ کے جواب میں لکھا تھا کہ: ''یہ ان کا محض زبانی دعویٰ ہے جو بے دلیل ہی نہیں حقائق کے برخلاف بھی ہے ورنہ کیا وہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کی کسی صحیح ثابت شدہ تصنیف یا تالیف سے دکھا سکتے ہیں کہ تحذیر الناس' براہین قاطعہ اور حفظ الایمان وغیرہا کی گستاخانہ عبارات (جو اصل اختلاف کی بنیاد اور اس وقت زیر بحث ہیں) کے وہ قائل تھے؟ ہمیں گوی وہمیں میداں۔ دیدہ باید۔

حقیقت یہ ہے کہ علماء دیوبند حضرت شاہ صاحب موصوف کے ہم عقیدہ قطعاً نہیں ہیں جس کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد وما اھل بہ لغیر اللہ کے بارے میں علماء دیوبند

خصوصاً خود گکھڑوی صاحب کا نظریہ یہ ہے کہ جو حلال جانور غیر اللہ کے نام سے مشہور کر دیا جائے وہ ایسے حرام ہو جاتا ہے (جیسے معاذ اللہ خنزیر حرام ہے۔ چنانچہ گکھڑوی صاحب نے اس حوالہ سے لکھا ہے:

اہلال کے معنیٰ عربی زبان میں ذبح کے نہیں نامزد کرنے اور شہرت دینے کے ہیں اھ بلفظہٖ۔
نیز لکھا ہے: جس جانور کو غیر اللہ کے لیے شہرت دی گئی ہو (الیٰ) وہ وما اہل بہ لغیر اللہ کہلاتا ہے یعنی اہلال کا معنیٰ نہ تو ذبح میں غیر اللہ کا نام اس پر لینا شرط ہے ہاں غیر اللہ کے لیے نامزد کرنا اور شہرت دینا اس میں ملحوظ ہے اھ ملخصاً بلفظہٖ۔ ملاحظہ ہو۔ [تنقید متین صفحہ ۱۰۲، ۱۰۳ طبع گکھڑ ۱۹۸۴ء]

جب کہ علمائے اہل سنت کے نزدیک اس میں وقت ذبح کی قید ملحوظ ہے۔ اور بعینہٖ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا قول بھی اس بارے میں یہی ہے جو اس امر کی واضح دلیل ہے کہ گکھڑوی صاحب اپنے اس دعویٰ میں قطعاً صادق نہیں۔

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے فارسی ترجمۂ قرآن (فتح الرحمٰن) میں تمام مقامات پر ''وما اھل به لغیر اللہ'' کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے ''وآنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بغیر خدا'' یعنی اس ارشاد خداوندی کا مطلب یہ ہے کہ وہ حلال جانور بھی تم پر حرام ہے جسے ذبح کرتے وقت اس پر غیر خدا کا نام لیا جائے۔ اھ (ملاحظہ ہو پ ۲ البقرۃ آیت نمبر ۱۷۳) ع
ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

یہی وجہ ہے کہ جب وہابیہ سے اس کا جواب نہ بن پڑا اور وہ اس سے عاجز آ گئے تو انہوں نے عافیت اس میں سمجھی کہ اس میں تحریف کر دی جائے۔ چنانچہ ۱۴۱۷ھ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا یہ ترجمۂ قرآن سعودیہ سے شائع کرا کے سورۂ بقرہ کی آیت ۱۷۳ میں زیر بحث ارشاد ربانی کا ترجمہ یوں کر دیا گیا ہے: وآنچہ آواز بلند کردہ شود براو بغیر نام خدا'' یعنی **وما اھل به لغیر اللہ** کا معنیٰ ہے جس حلال جانور کو غیر خدا کے نام سے مشہور کر دیا جائے وہ بھی حرام ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ **فویل لهم مما کتبت ایدیهم وویل لهم مما یکسبون** جس سے یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی کتابوں میں تحریفیں اور ملاوٹیں بھی کی

گئی ہیں۔ پس آپ کی جس کتاب کی جس عبارت میں وہابیہ کی تائید پائی جاتی ہو وہ قطعاً وہابیہ کی ہاتھ کی صفائی کا نتیجہ ہوگی۔ یہ تو ہمارے سامنے کی بات ہے اس سے قبل ماضی میں کیا کیا من مانیاں کی گئی ہوں گی خود اندازہ لگالیں نیز جب ان لوگوں نے ترجمۂ قرآن کو بھی معاف نہیں کیا اور وہ بھی کعبۃ اللہ اور روضۂ رسول ﷺ کے سامنے بیٹھ کر۔ تو ان کی دوسری کتابوں کے ساتھ ہندوستان میں رہ کر کیا کیا حشر نہیں کیا ہوگا؟

دیوبندی ولی اللّٰھی نہیں اسماعیلی ضرور ہیں:۔

ہاں اگر گکھڑوی صاحب کی مراد یہ ہو کہ ان کے اکابر کے عقائد ونظریات حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے پوتے مولوی اسماعیل دہلوی سے ملتے ہیں تو بجا ہے اور ہمارے مؤقف کے بھی عین مطابق۔ کیونکہ اسماعیل صاحب موصوف نے اپنے جدِ امجد نیز اپنے اعمام کرام (حضرت شاہ عبدالعزیز، شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین محدثین دہلویین) رحمہم اللہ اجمعین کے عقائد ونظریات سے بغاوت کر کے کھلے بندوں وہابیت اختیار کرتی تھی جس کی مکمل تفصیل فریقین کی کئی کتب میں موجود ہے۔ تفصیلی مطالعہ کے لیے ملاحظہ ہو ''مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان'' مؤلفہ حضرت ابوالحسن زید فاروقی (وغیرہ)۔

اسی مطلب کو گکھڑوی صاحب کے امام ربانی گنگوہی صاحب نے بھی نہایت درجہ صاف اور غیر مبہم الفاظ میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ ان کے لفظ ہیں ''بندہ'' خاندان حضرت شاہ ولی اللہ صاحب میں بیعت ہے اور اسی خاندان کا شاگرد گو ان کے عقائد کو حق اور تحقیقات کو صحیح جانتا ہے۔ الّا ماشاء اللہ کوئی امر جو بمقتضائے بشریت خاصہ لازمہ انسان ہے صادر ہو گیا ہو...... اس خاندان کے عقائد تقویۃ الایمان سے ظاہر ہیں اھ ملخصاً بلفظہٖ۔ [ملاحظہ ہو فتاوی رشیدیہ صفحہ ۵۴ طبع محمد علی کراچی ۳۸]

سچ ہے ع مدعی لاکھ پہ بھی بھاری ہے گواہی تیری

گنگوہی صاحب نے الّا ماشاء اللہ کہہ کر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے اصل عقائد و نظریات سے اپنے انحراف کی جانب جو لطیف اشارہ کیا ہے وہ بھی ہمیشہ ملحوظ رکھنے کے قابل ہے اور ما نحن فیہ کی عمدہ دلیل بھی۔

باقی ان کا تقویۃ الایمانی عقائد کو اس پورے خاندان کی سر منڈھ دینا۔ قطعاً خلاف واقعہ اور محض ایجاد ''بندہ'' ہے۔ جس کی کچھ تفصیل ابھی گزری ہے۔ نیز تقویۃ الایمانی نظریات کا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی غیر مدسوس کتب اور آپ کی سوانح حیات کی اصل تالیفات (خصوصاً القول الجلی مؤلفہ حضرت شاہ عاشق ولی اللّٰہی جو وہابیہ کی دست وبرد سے نجات پا کر ابھی کچھ عرصہ قبل پردۂ خفا سے نکل کر منظر عام پر آئی ہے) سے تقابل کر کے بھی بآسانی فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ باقی کس کا کسی خاندان کی محض شاگردی یا محض بیعت کا اختیار کر لینا اس کے اس سے بالکلیہ متفق یا ہم عقیدہ ہونے کو بھی قطعاً مستلزم نہیں۔ حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوری تعلیم علمائے دیوبند سے حاصل فرمائی تھی۔ مگر اس کے باوجود ان کے خلاف اتنے بڑے مناظر تھے کہ حسبِ ارشاد مرشدی الکریم حضرت غزالی زماں الکاظمی قدس سرہ ایسا مناظر چشم فلک نے نہ دیکھا ہوگا۔ اسی طرح مشہور احراری بزرگ اور گکھڑوی صاحب کے احدالائمہ عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب نے حضرت فاتحِ قادیانیت سیّد مہر علی شاہ صاحب گولڑوی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی جس کا مقصد آستانۂ عالیہ سے اثر و رسوخ پیدا کر کے وابستگان سلسلہ میں اپنے اثرات پھیلانے کے سوا کچھ نہ تھا۔ جو بفضلہٖ تعالیٰ پورا نہ ہو سکا **والحمدللہ علیٰ ذلک** اھ ملاحظہ ہو [مصباح سنت جلد اصفحہ ۱۷۴ تا ۱۷۸]

گکھڑوی جواب مع الرد:-

گکھڑوی صاحب نے مصباح سنت صفحہ ۱۷۴ تا ۱۷۸ میں تقریباً پانچ صفحات میں پھیلی ہوئی ہماری اس طویل بحث کا جواب صرف اتنا لکھا ہے کہ:

''مفتی صاحب موصوف کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ آپ کے مناظر اعظم محمد عمر اچھروی صاحب نے تو شاہ ولی اللہ صاحب کو بھی وہابی شمار کیا ہے (ملاحظہ ہو مقیاس حنفیت صفحہ ۵۷۵ تا ۵۷۷) اس سے متعلق کچھ بحث ہم پہلے بیان کر چکے ہیں'' اھ بلفظہٖ [ایضاح سنّت جلد اصفحہ ۱۱۶]

اقول:- جو ان کے سخت عجز اور عبرتناک تاریخی شکست کی دلیل ہے (وقد مرّ اوّلاً) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتب میں شدید تحریفیں کی گئی ہیں پھر انہیں اپنے

ساتھ ملانے میں وہابیہ کا پروپیگنڈہ بہت سخت ہے۔ حضرت مناظر اعظم علاّمہ محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ کو جیسے خبریں پہنچیں انہوں نے اسی کے مطابق لکھ دیا بعد میں انہیں گہری تحقیق کا موقع نہیں مل پایا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ جبکہ صحیح اور عمیق تحقیق یہی ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب امام اہل سنت ہیں۔ جس پر دیگر متعدد علماء اہل سنت کی بے شمار تصریحات کے علاوہ خصوصیات کے ساتھ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت اور غزالیٔ زماں امام اہل سنت علامہ کاظمی شاہ صاحب رحمہم اللہ اجمعین کے ارشادات اس پر شاہد عدل ہیں جب کہ یہ تو اٹل ہے کہ گکھڑوی صاحب کے 'حضرت مناظر اعظم کے حوالہ سے یہ الفاظ ہمارے ان دلائل کا جواب قطعاً نہیں ہیں جو ہم نے زیر بحث امر میں سپرد قلم کئے ہیں اور واضح کیا ہے کہ گکھڑوی صاحب کا خود کو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہم عقیدہ ظاہر کرنا قطعاً بے بنیاد اور ان کا بالکل جھوٹا دعویٰ ہے۔

جواب ندارد:۔

گکھڑوی صاحب نے راہ سنت کی تالیف سے اپنے منصوبہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:

ہم اپنی پوزیشن کو واضح کرنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ ہمارا کوئی مسئلہ بھی قرآن کریم اور حدیث شریف اور فقہ حنفی کے خلاف نہیں اور ہم پکے سنّی مسلمان ہیں'' ۔[راہِ سنّت صفحہ ۱۰]

ہم نے اس کے جواب میں لکھا تھا کہ گکھڑوی صاحب کا یہ دعویٰ تلبیس پر مبنی ہے حقیقت یہ ہے کہ موصوف اور ان کے اکابر گستاخانہ عقائد و نظریات کے حامل ہیں جو قرآن وسنت اور فقہ حنفی کے قطعاً خلاف ہیں پس وہ ہرگز سنی حنفی مسلمان نہیں ہیں نیز یہ کہ ان کا یہ دعویٰ محض اپنے ان باطل عقائد و نظریات کو چھپانے کی بدترین سازش اور ناکام کاوش ہے جس کا انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا جو ان کی ایک بار پھر شکست فاش ہے۔

گکھڑوی صاحب کی آخری بڑھک:۔

راہ سنت صفحہ ۱۰ پر گکھڑوی صاحب نے لکھا تھا کہ فلاں مسئلہ پر ہم فلاں کتاب لکھ چکے ہیں فلاں پر فلاں کتاب مارکیٹ میں آ گئی ہے اور مزید مسائل پر فلاں فلاں کتابیں آ رہی ہیں (ملخصاً)۔

اس کے جواب میں ''دیگر'' گکھڑوی منصوبہ جات کے متعلق ہمارا ردّ عمل'' کے زیر عنوان ہم نے لکھا تھا کہ: آپ کی ''اس کتاب'' کے جواب میں فقیر کی ''یہ کتاب'' حاضر ہے۔ دیگر میں سے بیشتر کے تابڑ توڑ جوابات بعض علماء اہل سنت لکھ چکے ہیں جیسے آپ کے نام کے گلدستۂ توحید کے جواب میں مناظر اسلام شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی صاحب دامت برکاتہم کی معرکتہ الآراء کتاب ''گلشنِ توحید و رسالت'' وغیرہ۔ فقیر بھی مستقل بنیادوں پر یہ خدمت سرانجام دینے پر کمربستہ ہو چکا ہے۔ تسلّی رکھیں''۔ [مصباح سنت جلد ۱ صفحہ ۱۷۹، ۱۸۰]

اس کے جواب میں گکھڑوی کی جانب سے یہ بڑھک ماری گئی ہے کہ:

''ہماری مفتی صاحب موصوف سے گزارش ہے کہ آپ صرف کمربستہ نہ ہوں بلکہ لنگوٹ بھی کس لیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے اس لیے کہ آپ کی تنقید پر تبصرہ ہم اپنا حق سمجھتے ہیں''۔ [ایضاح سنت جلد ۱ صفحہ ۱۱۶]

اقولُ:- گکھڑوی صاحب کی یہ بڑھک ریاستی محاورہ ''پھوت ڈھیر تے وچ خیر'' کی پوری مصداق ہے۔ کیونکہ وہ جو کچھ کر سکتے تھے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر کے دیکھ لیا ہے اس سے بڑھ کر اُن کے بس کا روگ نہیں اور وہ بھی سوسو تلبیسات اور عیاریوں پر مشتمل۔ رہا یہ مشورہ کہ لنگوٹ بھی کس لیں''؟ تو عرض ہے کہ فکر نہ کریں ہم ان شاء اللہ انہیں ہر طرح سے خوش کریں گے۔

قولہٗ:-

میں آئینوں سے سمجھتا ہوں پتھروں کا مزاج
میں شیشہ گر ہوں مجھے یہ ہنر بھی آتا ہے'' (ایضاح)

اقولُ:-

؎ کلکِ رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

؎ شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے
دیوار آہنی پر حماقت تو دیکھیے

قولہٗ:- ''مگر مفتی صاحب موصوف سے اتنی گزارش ہے کہ اپنے مخالف کے موقف کو توڑ مروڑ کر یا من گھڑت اصول اس کی جانب منسوب کر کے اوراق سیاہ نہ کریں بلکہ شرعی اور اخلاقی دائرہ میں رہتے ہوئے اپنے مخالف کا وہی موقف جو اس کی تحریرات سے واضح ہے اس پر صحت مند تنقید کریں اور اپنے مسلک پر علمی طور پر روشنی ڈالیں۔ ہم نے صرف اس صحت مند تنقید کا خیر مقدم کریں گے بلکہ قابل اصلاح چیزوں کی اصلاح بھی اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں''۔اھ بلفظہٖ [ایضاح سنت جلد ا صفحہ ۱۱۶]

اقولُ:- بفضلہٖ تعالیٰ ہم نے کوئی ہیرا پھیری نہیں کی اور نہ ہی مخالف کے موقف کو ''توڑ مروڑ'' کر پیش کیا ہے بلکہ وہی کہا ہے جو اس کی تحریرات سے واضح ہے اور ہم نے کوئی تنقید ایسی نہیں کی جو بے بنیاد ہو اور اپنا مسلک علم و تحقیق ہی کی روشنی میں اجاگر کیا ہے۔ آپ نے کتاب کو جھوٹے الزام سے شروع کیا تھا اور اسی پر اس کا خاتمہ فرما رہے ہیں جس سے آپ نے کتاب کے صفحات کو سیاہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے نامۂ اعمال کو بھی خراب کر دیا اور توبہ نہ کر کے گئے تو اگلا مرحلہ بھی بہت خراب ہوگا۔ (والعیاذ باللہ العظیم)۔ لہٰذا حسب وعدہ اپنی اصلاح کرتے ہوئے جتنے جھوٹ بولے ہیں ان سے توبہ کریں اور قابل اصلاح چیزوں کی اصلاح کی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے ان کی اصلاح کریں جن کی نشان دہی ہم نے کتاب ہٰذا میں کر دی ہے جیسے حدیث من احدث فی امرنا الخ میں شدید معنوی تحریف وغیرہ۔

قولہٗ:-

وہ جھوٹ کا خوگر تو صداقت میرا مسلک
دونوں کے مزاج اور ارادے نہیں ملتے
برہم ہیں کہ ان کو میری خود دار جبیں میں
اپنے لیے تعظیم کے سجدے نہیں ملتے

[صفحہ ۱۱۶، ۱۱۷]

اقولُ:- اپنے ان اشعار کا مصداق بھی گکھڑوی صاحب خود ہی ہیں کیونکہ انہیں غصہ تو صرف اسی بات کا ہے کہ ہم نے ان کے پول کیوں کھولے ہیں

؎ میری تقریر طبع یار کو بے چین کرتی ہے
سبب کیا ہے وہی کہتا ہوں جو دل پر گزرتی ہے

قولہٗ:- بفضلہٖ تعالیٰ ہم نے مفتی عبدالمجید خان صاحب سعیدی رضوی کی مصباح سنت جلد اوّل کا جواب مکمل کر دیا ہے۔ [صفحہ ۱۱۷]

اقولُ:- گکھڑوی صاحب کا یہ بیان مطابق واقعہ نہیں حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے ہمارے بیشتر اعتراضات کو چھوا تک نہیں اور جو نام کے جوابات دیے ہیں ان میں بھی ہیرا پھیری اور تلبیس سے کام لیا ہے جسے ہماری اس کتاب کے مطالعہ سے بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔ دور کیوں جایئے اس زیر بحث عنوان سے پہلے کے تین عنوانات کو دیکھ لیجیے اعنی انگریز کا وفادار کون؟ ہندوستان کے دارالاسلام ہونے نہ ہونے کا مسئلہ اور گکھڑوی صاحب کے اس دعویٰ کا خلاف واقعہ ہونا کہ وہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عقیدہ سنّی ہیں۔ موصوف سے نہ صرف یہ کہ ان کا جواب نہیں پڑا بلکہ ان میں سے بعض میں ہاتھ کی صفائی دکھانے سے بھی کام لیا ہے

؎ وفاداری میرا شیوہ' جفاکاری شعار ان کا
میں اپنی سی کہے جاؤں وہ اپنی سی کیے جائیں

قولہٗ:- ''اور ان کی جانب سے جلد ثانی کے منتظر ہیں''۔ [صفحہ ۱۱۷]

اقولُ:- ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا دوسرا ایڈیشن جلد منظر عام پر آ رہا ہے' انتظار کی گھڑیاں ختم ہیں مگر اتنی گزارش ہے کہ اصول' معیار اور اخلاق کے قتلام (جیسا کہ ایضاح سنت جلد ا میں کیا ہے) سے پرہیز کرتے ہوئے علم و تحقیق صحیح پیش کیجیے گا اور زبان بھی شریفانہ استعمال کیجیے گا اور ہاتھی کے دانت کی مثال کا مصداق نہ بنیے گا

؎ تمناؤں کا قتل عام کیوں ہے سوچنا ہو گا
ہمیں پر بارش احکام کیوں ہے سوچنا ہو گا

قولہٗ:- ''اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اتباع سنت کی نصیب فرمائے اور بدعات و رسومات باطلہ سے بچائے اور محفوظ رکھے وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین''۔ [صفحہ ۱۱۷]

اقولُ:- آپ کے حسب اصول آپ کی یہ دعا بھی بدعت ہے اور ان الفاظ سے لکھا ہوا یہ درود بھی بدعت ہے پس بدعتی بقلم خود آپ خود ہی قرار پائے کہ چاہ کن را چاہ در پیش۔ ورنہ اپنے حسب اصول اپنے مقرر کردہ معیار دلائل کے حوالہ سے ثابت کریں کہ کسی کتاب کے آخر میں اس دعا اور درود کے لکھنے کے حکم یا قرون ثلثہ میں عمل کا صریح ثبوت کیا ہے؟ پھر ''بدعات'' اور ''رسومات'' کے ساتھ ''باطلہ'' کی قید لگا کر تو آپ نے ایک بار پھر مان لیا ہے کہ ہر بدعت اور ہر رسم کا ممنوع و مذموم ہونا لازم نہیں جس سے ''راہ سنت'' میں کی گئی اپنی ساری محنت پر آپ نے پانی پھیر دیا ہے۔ اب پتہ چلے گا کہ آپ اپنے خودساختہ اصولوں کو بدلتے ہیں یا اپنی بدعات سے تائب ہوتے ہیں

؎ مرید سادہ تو رو رو کے ہوگیا تائب
خدا کرے کہ ملے شیخ کو بھی یہ توفیق (فقط)

ھٰذا و اٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سید المرسلین حبیبنا محمد وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ وعلینا معھم اجمعین الٰی یوم الدین۔

کتبہٗ الفقیر عبدالمجید سعیدی بقلمہٖ مفتی، صدر مدرس و مہتمم
دارالعلوم جامعہ غوث اعظم و جامعہ سعیدیہ رحیم یارخان
جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ مطابق ۹/ جولائی ۲۰۰۵ء بروز شنبہ
بوقت ۸.۳۰ بجے صبح بمقام جامعہ سعیدیہ، ۱۰ زمیندارہ کالونی رحیم یارخان شہر
(بہاول پور۔ پنجاب۔ پاکستان)

نوٹ:- جواب ہٰذا ۱۸/ ربیع الآخر ۱۴۲۶ھ بروز جمعۃ المبارک مطابق ۲۷/ مئی ۲۰۰۵ء کو شروع کیا گیا جو تدریس وافتاء اور دیگر مصروفیات سے روزانہ کچھ وقت نکال کر تحریر کیا گیا درمیان میں ناغے بھی ہوئے اس طرح سے یہ ایک ماہ اور تیرہ ایام میں مکمل ہوا۔ صرف صَرف

شدہ ٹائم سے حساب کیا جائے تو کل مدت ایک ہفتہ بھی بمشکل بنے گی جو یقیناً اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اس کے رسول ﷺ کی نظر عنایت اور میرے مشائخ کرام اور روحانی توجہات کا نتیجہ ہے۔ جس کی ایک دلیل (اور سخت حیران کن بات) یہ بھی ہے کہ اس کی پوری کتابت بھی اس کی تحریر کے ساتھ ہی پایۂ تکمیل کو پہونچ گئی اور دیگر تمام مراحل بھی بآسانی طے ہو گئے جس پر ہمارے محترم کمپوزر صاحب بھی انگشت بدنداں ہیں اور اس میں ان کے جہدِ مسلسل اور ان کی انتھک محنت کا بھی یقیناً بڑا دخل ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ ماھواحسنہٗ۔ (فقط)